دلیل العرفان

(مناظرہ - اردو)

بخدمت جناب مولوی السید فیاض حسین صاحب دامت برکاتہ مرسلہ احقر حائری
لاہور
رسید طلب

قل انما الغیب للہ

فانتظروا انی معکم من المنتظرین

درین زمان سعادت اقتران کتاب حقائق نصاب بیان فیصلہ قطعیہ مسائل متنازعہ
میان شیعہ و فرقہ مرزائیہ و اعلان حقیقت عقاید حقہ امامیہ اثنا عشریہ و اجوبہ اعتراضات فرقہ
مرزائیہ متعلق بہ مسیح موعود و مہدی دوران علیہ السلام

المسمٰی

دلیل العرفان

جواب ۱۳۳۳ھ فی

تشحیذ الاذہان ۱۹۱۵ء

از مصنفات جناب ابو المعالی مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری
مصنف الانصاف تنویر البصر المصطفٰی العزا وغیرہ

تلمیذ

مکرم شمس العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا مولوی سید علی الحائری مجتہد پنجاب ظلہ

حسب فرمائش بک ڈپو حیدریہ علیصاحب جارج سٹیم پریس لاہور میں چھپا

قیمت مع محصول

تعداد جلد

(هذه صورة ما كتب عليه تقريظا)

حضرة علم الأعلام حجة الإسلام مرجع الأنام مبين الحلال والحرام نائب الإمام

مفسر كلام الملك العلام رئيس العلماء العظام خطيب منابر الأنبياء آية الله في العالمين

وحجته على العباد ذو الكرامات عميد الدين أبو تراب السيد **علي الحائري القمي** مجتهد العصر

(ساكن لاهور) والزمان أدام الله ظله العالي (ملك پنجاب)

الحمد لله مكون الأكوان مدبر الخلائق بلطف وإحسان الذي لا يحيط بكنهه الأذهان ولا يحويه مكان أو يمر عليه زمان تعالى عما يصفه أهل البغي والطغيان من القول الزور والبهتان والصلوة على سيد ولد عدنان **محمد** بن عبد الله حقيقة الإنسان فأنزل عليه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان وآله شموس العرفان الذين استنارت بنور هدايتهم الأكوان **أما بعد** فقد طالعت شطرا وافيا من الكتاب الموسوم **بدليل العرفان** بأساليب البلاغة وطلاقة اللسان وترتيب الفصاحة بحسن البيان في رد محمد وتبكيت **كذاب القاديان** وأنه قد بلغ في منتهى دركات القباحة والهذيانات لا يتفوه به الإنسان غني عن البيان فضلا عن إقامة البرهان فلما طالعته فوجدته رياض حكمة ورضوان سيفا قاطعا لألسنة أهل الزيغ والطغيان وبرهانا قاطعا لأهل البرهان ونورا لامعا لأهل القسط والإيمان شهابا ثاقبا لشياطين الإنس والجان تنتعش بفهم براهينه القلوب والأبدان وترتاح بدرك معانيه الأرواح في عالم الإمكان فيزداد قوة في الدين والإيقان لأهل التقوى والإيمان **كيف** ومصنفه من أرشد تلاميذنا بفضل الله المنان فريد الدهر وحيد العصر بالإيقان كاسر أعناق منكري الإمامة ومرغم آناف المنحرفين عن طريق الاستقامة بالإعلان جناب المولوي **الميرزا أحمد علي** صاحب أدامه الله ووقاه عن نوائب الزمان **لعمري** إن صبح الحق من أفق هذا العزيز قد استبان فهو جوهر عبقري لا يقوم بالأثمان فشكر الله المنان بمساعيه الجميلة فله خير الجزاء والغفران نعوذ بالله من متابعة النفس الأمارة بالسوء وشر الشيطان والتلاعب في الأديان ونعتصم به من الخطاء الملقي في العذاب الهوان

مقدم خدام الشريعة المطهرة علي الحائري بقلمه

لا إله إلا الله القوي
سيد علي حائري
عبده علي ...
ابن أبو القاسم الرضوي ١٣٠٩

كتب من مبارك حجرتي بلدة لاهور في بيت
في شهر ذي قعدة الحرام سنة ١٣٣٣

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان وخصّه بموهبة البیان والهمه النطق باللسان وعرّفه مسالک الدلالة والبرهان واوضح له سبیل الوصول الی الجنان بارسال الانبیاء ونصب الاوصیاء کانه باللطف الاتم والفضل الاعم علی الخلائق شان وبالجود والرحمة الواسعة علی العالمین دائم الاحسان واکمل التحیة والسلام علی من انزل علیه القرآن فرقان بین الحق والبطلان محمد المبعوث الی عالم الامکان وعلی اوصیاءہ المنتجبین من ال عمران الذین هم للحق امناء وللخلق امان لاسیما علی صاحب الزمان سمی جدہ سید الانس والجان خلیفة الرحمان۔ شریک القرآن حجة الدیان وآیة السبحان۔ حاوی خصل البرهان۔ مظهر الاسلام علی الادیان قامع الکفر والطغیان۔ دافع الظلم والعدوان عن جمیع اهل الایمان۔ به یتم العرفان ومن مات بغیر معرفته فقد مات میتة الجاهلیة والکفران ولاعدائهم الویل والحرمان والحسرة والخسران یوم یفتح المیزان +

---

۵ جون سنہ ۱۹۱۵ء کو ایک احمدی صاحب نے مجھے رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ نمبر ۶ بابت ماہ جون سنہ ۱۵ء دیکھنے کو دیا۔ جو تحقیق امام آخر الزمان سے معنون تھا جس کا لکھنے والا منشی خادم حسین صاحب بھیروی ہے۔ وجہ تصنیف یہ لکھی گئی ہے کہ اب تک چونکہ شیعہ کتب کی رو سے شیعہ پر حجت تمام نہیں ہوئی۔ اسلئے میاں محمود صاحب نے منشی صاحب موصوف کو یہ مضمون لکھنے کے لئے کہا۔ حالانکہ یہ کسی قدر غلط ہے کیونکہ قبل ازیں مرزا خدا بخش صاحب نے عسل مصفٰے میں بخیال خود شیعہ کتب سے اس مقصود کو بیان کیا ہے لیکن آیا عسل مصفٰے یا اس مضمون سے کتب شیعہ کی رو سے شیعہ پر حجت تمام ہوتی ہے یا نہیں صفحات آیندہ سے ظاہر ہوگا +

دیباچہ میں ایڈیٹر صاحب نے اس مضمون کی متانت و وثاقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ دوسرے مذہب اور اس کے علماء کی عزت کو مدنظر رکھ کر اپنا مسلک پیش کرنا احمدیت ہی کا حصہ تھا اور

ہے پھر شیعوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس مضمون کو تحقیق حق کی نظر سے پڑھیں۔ اور ذرا اپنے رسالہ **اصلاح** کے مضمون تنزیہ الانساب کو بھی دیکھیں کہ کس قدر دلآزاری اہل سنت کی روا رکھی گئی ہے۔ ایڈیٹر صاحب کا یہ دعوے کہ دوسرے مذہب اور اسکے علماء کی عزت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا مسلک پیش کرنا احمدیت ہی کا حصہ تھا محض دعوے ہی دعوے ہے۔ ورنہ ان کا لٹریچر دریدہ دہنیوں اور گالیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نہ صرف دیگر مذاہب اور اُن کے علماء کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ بلکہ انبیاء پر بھی ناپاک الفاظ سے حملہ کیا جاتا ہے۔ بطور نمونہ غایت المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ دیکھیں۔ اور ائمہ شیعہ کو جو گالیاں ان کے عبد الکریم اعرج نے خلافت راشدہ میں دی ہیں۔ اُن کا ذکر **حجت شاہدہ** میں کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیں کہ شیعوں کے امام اوّل کی کس طرح حقارت کرتے ہیں صفحہ ۹۰ خلافت راشدہ۔ علی نے چند پیسوں کا چھلا شیعوں کے اعتقاد سے حالت رکوع میں سائل کو دیا صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ علی ڈرپوک۔ کمزور...... نفاق سے بسر کرنے والے...... اور اسی اخلاقی کمزوری کا اثر ان کی اولاد پر بھی پڑا صفحہ ۲۴۔

علی اور آپ کی ذریت کس قدر کمزور اور گرے ہوئے انسان اور مخذول اور ناقابل ذکر لوگ ہیں یہ بدگو تو اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اور شیعوں کے علی کی تلوار جیسے بھاگنے والوں کی پیٹھ پر لگا کرتی تھی ویسے ہی اس کی پیٹھ پر بھی لگی۔ اور اس کا زخم سرطان کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور عداوت علی کا مزا اُس نے دنیا ہی میں چکھ لیا اور کڑھتے اور بلکتے جان دی۔ دوسرے مذاہب کے علماء کی عزت کو جس طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہ مکتوب عربی کے صفحہ ۲۳۶ سے صفحہ ۲۵۲ تک کے دیکھنے سے ظاہر ہے جن میں علماء کو شریر کہا گیا ہے۔ اور صفحہ ۲۵۲ میں مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد حسن امروہی کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ آخرھم شیطان الاعمی والغول الاغوی یقال له رشید احمد الجنجوھی وھو شقی کالامروہی ومن الملعونین انتہٰی یعنی ان کا آخر اندھا شیطان اور بہت گمراہ دیو ہے جس کو رشید احمد گنگوہی کہا جاتا ہے اور وہ شقی ہے مثل امروہی کے اور ملعونوں میں سے ہے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۶ و ۲۱ و ۲۲۔ اور ضمیمہ الہامی میں دیگر فرق کے مولویوں کو۔ یہودی صفت بدذات۔ نجاست خوار۔ ارواح گندیدہ بے ایمان۔ سگ خنزیر وغیرہ کہا ہے اور رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۶۰ سے ۷۱ تک فرقہ شیعہ اور ایک عالم شیعہ کی نسبت جو گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اُن کا نمونہ ذیل میں درج ہے۔

ص ۶۵ اراکم کذات الحیض لا مثل طاھر۔ تطیب ومن ماء الغوایۃ تطھر

ص ۶۸ اتانی کتاب من کذوب یزور۔ کتاب خبیث کالعقارب یابر

ص ۶۹ اتہجو یا شیخ الضلالۃ۔ اننی تقولت فاعلم ان ذیلی مطھر

ص۸ فتب واتق اللہ یا علی ۔ وان کنت قد ازمعت حربی فاحض

ص۱۸ وذالک بھتان وتوھین شانھم ملاک الویل یا غول الفلا کیف تجسر

ان اشعار میں شیعوں کو حیض والی عورت سے تشبیہ دی ہے ۔ اور اُن کے ایک عالم کو کذوب ۔ شیخ الضلالۃ غول الفلا اور اس کی کتاب کو کتاب خبیث کہا گیا ہے ۔ کس نے کہا ہے ؟ احمدیت کے امام نے ۔ تو کیا جس احمدیت کا امام دوسرے مذاہب کے علماء کو ذلیل و بےعزت و کمینہ الفاظ و ناپاک جملے استعمال کرنے میں ایسا مشاق ہو اُس کے مریدوں کے لئے یہ دعوےٰ سزاوار ہے کہ دیگر مذاہب کے علماء کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا مسلک پیش کرنا احمدیت ہی کا حصہ تھا اور ہے ۔ آپ طعنہ دیتے ہیں کہ تنزیہ الانساب میں سنیوں کی دل آزاری کی گئی ہے لیکن اس میں شیعوں کا کیا قصور یہ کتاب تو خود ایک عالم اہل سنت مولوی محمد عالم صاحب مصطفوی چشتی نے صحابہ سے بعض مطاعن اٹھانے کے لئے لکھی ہے دیکھو دیباچہ کتاب مذکور صفحہ ۲ و ۳)

اور یہ عالم صاحب خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے قائل اور ان کے لئے رضوان اللہ علیہم کہتے ہیں دیکھو صفحہ ۱ کتاب مذکور (حصہ اول) اور دلازاری بھی کوئی نہیں کیونکہ تمام مضامین خود اہل سنت کی کتابوں سے ماخوذ ہیں ۔ اس طرح کی دلآزاری تو آپ کے امام نے بھی کی ہے ۔ دیکھو نیوگ کا دلچسپ ناول ۔ خیر یہ جملہ ایڈیٹر صاحب نے محض اہل سنت کو بھڑکانے کے لئے لکھا ہے ۔ اور مرزا صاحب کی اصطلاح میں اس کو فریب کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ آپ نے شحنۂ حق ص۳۰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ " دیانندی فریبوں کا ایک بڑا نمونہ یہ ہے ۔ کہ اُسنے ہندوؤں کو مسلمانوں سے بدظن کرنے کے لئے اپنی ستیارتھ پرکاش میں سراسر جعلسازی سے جو اسکی رگ رگ میں بھری ہوئی ہے لکھ مارا کہ ہندوؤں کا نام جو آریوں پر اطلاق کیا جاتا ہے ۔ دراصل یہ فارسی لفظ ہے جس کے معنی چور ہیں ۔ مسلمانوں نے تحقیر کے طور سے آریوں کا نام چور رکھا ہے الخ ہم بھی یہی الفاظ ایڈیٹر تشحیذ کے حق میں عاید کر کے حق بحقدار رسید کی تصدیق کرتے ہیں +

میں اسبات کا اقرار کرتا ہوں کہ مضمون زیر بحث تہذیب سے لکھا گیا ہے اور اسپر ہمیں تعجب بھی ہے کہ بروز عمر فضل عمر صاحب نے ایسے نرم مضمون کے چھپنے کی کیسے اجازت دیدی کیونکہ اصل عمر صاحب تو فظاظت و غلظت میں مشہور تھے ۔ چنانچہ صحابہ و اہل بیت نے وقت استخلاف حضرت ابوبکر صاحب بحق عمر صاحب کہا ما انت قائل لربک اذا سالک عن استخلافک عمر علینا و قد تری غلظتہ ۔ کما فی تاریخ الخلفاء و فی صحیح الترمذی والمستدرک للحاکم و فی تاریخ الخمیس للدیار بکری و شرح ابن ابی الحدید (یعنی آپ خدا کو کیا جواب دینگے جب وہ آپ سے عمر صاحب کے ہمپر خلیفہ مقرر کرنے کی نسبت سوال کریگا اور آپ اس کی غلظت کو دیکھتے ہیں ۔ اس کی تصدیق مولوی نور الدین نے بھی کی ہے دیکھو تشحیذ جلد ۷ ص۲۸۲

نمبر۲) چونکہ میاں صاحب بروز ہیں اسی عمر صاحب کے۔ اسلئے ضرور ہے کہ اس غلظت سے انہوں نے بھی حصہ پایا ہو۔ چنانچہ اس کا اثر ان کے برادر مکرم میاں بشیر صاحب سے لاہور میں ظاہر ہوا جب کہ شیل امیر معاویہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے اپنی ام المومنین کے سلام کو گئے لیکن انہوں نے قبول سلام کو انکار کیا پھر اُن کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص محمد امین صاحب جو مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ لنڈن کے بھتیجے ہیں میاں بشیر مذکور سے سڑک پر ملے اور عرض کی کہ آپ ہم لوگوں کا سلام بھی قبول نہیں کرتے رسول خدا تو اپنے چچا سے بھی جو کافر تھا اچھی طرح ملاکرتے تھے اس پر میاں مذکور نے بیچارے امین کی ٹانگ پر زور سے ڈنڈا مارا (اخبار پیغام صلح جلد ۲ نمبر ۱۱۳) جب ایک بھائی کی غلظت طبع کا یہ حال ہے جو بروز عمر ہے اس کی غلظت تو کمال کی ہونی چاہئے کیونکہ ایک تو خود فضل عمر ہیں دوسرے اس باپ کے بیٹے ہیں جن میں مادۂ عمریہ تھا دیکھو توضیح المرام پھر ایسے نرم لہجہ کو پسند کیوں فرمایا گیا ہاں ہاں معلوم ہو گیا آخر وہ جانتے تھے کہ شیعوں سے مقابلہ ہے پہلی غلظت کو تو خنجر اُبو لوء نے دور کیا اگر اب بھی وہی غلظت اس قوم کی تیغ کی تو پھر کوئی شجاع خنجر دلائل سے کام تمام کر دیگا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ منشی خادم صاحب نے حالت علالت میں یہ مضمون لکھا ہے اور مشہور ہے کہ رائے العلیل علیل ہوا کرتی ہے۔ بیمار کی رائے بھی علیل ہوا کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آشوب چشم کی علالت بھی ہے۔ کیونکہ اکثر مقامات پر ادھوری عبارت لکھی گئی ہے اور اس کے بعد کی عبارت نظر سے اوجھل ہو گئی ہے۔ اس لئے ان کے لئے بھی وہی عینک تجویز کی جاتی ہے جو میاں عبدالکریم سیالکوٹی کو اشتہار آئینہ حق نما کے ملاحظہ کے لئے عطا ہوئی تھی۔ دیکھو خلافت راشدہ اور اس کا جواب حجت شاہدہ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب علالت کی وجہ سے ضعیف بھی ہو گئے ہیں یا ہنتی بہ مصداق "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" ضعیف روایات سے شیعہ پر الزام دیا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کا علاج مجہول ہے تبھی مجہول حدیثوں کو پیش کیا ہے۔ الغرض جب میں نے دیکھا کہ اس رسالہ میں حق کو چھپانے اور باطل کو فروغ دینے کے لئے مرزائیوں نے تمام کوشش صرف کر دی ہے تو محض احقاق حق کے لئے میں نے قلم اٹھایا۔ ومن اللہ التوفیق فنعم الرفیق والشفیق

سوال منجانب شیعہ اثنا عشری۔ اگر کتب شیعہ سے امام غائب یعنی بارھویں امام محمد بن الحسن العسکری کی وفات ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا صاحب کو امام آخرالزمان مانکر بیعت کو تیار ہوں۔

شیعہ۔ یہ کسی شیعہ کے سوال کی عبارت ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کونسا شیعہ ہے جو حضرت محمد بن الحسن العسکری علیہما السلام کو امام مانتا ہوا اُن کے نام کے ساتھ حضرت نہ لکھے اور مرزا صاحب کو حضرت لکھے جس کو وہ ابھی امام نہیں مانتا بلکہ بلحاظ شیعہ ہونے کے اس کے ایمان میں بھی اسے کلام ہے فافہم

وقفہ دوم۔ یہ سوال مہمل ہے۔ کیونکہ کسی کی وفات سے کسی کی امامت ثابت نہیں ہوتی۔ سوم اگر کوئی شیعہ سوال کرتا تو وہ یہ ہوتا کہ آپ مرزا صاحب کا ایمان ثابت کریں۔ اور جو علامات کتب شیعہ میں امام مہدی علیہ السلام کی درج ہیں ان سے مرزا صاحب کی مہدویت ثابت کریں تو میں اُن کے ماننے کو تیار ہوں۔ خیر یہ سوال جو خود مضمون نویس نے یا ان کے نامہ نگار نے لکھا ہے لیکن وہ کسی شیعہ کا سوال نہیں۔ اب اس سوال کا جواب سُنئے۔

جواب منجانب احمدی (۱) نوع انسان میں ایک بشر جس کو پیدا ہوئے ۱۰۰۰ برس ہو چکے اور جو کہ ہزار برس سے غائب ہے ان کی وفات سے پہلے تو اس کی حیات ثابت کرنا ضروری ہے بالفرض اگر اس کی وفات کا کسی کو علم نہ ہو تو اس عدم علم کو عدم وقوع وفات کہاں مستلزم ہے

شیعہ۔ یہ سوال کا جواب نہیں۔ ناظرین سوال کو پھر پڑھیں۔ اس جواب کا جواب تو خود اسی جواب سے نکلتا ہے حضور جیسے عدم علم کو بقول آپ کے عدم وقوع وفات مستلزم نہیں ویسے ہی عدم علم کو عدم حیات بھی تو مستلزم نہیں۔ مشہور ہے عدم الوجدان لا یدل علی عدم الوجود

۲۔ رسالۂ اعتقادیہ۔ اکمال الدین اور کشف الغمہ سے چند اقوال لکھ کر فرماتے ہیں کہ جو امام حاضر فی الامصار اور جنس اشہر اور شہود فی المشرق والمغرب اور پورے ساز و سامان وامیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندہ ہے اسکو غائب کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ میں تو ضرور پوچھونگا کہ اگر امام فوت نہیں ہو چکے تو اس تمام شہرت کے مقابلہ میں غیبت کلی کا اثر کیوں عالمگیر ہے۔

شیعہ۔ جیسے خداوند عالم صاحب الغیبت ہے لیکن اس کی غیبت دوسرے طور پر اس کا ظہور ہے ویسے ہی صاحب الزمان صاحب الغیبۃ ہے لیکن اُن کی غیبت بھی ان کا ظہور ہے بطور آخر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے خدا قابل رویت بالابصار نہیں ویسے ہی امام زمان بھی ہے بلکہ امام زمان حاضر فی الامصار ہے بجسدہ العنصری جو قابل رویت ہے لیکن لوگ ان کو پہچانتے نہیں۔ اس کی مثال بلا تشبیہ ایسی ہے۔ جیسے شہنشاہ ہند ۱۹۱۱ء میں دربار تاجپوشی کے وقت شاہانہ شان و شوکت سے وارد دہلی ہوئے لیکن داخلہ کے وقت ان کو کوئی بھی نہ پہچان سکا۔ حالانکہ سب کے سامنے سے گذرے۔ آپ سی عقل کے پتلے اس وقت کہہ سکتے تھے کہ اگر شہنشاہ معظم (نصیب اعداء) مرے نہیں تو غیبت ان پر کیوں طاری ہے پس جو فتویٰ اہل دانش و بینش ایسے عقلمند پر لگاتے اسی کے معترض صاحب بھی سزاوار ہیں۔ دیکھئے قرآن شریف میں بھی دو آیتیں ایسی ملتی ہیں جن سے ایک وقت رسول اللہ صلعم کا حاضر ہو کر غائب عن انظار الکفار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجابا مستورا۔

(اور جب تو پڑھتا ہے قرآن کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور ان لوگوں کے جو نہیں مانتے پچھلا جینا ایک پردہ
ڈھانکا۔ ترجمہ نذیر احمد)

تفسیر کبیر رازی جلد ۵ صفحہ ۵۹۰ میں اس آیت کے ذیل میں ابن عباس سے منقول ہے ان ابا سفیان
والنضر بن الحارث وابا جہل وغیرھم کانوا یجالسون النبی صلعم ویستمعون الی حدیثہ فقال النضر یوماً ما
ادری ما یقول محمد غیر انی اری شفتیہ تتحرک بشیء قال ابو سفیان انی لا اری بعض ما یقول حقا و
قال ابو جہل ھو مجنون وقال ابو لہب ھو کاھن وقال حویطب ابن عبد العزی ھو شاعر فنزلت
ھذہ لآیۃ وکان رسول اللہ صلعم اذا اراد تلاوۃ القرآن قرء قبلہا ثلاث ایات وھی قولہ فی
سورۃ الکہف انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اذانہم وقرا وفی النحل اولٰئک الذین طبع اللہ
علی قلوبہم وفی حم الجاثیہ افرایت من اتخذ الہہ ھواہ الی اخر الآیۃ فکان اللہ یحجبہ ببرکات ھذہ
الآیات عن عیون المشرکین وھو المراد من قولہ تعالیٰ جعلنا بینک وبین الذین لا یومنون بالآخرۃ
حجابا مستورا خلاصہ یہ ہے کہ ابو سفیان۔ نضر و ابو جہل وغیرہ حضرت کے پاس بیٹھتے۔ نضر نے ایک دن
کہا کہ میں نہیں جانتا محمد کیا کہتا ہے۔ میں تو صرف اسکے ہونٹوں کو ہلتا ہوا دیکھتا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا کہ
میں اسکے بعض اقوال کو حق نہیں جانتا۔ ابو جہل نے کہا کہ یہ مجنون ہے۔ ابو لہب نے کہا کاہن ہے حویطب نے
کہا شاعر ہے تو یہ آیت نازل ہوئی پس حضرت جس وقت تلاوۃ قرآن کا ارادہ کرتے۔ تو مندرجہ بالا آیات کو
پڑھتے تو خدا ان آیات کی برکت سے آپ کو مشرکوں کی آنکھوں سے محجوب و مستور و پوشیدہ کرتا اور یہی مراد
ہے آیت وجعلنا بینک الخ سے۔ کعب کہتا ہے کہ میں نے یہی آیات ایک شامی کو سکھلائیں۔ اس کو روم میں قید
کرکے لے گئے وہ بھاگا وہ اس کے پیچھے گئے اس نے یہ آیات پڑھیں۔ تو انہوں نے اسے نہ دیکھا۔ کلبی کہتا ہے۔
رَے کے رہنے والے کو یہ خبر سنائی۔ وہ بھی اتفاقاً دیلمان میں قیدی بنایا گیا لیکن وہاں سے بھاگا۔ تو
پھر وہ اس کے پیچھے آئے یہاں تک کہ اس سے ملحق ہوئے اور ان کے کپڑے اس کے کپڑے سے چھوتے اسنے
یہی آیات تلاوت کیں تو انہوں نے اسے نہ دیکھا۔ اس آیت کی تفسیر میں زجاج وجبائی کا بھی یہی مذہب
ہے۔ تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۸۶ میں چار روائتیں ایسی درج ہیں جن سے یہی مضمون ثابت ہوتا ہے
بخوف طوالت صرف پہلی روایت کو لکھتا ہوں جس کی راویہ بنت ابو بکر صاحب ہیں۔ اور اس کو اخراج
کیا ہے۔ ابو یعلی و ابن ابی حاتم نے اور ابن مردویہ۔ ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اس کی صحت کا حکم دیا ہے
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آیت تبت یدا نازل ہوئی تو ام جمیل آئی۔ رسول اللہ تشریف فرما تھے اور انکے
پاس حضرت ابو بکر صاحب بھی تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ آئی ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ آپ کو نہ

دیکھ لے حضرت نے فرمایا مجھے ہرگز نہ دیکھے گی پس وہ آئی یہاں تک کہ ابوبکر کے سر پکڑی ہوئی لیکن نبی کریم کو نہ دیکھ سکی۔ ابوبکر سے کہنے لگی مجھے خبر ملی ہے کہ تیرے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں پس وہ چلی گئی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اللہ نے اس کے اور میرے درمیان حجاب کر دیا اور اس روایت کو رازی نے بھی تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۹۷ میں لکھا ہے۔

رازی نے اُس کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ حجاب وہ تھا جسکو اللہ مشرکوں کی آنکھوں میں پیدا کرتا تھا جو ان کو نبی کی رویت سے مانع ہوتا تھا پھر کہتا ہے کہ اسی سے ہمارے اصحاب نے احتجاج کیا ہے اپنے اس قول کی صحت پر کہ جائز ہے کہ آنکھ بھی درست ہو۔ اور مرئی بھی حاضر ہو اور پھر وہ انسان دکھائی نہ دے اسلئے کہ خدا نے اُس کی آنکھوں میں مانع پیدا کیا جو اسے رویت سے روکتا ہے صفحہ ۵۹۸

دوسری آیت اسی مضمون کے متعلق پ ۲۲ ع ۱۸ میں ہے وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون (اور بنا دی ہمنے کافروں کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار اور پھر اوپر سے ڈھانک دیا۔ سو ان کو نہیں سوجھتا۔ ترجمہ نذیر احمد)

تعجب ہے کہ منشی جی تو ایک امام غائب کی غیبت پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ان کی مسلمہ کتابوں سے ۳۵۶ کی غیبت کا ثبوت ملتا ہے منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ میں جن سے روایت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے خلق میں ۳۰۰ قلوب پیدا کئے ہیں قلب آدم پر اور ۴۰ قلب موسیٰ پر اور ۷ قلب ابراہیم پر اور ۵ قلب جبرائیل پر اور ۳ قلب میکائیل پر اور ایک قلب اسرافیل پر۔ جب ایک مرجاتا ہے تو اس کی جگہ تین سے ایک کو ملتی ہے۔ اور جب تین میں سے ایک مرجائے تو اس کی جگہ ۵ میں سے پر کی جاتی ہے۔ جب ۵ میں سے کوئی مرتا ہے تو ۷ میں سے اس کی جگہ پر کی جاتی ہے اور جب ۷ میں سے کوئی مرجائے تو اس کی جگہ ۴۰ والوں میں سے۔ اور ۴۰ میں سے ایک کے مرنے پر اس کی جگہ ۳۰۰ والوں میں سے پُر کی جاتی ہے اور جب ۳۰۰ میں سے کوئی مرجائے تو اس کی جگہ عامہ میں سے پُر کی جاتی ہے اُن سے ہی بارش ہوتی ہے اور اناج اُگتا ہے اور بلا دفع ہوتی ہے ان کی تعداد ۳۵۶ ہے اور اُن کو رجال الغیب کہتے ہیں۔
دیکھو جواب نمبر ۱۴ (۱۲) کتاب ہذا

۲۔ خود شیعہ کے کئی فرقے جو بعض تو اماموں اور بعض امام زادوں کی طرف منسوب ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے اماموں کو غائب و قائم مانتے اور بعض صدہا برس اس عقیدہ پر قائم رہے ہیں۔ اگر یہ فرقے اثنا عشریوں سے اسی طرح دریافت کریں کہ ہمارے امام غائب کی وفات ثابت کر دو تو ہم تمہارے امام کو مان لینگے پس جو جواب اثنا عشری ان کو دینگے وہی ہماری طرف سے بھی سمجھنا چاہئے +

شیعہ۔ ان فرقوں کے نام منشی صاحب نے یہ لکھے ہیں کیسانیہ۔ مغیریہ۔ ناروتیہ۔ اسماعیلیہ۔ مبارکیہ۔ قطعیہ
محمدیہ۔ عسکریہ۔ ان میں سے فرقہ عسکریہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو غائب مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ ان کو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ امام ۲۶۰ھ میں فوت ہو چکے ہیں۔ دیکھو ابن خلکان ج ۱ صفحہ ۱۴۷ و عسل مصفےٰ صفحہ ۴۸۰ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۷۷۔ اور فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا اور ان کی قبر منور شہر سامرہ میں اب تک موجود ہے اور ہزارہا زائرین زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں۔

محمدیہ۔ حضرت محمد بن علی نقی کو مہدی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ ان کے جواب میں ہم یہ کہینگے کہ یہ بزرگوار اپنے باپ امام علی نقیؑ کی حیات میں وفات پاگئے اور شہر سامرہ سے قریب ۸ میل کے فاصلہ پر ان کی قبر موجود ہے۔ عسل مصفےٰ صفحہ ۴۸۶۔ اور یہ خاکسار بھی سامرہ جانے کے وقت زیارت سے مشرف ہوا۔ اور وہاں نماز بھی پڑھی ہے۔

واقفیہ۔ حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیہ السلام کو قائم و مہدی موعود مانتے ہیں لیکن یہ بزرگوار بھی اس دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں۔ دیکھو ابن خلکان و عسل مصفےٰ صفحہ ۴۸۶۔ ان کی مرقد منور کاظمین ضلع بغداد میں اب تک موجود ہے اور زائرین زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

مبارکیہ۔ محمد بن اسماعیل بن امام صادق کو امام مہدی و پیغمبر مانتے ہیں۔ اور ان کا اعتقاد ہے کہ یہ آخری زمانے میں خروج کرینگے۔ اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کرکے تازہ شریعت قائم کرینگے۔ صاحب عسل مصفےٰ صفحہ ۴۸۶ میں بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۱ لکھتے ہیں کہ یہ خیال بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔
زبدۃ المحدثین مجلسیؒ مراۃ العقول جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ میں لکھتے ہیں کہ ان کو قرامطہ بھی کہتے ہیں یہ اکثر محرمات کو حلال جانتے ہیں۔ اور صلوٰۃ سے طاعت امام اور زکوٰۃ سے اداء الخمس الی الامام اور صوم سے اخفاء اسرار اور زنا سے افشاء اسرار مراد لیتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ ہمنے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ یہ محمد بن اسماعیل کی حیات کے قائل ہوں۔ اور کشف الحقائق صفحہ ۱۰۵ میں ہے کہ یہ فرقہ انہیں دنوں میں منقرض ہو گیا۔

ناروتیہ۔ منکر وفات حضرت صادق ہو کر انہی کو مہدی موعود مانتے ہیں لیکن اس بزرگوار نے بھی سنہ ۱۴۸ ہجری میں منصور کے زہر سے انتقال فرمایا۔ اور انہوں نے مہدی ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ عسل مصفےٰ صفحہ ۴۸۵۔ اور تاریخ مروج الذہب میں ہے کہ دس سال خلافت منصور سے گذرے تھے کہ حضرت صادق نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ اور بقیع مدینہ میں دفن ہیں۔ اور اس مقام پر ایک کتبہ کندہ ہے جس پر ان بزرگواروں کے نام ہیں جو وہاں دفن ہیں۔ ان میں جعفر بن محمد علیہما السلام بھی لکھا ہے کشف الحقائق صفحہ ۲۹۷ ÷

اسماعیلیہ۔ اسماعیل بن امام صادق کی وفات کے منکر اور ان کو امام حی و مہدی قائم جانتے ہیں لیکن اس بزرگوار نے خود یہ دعوےٰ نہیں کیا۔ علاوہ بریں انہوں نے اپنے باپ کی حیات میں کوئی بیس سال آپ سے پہلے قضا کی۔ ان کا انتقال مدینہ سے باہر چار میل کے فاصلے پر مقام عریض میں ہوا چنانچہ وہاں سے ان کا جنازہ شہر میں لایا گیا حضرت صادق بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔ اور آپ راہ میں بار بار تابوت کو کندھا دیتے اور کبھی کبھی نیچے اترواکر منہ کھولتے خود بھی دیکھتے اور اوروں کو بھی دکھاتے اس سے یہ مقصود تھا کہ کسی کو ان کے مرنے میں شک و شبہ باقی نہ رہے لاجرم امامت کا خیال بھی رفع ہو جائے۔ کشف الحقائق صفحہ ۱۰۵ یہ بزرگوار قبرستان بقیع میں مدفون ہیں فصل الخطاب خواجہ پارسا ینابیع صفحہ ۳۲۱ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت صادق کے بعد یہی امام ہونگے۔ مگر حضرت نے یہ کہکر اس شبہ کو دفع کیا کہ امامت مخصوص بہ امام موسےٰ کاظم سے ہے۔ صفحہ ۵۰۰ جو ان کی حیات کے قائل تھے ان میں سے ایک فرقہ ان کی حیات کا منکر ہو گیا جن کو مبارکیہ کہتے ہیں

مغیرہ۔ بعد حضرت باقر محمد بن عبداللہ بن الحسن کو مہدی مانتے ہیں لیکن انہوں نے خود کوئی دعوےٰ نہیں کیا۔ ملل صفحہ ۴۸۵۔ اور نہ کسی امام نے ان کی غیبت کی تصدیق کی۔

کیسانیہ۔ محمد بن حنفیہ کو زندہ اور غائب مانتے ہیں لیکن یہ ۸۱ھ ہجری میں بعہد عبدالملک بن مروان انتقال فرما گئے۔ اور تاریخی طور سے بھی اُن کی وفات کا ثبوت ملتا ہے اور انہوں نے خود دعوےٰ امامت و مہدویت نہیں کیا۔ ملل صفحہ ۴۶۴-۴۸۵ اور نہ کسی امام معصوم سے ان کی غیبت کا ثبوت ملتا ہے۔

منشی صاحب! ہم نے آپ ہی کی کتابوں سے ان فرقوں کے اماموں کی وفات ثابت کر دی۔ اگر آپ بھی اسی طرح ہماری کتابوں سے یا کسی معتبر تاریخ سے ہمارے امام کی وفات ثابت کر دیں اور ان کی قبر کا بھی پتہ بتلاویں تو البتہ شیعوں پر صورت الزام قائم ہو سکتی ہے۔

ہم نے مذکورہ بالا فرقوں کو ان کے اماموں کی وفات کا قائل کر دیا۔ تب ہی وہ تھوڑے ہی دن رہے اور آخر ہم میں جذب ہو گئے۔ اب صرف ایک اسماعیلیہ فرقہ ہے ان میں بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے اور بمبئی میں اکثر اسماعیلی اپنے پرانے اعتقاد سے تائب ہو کر ہم میں آملے ہیں۔ اور اُن کی مسجدیں بھی بمبئی میں موجود ہیں۔ علاوہ بریں زنگبار، کچھ وغیرہ میں بھی اسماعیلی اثنا عشری ہوتے جاتے ہیں۔ اور جو اسماعیلی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ اُن میں اتنی بھی جرأت نہیں کہ اپنے عقائد کی علانیہ تبلیغ کریں۔ چہ جائیکہ ہم سے مباحثہ کریں +

احمدی۔ ۴۔ بحار کی کچھ عبارت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ پس اس وقت بعض شیعوں کا رجوع بطرف جعفر اور بعض قائلین کا منکرین و متحیرین پر جو خود امام کے والد بزرگوار کے مخلص شیعوں سے تھے اپنے

امام غائب کے وجود مسعود کو ثابت نہ کر سکنا امام کی وفات تو در کنار کیا سرے سے امام کی ولادت ہی کو ظنی نہیں بنا دیتا۔ جب ولادت امام مظنون ہے تو حیات بوجہ اولیٰ مظنون ٹھیری۔

شیعہ۔ بحار ترجمہ فارسی جلد ۱۳ صفحہ ۹۰ سے یہ عبارت نقل کی ہے پس در ہماں سال (۲۶۰ھ ہجری) آں حضرت (حسن عسکری) وفات فرمودند شیعہ و یاران وے متفرق گردیدند پس پارۂ ایشاں خود شان را بجعفر منسوب کردند و پارۂ بہ شک و ریب افتادند و پارۂ دیگر در حیرت ماندند الخ اس عبارت میں لفظ مخلص کہیں نہیں ہے جس کا ترجمہ منشی صاحب نے مخلص شیعوں میں سے تھے کیا ہے اور نہ اس میں یہ لکھا ہے۔ کہ قائلین منکرین و متحیرین پر امام کے وجود کو ثابت نہ کر سکے۔ دیکھئے قرآن پاک میں خدا منافقوں کے بارے میں فرماتا ہے وارتابت قلوبہم فہم فی ریبہم یترددون پ ۱۰ ع ۱۳ (اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک میں ہی بھٹکتے ہیں) کیا اس آیت کو دیکھ کر بھی آپ یہی کہینگے۔ کہ اسلام ان منافقوں پر رسالت اور فرضیت جہاد کو ثابت نہ کر سکا۔ اور اس لئے وجود صداقت اسلام مظنون ہے۔ جو عبارت آپ نے بحار سے نقل کی ہے اسی کی ہمرنگ ہم بھی سیرۃ مسیح موعود مصنفہ مولوی عبد الکریم صاحب سے نقل کرتے ہیں "مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ تمام عرب حضرت رسول کریم کی وفات کے بعد مرتد اور بے دین ہو گیا ..... ایسا زلزلہ پڑا اور ایسی جنبش آئی۔ کہ بڑے بڑے مخلص اور زبردست صحابی بھی آں حضرت کی وفات کے بعد حیران ہو گئے الخ اسکے بعد خلافت ابو بکرؓ کا ذکر کرتے ہیں لیکن ہم بھی وہی اعتراض کرتے ہیں جو منشی جی نے کیا۔ اول تو کہتے ہیں کہ اس سے صحابہ کی تعریف اڑ گئی۔ کیونکہ جب یہی حضرت کی وفات کے بعد حیران ہو گئے اور بڑے بڑے مخلصوں کی تقلیں بجاتی رہیں تو اسلام کا خدا حافظ۔ دوم۔ ان مرتدین اور مانعین زکوٰۃ پر خلیفہ جی کا اپنی خلافت کو ثابت نہ کرنا کیا خلیفہ جی کی خلافت کو مصنوعی نہیں ٹھہراتا۔

اب سنئے ولادت امام مظنون ہے یا یقینی شیخ سلیمان القندوزی الحنفی النقشبندی ینابیع المودۃ کے صفحہ ۴۵۳ میں لکھتے ہیں ان ولادۃ القائم علیہ السلام کانت لیلۃ الخامس عشر من شعبان سنۃ خمس وخمسین ومائتین فی بلدۃ سامرہ الخ یعنی امام قائم علیہ السلام ۲۵۵ھ ۱۵ شعبان کی رات کو متولد ہوئے۔

براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ ابن حجر کے صفحہ ۱۴۴ میں لکھا ہے (امام حسن عسکری) ہیچ فرزند نداشت غیر ابو القاسم محمد حجت کہ در وقت وفات پدرش پنجسالہ بود۔ لیکن دراں سن خدا تعالےٰ حکمت بوے ارزانی داشت و اورا قائم و منتظر نیز گویند بعضے گویند بواسطہ آنکہ دراں شہر غائب شد و کس ندانست کہ کجا رفت الخ یعنی امام حسن عسکری کا صرف ایک فرزند حضرت ابو القاسم حجت رہا۔ جو ان کی وفات پر پانچسال کے تھے

اور خدا نے اسی عمر میں ان کو حکمت دی تھی۔ اُن کو قائم و منتظر بھی کہتے ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ اس شہر میں غائب ہو گئے۔ اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گئے۔ اب ہم اس کتاب سے ولادت امام علیہ السلام ثابت کرتے ہیں جس کے مصنف کو آپ کے خلیفہ نور الدین صاحب نے امام مانا ہے۔ دیکھو دیباجہ کتاب نور الدین صفحہ ۹ اعنی فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا ومن ائمۃ اهل البیت الطیبین ابو محمد الحسن العسکری ... ولم یخلف ولدا غیر ابی القاسم محمد المنتظر المسمی بالقائم والحجۃ والمهدی وصاحب الزمان وخاتم الائمۃ الاثنا عشر عند الامامیہ وکان مولد المنتظر لیلۃ النصف من شعبان سنۃ خمس وخمسین ومائتین امہ ام ولد یقال لھا نرجس توفی ابوہ وھو ابن خمس سنین فاختفی الی الآن یعنی ائمہ اثنا عشر سے حضرت ابو محمد حسن عسکری ہیں۔ اُنہوں نے کوئی بیٹا نہ چھوڑا سوائے ابو القاسم محمد منتظر کے جن کو امامیہ قائم۔ حجۃ۔ مہدی صاحب الزمان اور خاتم ائمہ اثنا عشر کہتے ہیں۔ اس منتظر کی ولادت شب پانزدہم شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی۔ اور اُن کی والدہ کا نام نرجس تھا۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال پر پانچ سال کے تھے اور غائب ہیں اب تک۔ دیکھئے خواجہ صاحب کے قول سے نہ صرف ولادت ہی ثابت ہوئی بلکہ غیبت بھی۔ اسی طرح شیخ الاسلام احمد جامی النافقی شیخ عطار نیشاپوری شمس الدین تبریزی۔ جلال الدین رومی۔ سید نعمت اللہ ولی۔ سید السمنی وغیرہ سب آپ کی ولادت کے قائل ہیں۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۳

ابن عربی (جسکو حکیم نور الدین نے دیباجہ کتاب نور الدین صفہ میں برگزیدہ اور امام مانا ہے اور اُن کی کتاب کو آثار باقیہ سے شمار کیا ہے اور مرزا صاحب نے ازالہ وغیرہ میں اس سے مسائل اخذ کئے ہیں) اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں واعلموا انہ لابد من خروج المهدی لکن لا یخرج حتی یملأ الارض ظلما وجورا فیملاھا قسطاً وعدلاً ولو لم یکن فی الدنیا الا یوم واحد طول اللہ ذالک الیوم حتی یلی ھذا الخلیفہ فہو من عترۃ رسول اللہ من ولد فاطمہ وجدہ الحسین ابن علی ابن ابی طالب ووالدہ العسکری ابن امام علی النقی ابن الامام محمد تقی ابن الامام علی بن موسیٰ الرضا ابن الامام موسیٰ بن جعفر ابن الامام محمد الباقر ابن امام زین العابدین بن الامام حسین بن الامام علی ابن ابی طالب ترجمہ حضرت مہدی کا خروج ضرور ہوگا لیکن آپ خروج نہیں کرینگے جب تک کہ زمین ظلم و جور سے نہ بھرے۔ آپ خروج کر کے اسے عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ اور اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ اس کو لمبا کریگا۔ یہاں تک کہ آپ ظاہر ہوں آپ عترۃ رسول اللہ اور ولد فاطمہ سے ہیں۔ آپ کا جد حضرت حسین بن علی ہے اور والد ماجد حضرت امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقی ابن امام رضا ابن امام موسےٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین امام حسین ابن امام علی ابن حضرت ابی طالب علیہم السلام ہیں۔

علاوہ بریں حقیر نے خود حکیم نورالدین صاحب کا ایک دستخطی خط بنام حکیم قمرالدین صاحب اثنا عشری سابق احمدی ساکن گوجرانوالہ (جن کا افسوس ہے کہ حال ہی میں انتقال ہوگیا ہے۔ خدا ان کو مغفرت کرے) شہر فیروزپور میں دیکھا جس میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد حضرت حجۃ کو امام تسلیم کیا ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ نہ صرف اس امام کی ولادت ہی کے قائل تھے بلکہ امامت کے بھی۔ خیر ان کو بھی درکنار رکھئے۔ آپ کے مرشد نے ازالۂ اوہام میں اور آپ نے اسی مضمون کے ص۳۷ میں اس بزرگ کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ پس پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ولادت ہی مظنون ہے۔ اور اسلئے اس فاسد دلیل پر عدم حیات کو متفرع کرنا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

احمدی۔ ۵۔ عام شیعہ تو درکنار خود آل ابوطالب کی ایک جماعت جو مدینہ میں رہتی تھی امام کی ولادت کی منکر ہے۔ پھر صافی کتاب الحجۃ جزو ۳ باب مولد صاحب الزمان حدیث ۷ کا ترجمہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ اس جگہ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ لوگوں کو امام غائب کی ولادت کا قائل و مقر بنانے میں سیم وزر کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

شیعہ۔ اول تو یہ حدیث ہی مجہول ہے دیکھو مراۃ العقول جلد ا صفحہ ۴۲۹ دوم۔ یہ ساری جماعت منکر نہیں ہوئی۔ بلکہ جمیعے از ایشاں برگشتند از مذہب امامیہ پس وارد شد آں وظائف بر ہر کہ باقی ماند از ایشاں بر مذہب حق۔ سوم۔ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ولادت امام کے قائل بنانے کے لئے سیم وزر استعمال ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ وظائف ولادت امام سے پہلے بھی دئے جاتے تھے۔ ہم الزاماً کہہ سکتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دو سو یا تین سو کا وظیفہ مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی حیات میں ملا کرتا تھا لیکن جب سے انہوں نے آپ کی خلافت کا انکار کیا ہے وہ وظیفہ بند ہوگیا۔ اور جو قادیان میں آپ کے طریقہ پر باقی ہیں ان کو وظائف ملتے ہیں۔ آپ کے نتیجہ کی رو سے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ احمدی لوگوں کو اپنے مہدی کی امامت و گدی نشینی قادیان کے مقر بنانے کے لئے سیم وزر کا استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آپ حضرات لوگوں کو پھنسانے کے لئے سیم وزر کا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ایک ہندو پنڈت قادیان میں آیا تو مرزا صاحب نے اس کو ایک رقم کثیر دی۔ اور اسی سال میں حیدرآبادی عیسائی فاضل سے جو سلوک کیا گیا ہے وہ خود ہم نے احمدیوں کی زبان سے سُنا۔ اس عیسائی کو لاہور میں بھی ایک پُر تکلف دعوت دی گئی۔ اگر آپ ان امور سے انکار کریں تو ہم خود احمدیوں کی تحریری و حلفی شہادات پیش کر سکتے ہیں جس سے ہم بھی وہی نتیجہ نکالتے ہیں جو آپ نے نکالا یعنی احمدی لوگوں کو اپنے مہدی کی مہدویت کا قائل بنانے میں سیم وزر استعمال کرتے ہیں بلکہ . . . . . دینے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔

احمدی ۔۶۔ پھر آلِ ابوطالب بجائے خود امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بھی منکرِ ولادت ہے۔ دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۲۹

شیعہ۔ حضرت جعفر بعد میں اس عقیدے سے تائب ہو گئے۔ چنانچہ توقیع شریف میں امام زمان علیہ السلام نے فرمایا ہے واما سبیل عمی جعفر وولدہٖ فسبیل اخوۃ یوسف علیہ السلام (بحار الانوار جلد ۱۱۔ تاریخ امام علی نقیؑ۔ باب احوال جعفر وسائر اولادہ احتجاج الائمہ و کافی) یعنی میرے عم جعفر اور اس کی اولاد کا طریقہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح ہے جس طرح یوسف کے بھائیوں کی خطا بخشی گئی ویسے ہی جعفر اور اس کی اولاد کی بھی بخشی گئی ⁘

احمدی ۔۷۔ منکرینِ ولادت کی تائید میں کئی اور قرائن بھی ہیں۔ مثلاً کتب معتبرہ شیعہ میں لکھا ہے کہ امام غائب کی والدہ ماجدہ جس کا نام نرجس خاتون تھا۔ ایک قیصر روم کے فرزند یشوعا نام کی صاحبزادی تھیں۔ اور اُن کی والدہ کا سلسلہ شمعون وصی عیسےٰ تک منتہی ہوتا ہے ...... جب تک محققین شیعہ اس زمانہ کے ہمعصر قیاصرہ روم سے یشوعا کے باپ قیصر کا پتہ نہ بتائیں یا اس واقعہ کو تاریخ قیاصرہ روم یا تاریخ کلیسیا یا کسی ہمعصر مؤرخ اسلامی کی کتاب سے ثابت نہ کریں۔ بارِ ثبوت ولادت ان کے ذمہ ہے ⁘

شیعہ۔ میں اس سوال کے جواب میں وہی کہتا ہوں جو آپ کے مرشد نے سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۷ میں آریوں کے اس سوال کے جواب میں کہ شق القمر کا ذکر ممالک غیر اور اقوام غیر کی تاریخ میں ضرور ہونا چاہئے لکھا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے اسی قول سے ملزم ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ جس حالت میں چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا دعوےٰ زور شور سے ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ خاص قرآن شریف میں مخالفوں کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا اور اعراض کر کے کہا کہ یہ پکا جادو ہے اور پھر یہ دعوےٰ نہ صرف عرب میں بلکہ اسی زمانہ میں تمام ممالک روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دور دراز ممالک میں پھیل گیا تھا۔ تو اس صورت میں یہ بات کچھ تعجب کا محل نہ تھا کہ مختلف قومیں جو مخالف اسلام تھیں وہ دم بخود اور خاموش رہتیں اور بوجہ عناد و بغض و حسد شق القمر کی گواہی دینے سے زبان بند رکھتیں۔ الخ ⁘

۲۔ حضرت قائمؑ کی ولادت کا ثبوت تو ہم پہلے دے چکے ہیں اور اسی کے دوران میں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بھی مذکور ہوا ہے۔ اگر یہ مخدرہ کسی قیصر کے خاندان سے نہیں ہیں تو آپ کسی کتاب سے اُن کا شجرہ بیان کر دیجئے ⁘

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ بی بی شہربانو حضرت عمرؓ کے عہد میں آئیں اور ان کا ذکر تاریخوں میں ہے لیکن

والدہ امام غائب کا ذکر کیوں نہیں۔ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا عمر صاحب کے عہد میں نہیں آئیں بلکہ حضرت علی کے عہد میں ۳۰ تا ۳۱ھ دیکھو روضۃ الصفا جلد سوم ص۹ مطبوعہ نولکشور، جامع التواریخ ص۱۴۹ مطبوعہ نولکشور، کشف الغمہ مطبوعہ ایران ص۲۰۱ اعلام الوریٰ برحاشیہ اخبار ماتم ص۲۵۲ عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی ص۱ ان کا ذکر بھی مسلمانوں ہی کی کتابوں میں درج ہے۔

حضرت نرجس کا واقعہ قیاصرہ کی تاریخ میں تو درج ہو ہی نہیں سکتا تھا جیسے کہ شہر بانو کا واقعہ یزدجرد کی تاریخ میں نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ اُن کی ناموس کے متعلق تھا۔ اور اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے اس کو نہ لکھا ہو۔ ہاں جس طرح شہر بانو کا قصہ مسلمانوں کی تاریخ میں ہے ویسے ہی بی بی نرجس کا قصہ شیعوں کی تاریخوں میں ہے اور امام کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی نے در المنظوم میں لکھا ہے واما امہ فاسمہا نرجس وھی من اولاد الحواریین یعنی نرجس والدۂ امام زمان اولاد حواریین سے ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴۵)

حضرت نرجس رضی اللہ عنہا حضرت علی نقی علیہ السلام کے عہد میں آئیں اور آپ کا زمانہ امامت ۲۲۰ھ سے ۲۵۴ھ ہجری تک رہا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ۲۳۲ھ میں متولد ہوئے۔ تو حضرت نرجس کے آنے کا زمانہ غالباً ۲۴۰ھ سے ۲۴۵ھ تک ہوگا۔ اور یہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا جس کا عہد حکومت ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک رہا۔ اسکے زمانہ میں قیصر روم نے اسکے ملک پر حملہ کیا (تاریخ الخلفا صفحہ ۳۵۴) حضرت نرجس خاتون کے واقعہ میں لکھا ہے کہ امام یازدہم نے اسے رویا میں کہا کہ فلاں دن قیصر مسلمانوں پر ایک لشکر بھیجے گا۔ تو کنیزوں اور خدمتگاروں میں ملکر اس حیثیت سے کہ پہچانی نہ جائے۔ اس لشکر کے پیچھے روانہ ہو (نجم الثاقب ص۱۱) غالباً اسی جنگ میں یہ خاتون مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوئی۔ لیکن یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ قیصر کی لڑکی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے رویا کے مطابق امام نقیؑ کے وکیل کے ہاتھ فروخت ہوئی۔ اور چونکہ یہ عام قیدیوں میں تھی۔ اس لئے اس امر کی شہرت نہ ہوئی۔ اور نہ یہ منظور خدا تھا کہ مخالفین کو اس بات کا علم ہو۔ کیونکہ متوکل ملعون ناصبی اور دشمن اہل بیت تھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵۵) اس کی عداوت اسی سے عیاں ہے کہ اس نے امام حسینؑ کے روضہ مبارکہ کو گرانے اور اُس پر ہل چلانے کا حکم دیا۔ اور لوگوں کو زیارت سے منع کیا (تاریخ الخلفا صفحہ ۳۵۳) اسکے عہد میں سادات کا کہیں ٹھکانا نہ تھا۔ (سلسلہ تاریخ عالم جلد ا صفحہ ۱۵) پس ایسے ظالم، سفاک اور دشمن اہل بیت کے زمانہ میں اگر اسرار کا انکشاف بھی ہو جاتا تو کیا ممکن تھا کہ اسکے مؤرخ اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کرنے کا حوصلہ کرتے جس نے احمد حنبل کو معتزلہ کے برخلاف وعظ کہنے کے لئے تازیانوں سے پٹوا کر مروا دیا کیا اسکے منحوس عہد میں کسی کو یہ جرأت ہو سکتی تھی۔ کہ اہل بیت کی نسبت ایک لفظ بھی لکھتا اب رہے شیعہ مؤرخ و محدث۔ سو الحمد للہ اس زمانہ کے محدثوں نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ

شیخ ثقہ جلیل ابو محمد فضل بن شاذان نے جنہوں نے حضرت امام عصر کی ولادت کے بعد اور حضرت حسن عسکری کی وفات سے قبل انتقال فرمایا۔ اس واقعہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور علاوہ ان کے حضرت صدوق نے اکمال صفحہ ۲۳۳ میں اور شیخ طبری نے دلائل میں اور شیخ محمد بن ہبتہ اللہ طرابلسی اور شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتب غیبت میں اس واقعہ کو اسانید معتبرہ سے درج کیا ہے۔ نجم الثاقب ص۳ پس ایسے واقعہ صحیحہ سے انکار کرنا سفسطہ سے کم نہیں۔ ان مخدرہ کی قبر مبارک شہر سامرہ حرم عسکریہ میں اب تک موجود ہے اور زائرین زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں۔

احمدی۔ ۸۔ شیخ امیر رکن الدین اور ایک جماعت امامیہ کی نسبت مجالس المومنین سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی وجود امام سے انکاری تھے۔۔۔۔۔ یاد رہے کہ امامیہ شیعہ سے مراد اثنا عشری ہوتے ہیں اور بقول شوستری ایک جماعت منکر وجود امام غائب ہے۔

شیعہ۔ اس مقام پر منشی صاحب نے خیانت سے کام لیا ہے اور ہمیں افسوس ہے ایسے تعصب پر کہ اپنے مطلب کے لئے عمداً جھوٹ بولا جائے۔ شاید منشی جی نے یہ سمجھا ہوگا کہ کون مجالس المومنین کو دیکھیگا۔ اور ہماری چوری پکڑیگا۔ سنئے! صاحب مجالس نے یہ قول تو نقل کیا ہے کہ رکن الدین وفات امام دوازدہم کے قائل تھے۔ پھر اس کی تردید بایں مضمون کی ہے کہ اسی شیخ نے کتاب بیان الاحسان لاہل العرفان میں امام کی نسبت لکھا ہے۔ اگر در حیات است و غائب۔ سبب غیبت او تکمیل ایں صفات است واگر ہنوز بوجود نیامدہ است بے شک بوجود خواہد آمد۔ صاحب مجالس نے لکھا ہے کہ اگر شیخ مذکور وفات مہدی پر جزم رکھتا تو وہ اس کی غیبت کا احتمال نہ کرتا۔ اس کے بعد وہ عبارت ہے جو آپ نے لکھی ہے یعنی و بر تقدیر تسلیم می گویم انکار وجود محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام منافی تشیع شیخ نیست چہ بعضے از طوائف شیعہ حتی جمعے از امامیہ قائل بہ دوازدہ امام کہ یکے از ایشاں محمد بن الحسن العسکری است نیستند اسکے بعد اسی مجلس ۶ ص ۲۹۷ میں لکھا ہے۔ چہ مناط تشیع بر اعتقاد آنست کہ بعد از پیغمبر خلیفہ بحق بلا فصل امیر المومنین علی ابن ابی طالب است چنانچہ در صدر کتاب مذکور شد و آنچہ در ایں مقام از روایات صاحب اخبار و عبارت رسالہ شیخ تحریر یافت نص صریح است در ایں باب و در مواضع ایں کتاب ذکر مطلق امامیہ را منظور داشتہ ایم و مقصود بذکر امامیہ اثنا عشریہ نگذاشتہ ایم۔ منشی جی ذرا عینک لگا کر اس عبارت کو پڑھیں اور پھر بتلائیں کہ آپ کا یہ نتیجہ کہ امامیہ شیعہ سے اثنا عشری مراد ہوتی ہے درست ہے؟ صاحب مجالس نے یہ اصطلاح اپنی کتاب میں رکھی ہے۔ کہ مراد شیعہ امامیہ سے مطلق امامیہ شیعہ ہیں نہ مخصوصاً شیعہ اثنا عشری۔ اور مطلق تشیع کی نسبت لکھا کہ انکار وجود محمد بن الحسن منافی اس تشیع کے نہیں پس اس سے شیعہ اثنا عشریوں پر کیا الزام آیا؟

احمدی - ۹ - ولادت کے بعد جو حالات بیان کئے جاتے ہیں جن سے بقائے امام کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔ مثلاً امام کو پانچ چھ برس کی عمر میں ہی یکایک غائب کیا جاتا ہے پھر ایک زمانہ کو غیبت صغریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو ستر برس تک رہی۔ اس میں تحریری عرائض آتے جن کے تحریری جواب حرز بدستخط امام ہوتے جاتے۔ بی بی نرجس خاتون کا حال اگر کسی مؤرخ کو درج کتاب کرنے کا خیال نہ رہا ہو تو خیر لیکن جو سفارت خانہ ستر برس تک چلا گیا۔ کیا تعجب نہیں کہ دوسری اسلامی دنیا اس سے بے خبر رہی۔ خلفاء عباس کا یہ زمانہ ایک متمدن زمانہ تھا جس کے عہد میں یعقوبی اور بلاوزی جیسے بزرگ خاص درباری مؤرخ تھے۔ ان کی تاریخیں ان واقعات سے بالکل بے خبر ہیں۔ خیر اگر کہا جائے کہ وہ مخالف تھے...... لیکن وہ بے شمار اصل توقیعات کیا ہوئے جن پر امام کے دستخط موجود تھے... پس غیبت صغریٰ کی تصدیق جب تک نہیں ہو سکتی۔ کہ کوئی اصل توقیع شریف دستخطی امام غائب نہ دکھلایا جائے وھو محال

شیعہ۔ اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ غیبت صغرٰے کا ثبوت مانگتے ہیں اور وہ بھی دوسری اسلامی دنیا سے۔ اب ثبوت غور سے سنئے۔

۱۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمن کے بارے میں مرزا غلام احمد صاحب نے ازالۂ اوہام جلد ۱ صفحہ ۵۷ میں لکھا ہے کہ وہ ایسے محدث اور صوفی تھے کہ جو معرفت کامل اور تفقہ تام کے رنگ سے رنگین ہوئے۔ اور صفحہ ۱۶۲ میں ان کی کتاب میزان کبریٰ سے چند اقوال بھی نقل کئے ہیں اور ان کو امام بھی لکھا ہے) اپنی کتاب الیواقیت والجواہر بحث ۶۵ میں لکھتے ہیں۔ المہدی من ولد الامام الحسن العسکری ومولدہ لیلۃ النصف من شعبان سنہ خمس وخمسین ومائتین وھو باق الیٰ ان یجتمع بعیسیٰ بن مریم ھکذا اخبرنی الشیخ حسن العراقی عن الامام المہدی حین اجتمع بہ ووافقہ علی ذالک سیدی علی الخواص رحمہما اللہ تعالیٰ (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۲) خلاصہ۔ حضرت مہدی امام حسن عسکری کے بیٹے شب نیمہ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ اور وہ باقی ہیں جب تک جمع ہوں عیسےٰ بن مریم کے ساتھ۔ اسی طرح خبر دی شیخ حسن عراقی نے امام مہدی سے جب کہ جمع ہوا اس کے ساتھ اور موافقت کی اس قول پر سیدی علی الخواص نے۔

۲۔ اسی امام نے اپنی کتاب انوار القدسیہ میں لکھا ہے ان بعض مشایخنا قال نحن بایعنا المہدی علیہ السلام بدمشق الشام وکنا عندہ سبعۃ ایام ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ ہم نے دمشق میں امام مہدی کی بیعت کی اور آپ کے پاس سات دن رہے۔

۳۔ سنہ ۱۲۵۱ھ میں شیخ عبداللطیف الحلبی نے سلیمان القندوزی نقشبندی کو کہا کہ میرے باپ شیخ ابراہیم نے کہا کہ میں نے بعض مشائخ مصر سے سنا کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم نے امام مہدی کی بیعت کی شیخ ابراہیم

طریقۂ قادریہ میں کبار مشائخ حلب سے تھے (ینابیع المودۃ ص۳۹۲)

۴۔ محدث فقیہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان باب ۲۵ میں لکھا ہے ان المھدی ولد الحسن العسکری فھو حی موجود باق منذ غیبۃ الی الان ولا امتناع فی بقائہ امام مہدی ولد حسن عسکری زندہ موجود اور باقی ہیں۔ اپنی غیبت کے وقت سے اس وقت تک اور نہیں ہے امتناع اُن کے بقاء میں۔

اب رہا توقیعات کا مسئلہ۔ جناب والا! حضرت رسول نے بھی تو بادشاہوں کو خطوط لکھے تھے۔ اگر آپ کی طرح کوئی وجود رسول سے منکر ہو کر یہ کہے کہ حضرت کا کوئی اصلی خط دکھاؤ تو میں مانونگا۔ جو آپ اسے جواب دینگے، اسی کو ہمارا جواب بھی تصور فرمائیں۔

مرزا صاحب نے نزول المسیح صفحہ ۲۲۶-۲۲۷ میں پیشنگوئی نمبر ۱۰۰ کے ذیل میں لکھا ہے کہ اول مجھے کشفی طور پر دکھایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہل دنیا کی نیکی و بدی کے متعلق اپنے لئے اور نیز اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں۔ اور چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ہو جائے۔ پھر تمثل کے طور پر[1] میں نے خدائے تعالےٰ بے مثل و بے مانند کو دیکھا اور وہ کاغذ حضرت جلشانہ کے آگے رکھدیا تا اسپر دستخط کر دے تا وہ سب باتیں جن کے لئے درخواست کی گئی ہے ہو جائیں۔ خدا تعالےٰ نے اسپر سرخی سے دستخط کر دئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑ دیا۔ اور جھاڑنے کے ساتھ اس سرخی کے قطرے میرے اور میاں عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے ..... بعض کپڑے اب تک میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں۔

منشی صاحب! کیا آپ ہمیں وہ کاغذ دکھا سکتے ہیں جسپر خدا نے دستخط کئے۔ اگر کہو کہ یہ کشفی واقعہ ہے تو ہم کہینگے کہ جب سیاہی کے چھینٹے کپڑوں پر پڑے تو محض کشف نہ رہا۔ سیاہی کے چھینٹے تو آپ لوگ دکھاتے پھرتے ہیں لیکن خدا کا دستخط شدہ کاغذ نہیں دکھاتے۔ دراصل یہ واقعہ ہی غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کسی مکھی کے پروں میں سیاہی لگی ہو۔ اور اسی سے یہ چھینٹے پڑے ہوں۔ لیکن توقیعات کا مسئلہ ایسا نہیں کئی بزرگواروں نے ان توقیعات کو خود دیکھا ہے۔ سفراء امام صاحب صدق و دیانت و مظہر کرامات تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں شیخ ابو عمرو عثمان بن سعید العمری۔ ان کے بعد ان کا بیٹا ابو جعفر محمد بن عثمان ان کے بعد ابو القاسم حسین بن روح نوبختی (جن کا مزار بغداد میں ہے) ان کے بعد ابو الحسن علی بن محمد السیمری ہیں۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۲۴۹ میں لکھا ہے۔ کہ شیعوں نے محض ان کے ادعائے سفارت پر

[1] جس کی شان لیس کمثلہ شیئ ہو کیا وہ بھی تمثل کے طور پر دکھائی دے سکتا ہے کیا ایسا شخص اپنے دعوائے مہدویت میں سچا ہو سکتا ہے جو خدا کے تمثل کا قائل ہو۔ اور اسکے دیدار کا دعوے کرے حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار

ہی انہیں قبول نہیں کیا۔ جب تک امام زمان کی طرف سے ان کے ہاتھ سے آیۂ معجزہ ظاہر نہیں ہوتی جو ان کے صدق مقال پر دلالت کرتی ہو۔ ان سفراء کی وساطت سے غیبت صغرےٰ میں توقیعات صادر ہوتی تھیں جن میں سے اکثر امام علیہ السلام کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی اور بعض پر صرف حضرت کا دستخط ہوتا تھا اور اس زمانہ کے لوگوں نے انہیں بچشم خود دیکھا۔ اور اسی وقت کتابوں میں انہیں درج کیا ہے بعض توقیعات میں پیشینگوئیاں بھی تھیں جن کے پورے ہونے سے بھی ان کی صحت کا خیال درجہ یقین کو پہنچ گیا۔ احتجاج طبرسی صـ۲۴۱ سے صـ۲۵۸ تک اکثر توقیعات کی نقول درج کی گئی ہیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ

احمدی ۱۰۔ آنریبل سید امیر علی صاحب ممبر پریوی کونسل انگلستان بھی بقائے عمر امام غائب کے منکر ہیں۔۔۔ اگر روایات متعلقہ امام غائب میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو وہ یوں صریح انکار کرنے کی ملامت اپنے ذمہ نہ لیتے۔ دیکھو کتاب سپرٹ آف اسلام صـ۵۰۶

شیعہ۔ واہ! یہ بھی شیعوں کی کتاب سے امام کی وفات کا ثبوت ہے؟ حضور! مسٹر امیر علی صاحب اثنا عشری نہیں بلکہ تفضیلی شیعہ اور معتزلی ہیں۔ دیکھو دیباچہ "قانون محمدی"۔ پس ان کے انکار سے ہم پر کیا حجت قائم ہو سکتی ہے اگر کسی کے ماننے نہ ماننے سے ہی کسی کی حیات و ممات ثابت ہوتی ہے۔ تو خیر ہم ان سے زیادہ قابل آدمیوں کو پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید علی بلگرامی و میجر سید حسن بلگرامی مرحوم دونو امامت امام دوازدہم کے قائل تھے آپ نے ایک منکر کو پیش کیا۔ ہم نے دو ماننے والوں کو پیش کر دیا اب ایک منکر کے مقابلہ میں ایک منکر اور لیجئے مرزا سلطان احمد ای لے سی خلف الرشید مرزا غلام احمد قادیانی اپنے باپ کی مسیحیت و مہدویت سے منکر ہیں پس بقول جناب اگر دعوائے مہدویت مرزا صاحب کچھ بھی معقول ہوتا تو ان کا فرزند ارجمند ان کی امامت کے صریح انکار کی ملامت اپنے ذمہ نہ لیتا۔ اور مرزا صاحب کا بھائی مرزا امام الدین تو آپ کے مرشد کو لٹیرا اور کیا کیا کہتا تھا۔ دیکھو اس کا اشتہار صداقت اظہار مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۹۹ء اور تیسرا شخص ڈاکٹر عبد الحکیم ہے۔ جو مدت تک مرزا کا مرید رہا۔ ہزاروں روپے اس کی تائید میں صرف کئے۔ آخر جب مرزائیت کا طلسم اسپر کھلا تو مرزائیت کو خیرباد کہا۔

احمدی ۔ ۱۱۔ غیبت کبرےٰ کا ابتدا ۳۳۰ھ سے ہوا۔ آج جو ۱۳۳۳ھ ہے امام غائب کو غائب ہوئے ہزار برس ہو چکے ہیں بلکہ کچھ زیادہ بھی اس ہزار کے واقعات میں سینکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسے ضرور ہیں جن سے بقائے امام ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سابقہ شکوک کی تقویت ہوتی ہے منجملہ ایسے واقعات کے ایک مختلف اور نامعلوم مستقرہائے خلافت کا ہونا ہے جن کو اصطلاح شیعہ میں ناحیہ مقدسہ کہتے ہیں اور جو کہ ہونے کو تو اس ربع مسکون میں ہے لیکن آج ان کا سُراغ کسی فاضل جغرافیہ

وان یا سیاح سے پوچھا جائے تو مایوس ہونا پڑیگا۔ اور دوسرے نامعلوم اشخاص کا ذکر جن کو دعائے رویت امام ہے بطور نمونہ دو نو امور کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے مختصر تفصیل نواحیہ مقدسہ

(۱) حوالی مدینہ۔ کوہستان و صحرائے مدینہ کہ میان مسجد مدینہ و مسجد مکہ است۔ شاید کہ مراد حوالی روحا باشد کہ محرم در وقت رسیدن بانجا تلبیہ را بلند مے گوید وسی کس از ملازمان خاص ہمہ وقت با او۔ اگر یکے از ایشاں از دنیا رود دیگر قائم مقام مے شود۔ صافی کتاب الحجۃ باب ۹۷ صفحہ ۲۰۷ - ۲۰۸۔ خطہ پاک حجاز کے چپہ چپہ سے لوگ واقف ہیں خصوصاً کوہستان و صحرائے مدینہ سے اور روحا اس سے مراد ہو تو ہر سال احرام باندھنے والے وہاں جا کر صدائے لبیک بلند کرتے ہیں بعض روایات سے پتہ ملتا ہے کہ امام غائب ہر سال حج کرنے بھی آتے ہیں۔ اور لوگ اُن کو دیکھتے ہیں مگر شناخت نہیں کرتے صافی باب ۹۷ باب فی الغیبہ صفحہ ۲۰۶ اور وہ اکیلے بھی نہیں ہوتے تیس آدمی مخلص جان نثار بطور باڈی گارڈ ہمراہ ہوتے ہیں اور بقول اردبیلی ان کیساتھ نوکر چاکر گھوڑے اونٹ بھی ہوتے ہیں مگر کسقدر تعجب ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا۔ جو یہ کہے کہ بینے امام کو دیکھا۔

۲۔ جزیرۃ الخضرا..... کا خدا جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں ذکر ہے۔

۳۔ شعاب ذی طوی۔ ایسے مشہور و معروف مقام ہیں جیسا کہ احاطہ حرم مکہ ہے۔ کس طرح ہزاروں لاکھوں حجاج پر اب تک امام غائب کے غائب ہی ہیں۔

۴۔ شہر جابلسا و جابلقا..... متمدن دُنیا آجتک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے..... کیا مکان کی عدم موجودگی سے مکیں کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے۔

شیعہ۔ (۱) ناحیۂ مقدسہ کے حوالی مدینہ میں ہونے کی احادیث کافی کتاب الحجۃ باب ۹۷، الغیبتہ کی سولھویں و سترھویں ہیں بعض نے حدیث ۱۶ کو ضعیف کہا ہے اور دوسری حدیث تو مجہول ہی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی علی ابن الحسین ہے جو مجہول ہے پھر محدثین نے لکھا ہے کہ یہ احادیث غیبت صغریٰ کے متعلق ہیں۔ اور حدیث ۱۷ میں تو صاف لکھا ہے لابد لصاحب ھذا الامر من غیبۃ ولا بد لہ فی غیبتہ من عزلۃ یعنی امام کے لئے غیبت ہے اور لابد ہے کہ اس غیبت میں اس کو عزلت ہو۔ دیکھو مراۃ العقول جلد ا صفحہ ۲۲۹ صاحب نجم الثاقب صفحہ ۲۲۹ میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم کفعمی نے حاشیہ مصباح فصل ۳۶ میں لکھا ہے کہ ناحیہ ہر وہ مکان ہے جس میں صاحب الامر غیبت صغریٰ میں رہتے تھے اسی طرح اعلام الوریٰ صفحہ ۴۴۲ میں لکھا ہے وکانت الشیعۃ فی غیبتہ الاولیٰ تعبر عنہ وعن غیبتہ بالناحیۃ المقدسہ اس ناحیہ میں امام کے دیکھنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ اور ان کا ذکر نجم الثاقب میں موجود ہے اور موسم

حج میں آنے کی حدیث مندرجہ کافی ضعیف ہے یا مجہول (صفحہ ۱۰۰، ۴ کتاب مذکور) لیکن مجلسی رح نے حق الیقین جزو دوم صفحہ ۱۵۲ میں حضرت صادق ع کی ایک حدیث لکھی ہے جس میں اس واقعہ کو مدلل بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ صاحب امر شبیہ بہ یوسف ہے۔ برادران یوسف۔ عقلا۔ دانایان و اسباط پیغمبر تھے یوسف کے پاس گئے۔ ان سے باتیں کیں۔ سودا کیا۔ اسکے بھائی تھے لیکن اسے نہ پہچانا۔ یہاں تک کہ خود حضرت یوسف نے انہیں اپنی شناسائی کرائی پس کیوں انکار کرے۔ یہ امت اس امر کا کہ حق تعالےٰ ایک وقت اپنی حجت کو ان سے پنہاں کرے۔ اور وہ ان میں آمد و رفت کرے۔ لیکن وہ اسے نہ پہچانیں۔ یہاں تک کہ خدا اسے اجازت دے کہ اب تو انہیں اپنی جسمانی شناسائی کرا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آں حضرت ہر سال حج کو جاتے ہیں اور لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن انہیں نہیں پہچانتے۔ اور جب حضرت ظاہر ہونگے کہینگے کہ ہم انہیں دیکھتے تھے لیکن نہیں پہچانتے تھے۔ خلاصہ مطلوب یہ ہے کہ ابھی اذن باری نہیں ہے اسلئے آپ جسمانی شناسائی نہیں کراتے لیکن لوگ آپ کو دیکھتے ہیں۔ اور جو اخص خواص ہیں وہ آپ کو پہچانتے بھی ہیں۔ چنانچہ حسن بن حمزۃ العلوی رح نے راہ حج میں آنحضرت کی ملاقات کی (نجم الثاقب صفحہ ۱۹۸) علامہ نوری رح نے نجم الثاقب میں ان حضرات کے حالات و واقعات درج کئے ہیں جنہوں نے اس صدی میں امام علیہ السلام کو دیکھا۔ منجملہ صالح صفی متقی حاجی علی بغدادی ہیں صفحہ ۲۳۶

(۲) جغرافیہ و تاریخ دانوں کو تمام مقامات پہلے سے ہی معلوم نہ تھے۔ جوں جوں مشیت خدا ہوئی۔ نا معلوم مقامات کا پتہ لگتا گیا۔ دیکھئے جزیرہ آئیلینڈ سنہ ۸۶۰ء کے قریب معلوم ہوا۔ اور گرنیلینڈ قریباً سو سال اس کے بعد معلوم ہوا۔ جزائر کنیری۔ مڈیرا اور ازورز پندرھویں صدی کے آغاز میں معلوم ہوئے اور اسٹریلیا کو ڈولفکن نے سنہ ۱۶۰۶ء میں معلوم کیا۔ اور کولمبس نے امریکہ کو سنہ ۱۴۹۲ء میں دریافت کیا۔ اور جناب رسالتمآب نے ہرقل کو ایک حدیث میں وجود امریکا کا اشارہ بھی کیا۔ پس جس وقت یہ مقامات معلوم نہیں ہوئے تھے اس وقت اگر کوئی نبی ان مقامات کے لوگوں کا حال بیان کرتا اور لوگ ان کی تردید میں یہی بات کہتے جو آپ نے کہی تو کیا وہ سچے تصور کئے جاتے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس معلوم اور ثابت ہوا کہ عدم وجدان عدم وجود پر دلیل نہیں۔ اسی طرح کسی جغرافیہ دان یا سیاح کو جزیرہ خضرا کا پتہ نہ لگنا عدم وجود پر دلیل نہیں۔ اسی پر جابلسا و جابلقا کو تصور فرمالیں۔

۳۔ علاوہ بریں جزیرہ خضرا کا ذکر معتبر تاریخ جہاں آرا میں بھی ہے اور الزامی جواب یہ ہے کہ آپ کی کتاب نور الدین میں لکھا ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے اگر کوئی اس پر یہ اعتراض کرے کہ علم طبقات الارض کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں اور نہ کسی جیوجولسٹ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ جو آپ اس معترض کو جواب

دینگے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ وقت معہود سے پہلے اس کی حقیقت کسی پر کھل نہیں سکتی تو ہم بھی یہی کہینگے کہ جزیرہ خضرا کی حقیقت و اصلیت سوائے خواص کے وقت معہود سے پہلے کسی پر نہیں کھل سکتی۔ اسی طرح سے کہف اصحاب کہف جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے۔ اب تاریخی اور جغرافوی ثبوت سنئے۔ ایک عالم از علماء اہل سنت نے اپنے جغرافیہ قسمت ارض و بلدان میں لکھا ہے کہ بلد مہدی ایک عمدہ اور مضبوط بنا ہُوا شہر ہے۔ اور اس کو بلد مہدی فاطمی کہتے ہیں۔ اس کا حوالہ مجلسیؒ نے بحار کتاب السماء و العالم میں اور نوریؒ نے نجم الثاقب صفحہ ۲۵۹ میں دیا ہے۔ تاریخی ثبوت شیخ متقدم احمد بن محمد بن عیاش نے اول جزو کتاب مقتضب الاثر میں روایت کی ہے شعبی سے اور اس میں جزیرہ خضرا کا ذکر ہے۔

۳۔ نجم الثاقب سے جو عبارت آپ نے جابلسا و جابلقا کے بارے میں نقل کی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت امام وہاں مقیم ہیں اس میں تو یہ لکھا ہے کہ اہل آں شہرہا از انصار قائم اند و باآنجناب خروج مے کنند یعنی ان شہروں کے لوگ حضرت کے انصار سے ہونگے اور آنحضرت کے ساتھ خروج کرینگے پس بخیال آپکے اس مکان کی عدم موجودگی سے ان کے مکینوں کی عدم موجودگی پر قیاس کر سکتے ہیں۔ نہ کہ امام کی عدم موجودگی پر۔ اب ہم اسی قسم کی حدیث اس کتاب سے نقل کرتے ہیں جس کا حوالہ دینے اور جس سے مضامین نقل کرنے کا خدائے اعجاز مسیح محتاج ہُوا۔ اس کا نام در منثور ہے۔ حافظ سیوطی نے اس کتاب میں بعض ائمہ کوفہ سے روایت کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام ہیں قال قام ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یعنی اختر اما لہ صلعم نقصد النبی نحوھم فسکتوا فقال ما کنتم تقولون تعالوا انظرنا الی الشمس نتفکر نا فیہا من این تجیئ و این تذھب و تفکر نا فی خلق اللہ فقال النبی کذالک فافعلوا تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ فان للہ تعالیٰ وراء المغرب ارضاً بیضاء بیاضہا و نورھا مسیرۃ الشمس اربعین یوما فیہا خلق من خلق اللہ تعالیٰ خلاصہ مغرب کے پرے خدا کے لئے ایک زمین ہے جس میں ایک مخلوق ہے مخلوق خدا سے اور اسی امام سے بصائر الدرجات مؤلفہ محمد بن الحسن القمی الصفار خائز بصحبۃ العسکریؑ۔ وفات سنہ ۲۹۰ھ و بحار میں اس زمین کے رہنے والوں کے باب میں فرمایا ہے فیہا خلق یعبدون اللہ ولا یشرکون بہ شیئا اس میں ایسی مخلوق ہے جو اللہ کی عبادت کرتی ہے اور نہیں شرک کرتی اللہ کے ساتھ کچھ اور آجکل کے فلاسفر بھی تعدد ارضین کے قائل ہیں دیکھو کتاب الھیئۃ والاسلام

قاموس (جس کے حوالے نورالدین نے دئے گئے ہیں مثلاً دیکھو صفحہ ۱۱۔ اور صفحہ ۳ میں اختلاف حق

کے لئے لغت عرب سے مشورہ لینے کا حکم دیا ہے) صفحہ ۲۰۹۳ جابلص دیار بالمغرب لیس وراءہ انسی صـ۵۸۹
جابلق دیار بالمشرق وتقدم فی جابلص یعنی جابلص جس کو ہماری حدیثوں میں جابلسا کہا گیا ہے مغرب
میں ایک شہر ہے جس کے پرے آدمی نہیں اور جابلق یعنی جابلقا ایک شہر مشرق میں ہے۔

تاریخ طبری جلد ا صـ۱۳ پس پیغامبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ خدائے عزوجل بسیار عجائب آفریدہ
است۔ یکے از عجائب آنکہ دو شہرستان آفریدہ است یکے بمشرق ویکے بمغرب وآنکہ بمشرق است جابلقا وآنکہ
بمغرب است جابلسا...... وآں خلائق ہمہ مومن اند پھر حضرت نے فرمایا کہ شب معراج مجھے وہاں لے گئے صـ۱۴
واز انجا بایں شہرستانہا بردند اجابت کردند وروز رستخیز ایشاں از امت من باشند۔ اور عجائب المخلوقات
صـ۲۲۳ میں ہے واما ناحیۂ مغرب پس مانع می شود دریائے محیط تردد خلق را در آواز تلاطم موجہائے بے اندازہ
وسختی وتاریکی آں دریا واما ناحیۂ مشرق پس مانع می شود کوہ ہائے بلند صعب کثیرۃ المخاطرہ خلق را در تردد بآں ناحیہ
وہر گاہ کہ نیکو تامل کنی مے یابی خلق را کہ محصور اند در اقالیم سبعہ وایشاں را آگاہی نیست بر احوال تقبیہ زمین
عجائب المخلوقات مرزا صاحب کے نزدیک معتبر ہے (ازالہ صـ۲۷۶ میں ان کا حوالہ دیا ہے) اگر یہ شہر انظار مردم
سے مخفی ہیں تو اور کئی مقامات بھی مخفی ہیں منجملہ ازاں بہشت شداد تاریخ طبری جلد ا صـ۵۳ میں لکھا ہے۔ کہ
معاویہ کے عہد میں ایک شخص عبد اللہ نام وہاں پہنچا۔ اور اس نے اس کی تعریف بیان کی۔ کعب الاحبار
نے اس کی تصدیق کی صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے معاویہ دانست کہ خدا تعالے آنرا از چشم خلق پوشیدہ است
حضرت علی نے بھی تصدیق کی۔ چونکہ کعب الاحبار ومعاویہ وحضرت علی کو آپ محبوب اور دل سے پیار اعتقاد
کرتے ہیں (دیباچہ نور الدین صـ۵۵) اسلئے ان کے اقوال آپ پر حجت ہیں اور تاریخ طبری بھی آپ کے نزدیک معتبر
ہے کیونکہ خلافت محمود کے ثبوت میں آپ لوگوں نے اکثر حوالے اسکے دئے ہیں۔ مثلاً دیکھو تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ نمبر ۵ صـ۴۲

احمدی۔ دوم۔ دربارۂ رویت امام معلوم ہو کہ مدعیان رویت سینکڑوں بیان کئے گئے ہیں لیکن
سوال یہ ہے کہ ان کو تسلی بخش کس طرح قرار دیا جائے منجملہ مدعیان رویت ایک شخص ابی سعید غانم الہندی
ہیں ان کی زبانی روایت ہے کہ ہم کشمیر میں رہتے تھے اور میرے ساتھ کے اور ۴۰ آدمی تھے جو بادشاہ کے
دائیں بائیں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ وہ سب کے سب چاروں کتابوں توریت۔ انجیل۔ زبور اور صحف ابراہیم
کی قرأت کرتے تھے۔ عام لوگوں کو ہم دین کی تعلیم دیتے تھے الی ان قال۔ برائے خدا اس قصے کے لفظ لفظ
پر غور کریں۔ اور پھر بتلائیں کہ آیا عقل سلیم اس کو امر واقعہ خیال کر سکتی ہے۔ اول تو ابی سعید غانم کسی ہندی
کا نام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ کشمیر کا کون بادشاہ ایسا تھا جس کے درباری توریت وانجیل پڑھا کرتے
تھے وغیرہ وغیرہ +

شیعہ۔حضرت ابی سعید خانم ہندی کا واقعہ خود اہل سنت کی کتابوں میں درج ہے۔ دیکھو ینابیع المودۃ شیخ سلیمان القندوزی الحنفی النقشبندی صفحہ ۳۸۶۔ اور چونکہ آپ کے امام نے لیکچر خلافت راشدہ صفحہ ۷۵ سطر ۸ میں اقرار کیا ہے کہ "میں بفضل اللہ پکا محمدی سنی ہوں" اس لئے ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم سنیوں کی کتابوں سے آپ پر استدلال کریں۔ الغرض شیخ مذکور نے کتاب مذکور کے باب ۸۳ میں ان اشخاص کے نام دئے ہیں جنہوں نے صاحب الزمان کی زیارت کی اور علامہ نوری ؒ نے نجم الثاقب ص۱۷۱ سے ص۳۵۴ تک روایات معتبرہ سے ابتدائے عہد امام سے چودھویں صدی تک کے ان تمام لوگوں کے نام مع حالات درج کئے ہیں جنہوں نے اس امام کو دیکھا پس جیسے زبانی روایات سے صحابہ کی گواہی کو رویت رسول اللہ کے بارے میں قبول کیا جاتا ہے ویسے ہی ان روایات سے امام زمان کی رویت کی تصدیق کی جائیگی تسلی بخش طریقہ یہی ہے کہ علم رجال کی رو سے ان روایات کو دیکھا جائے اور جبکہ آپ لوگ بلکہ ساری متمدن دنیا زبانی روایات پر جن کا سلسلۂ رواۃ بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ کوئی علم رجال سے ثابت ہو امور گذشتہ کی تصدیق کرتی ہے تو میں حیران ہوں کہ ان روایات پر جن کو شیعہ اور سنیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں باسانید معتبرہ لکھا ہے کیوں تصدیق نہ کی جائے۔ دیکھئے میں انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ا ص۲۰۶ سے گرینلینڈ کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتا ہوں:۔ لکھا ہے کہ ۹۸۶ء میں ایک باشندہ آئسلینڈ گرینلینڈ کو جاتے ہوئے ایک طوفان سے جنوب مغرب کی طرف دھکیلا گیا۔ جہاں کہ اُسنے ایک ہموار ملک جنگل سے ڈھکا ہُوا دیکھا۔ جب طوفان ہٹ گیا تو اُسنے کشتی کا رُخ اپنے گھر کی طرف کیا۔ اور پہنچنے پر اپنے چشم دید ملک کا ایسا خوش بیان کیا کہ اسنے لیف پسر معلوم کنندہ گرینلینڈ کو ترغیب دی کہ وہ بھی اس طرف کا ایک سفر کرے دیکھئے یہ ایک واقعہ ہے جس کو ایک آدمی نے دیکھا۔ اس نے جس وقت اطلاع دی تو دوسرا آدمی اور بڑا عظیم الشان آدمی اس کی تائید کو کھڑا ہُوا۔ اس سے ہمیں بحث نہیں کہ یہ واقعہ سچ ہے یا غلط لیکن ہم یہ ضرور کہینگے کہ اس جزیرہ کے دیکھنے والے کا نام بھی معلوم نہیں۔ چہ جائیکہ سلسلہ رواۃ معلوم ہو۔ پھر بھی دائرۃ المعارف کا مؤلف اسے وثوق سے اپنی کتاب میں درج کرتا ہے اور اگر آپ نے بھی اسے پڑھا ہوگا۔ توآپ کو بھی کوئی شک اس کے وقوع میں نہ ہُوا ہوگا۔ پس جب ایسے امور دوسرے واقعات میں بلا اعتراض قبول کئے جاتے ہیں توآپ کا کوئی حق نہیں کہ آپ ایسی معتمد روایات میں شک کریں جن میں امام کے دیکھنے والوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ روایت رویت امام حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔

چونکہ منشی صاحب نے حضرت غانم ہندی علیہ الرحمۃ کی روایت پر اعتراض کیا ہے اسلئے ہم یہاں اس روایت مندرجہ اکمال الدین صفحہ ۴۴۴ و حق الیقین جز دوم صفحہ ۱۴۶۔ و اصول کافی کا ترجمہ لکھ کر

پھر اس کی تحقیق کرتے ہیں مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کلینی و ابن بابویہ و دیگر محدثین نے باسانید معتبرہ غانم ہندی سے روایت کی ہے کہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر میں تھا جو ہندوستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ ہم چالیس آدمی تھے اور اس ملک کے بادشاہ کے دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے اور ہم نے توریت و انجیل و زبور و صحف ابراہیم کو پڑھا ہوا تھا ہم لوگوں کے درمیان حکم کیا کرتے۔ اور ان کو ان کے دین میں سمجھدار بنایا کرتے۔ اور انہیں ان کے حلال و حرام کا فتویٰ دیا کرتے اور تمام لوگ ہماری طرف رجوع کیا کرتے۔ ایکدن ہم نے آپس میں حضرت رسول کے اسم مبارک کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ پیغمبر جس کا نام کتابوں میں مذکور ہے اس کا امر ہم پر مخفی ہے ہم پر واجب ہے کہ اس کے احوال کا تفحص کریں پس تمام کی یہ رائے قرار پائی۔ کہ میں ملک سے باہر جاؤں اور آنحضرت کے حالات کی تلاش کروں پس میں بہت سا مال لیکر باہر نکلا۔ بارہ مہینے ہم پھرے یہاں تک کہ کابل کے پاس پہنچے۔ ترکوں کی ایک جماعت نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے مال کو لے گئے۔ حاکم کابل جب میرے حال پر واقف ہوا تو اُسنے مجھے شہر بلخ میں بھیجا۔ اس وقت داؤد بن عباس والئے بلخ تھا جب اسے میری خبر پہنچی کہ میں مذہب حق کی تلاش میں ہند سے نکلا ہوں۔ اور زبان فارسی بھی مینے سیکھی ہے اور فقہاء و متکلمین کے ساتھ مینے مباحثہ و مناظرہ بھی کیا ہے تو اسنے مجھے اپنی مجلس میں طلب کیا اور علماء کو جمع کیا کہ میرے ساتھ گفتگو کریں۔ مینے کہا کہ مجھے محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت خبر دو۔ انہوں نے کہا وہ ہمارا پیغمبر ہے جسکو تو تلاش کرتا ہے اسنے کہا میں نہیں جانتا کہ آیا یہ وہی نبی موعود ہے یا نہیں۔ بتلا ؤ وہ کہاں ہے تا کہ میں اسکے پاس جاؤں۔ انہوں نے کہا ان کا انتقال ہو گیا ہے مینے کہا اس کا وصی و خلیفہ کون ہے۔ انہوں نے کہا ابوبکر مینے اس کا نام پوچھا انہوں نے کہا عبداللہ پسر عثمان اور وہ قریشی ہے اور رسول اللہ بھی قریشی تھے۔ اسپر غانم نے کہا یہ وہ نبی نہیں جس کو میں تلاش کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کا خلیفہ اس کا بھائی ہے دین میں اور اسکا پسر عم ہے۔ نسب میں اس کی لڑکی کا شوہر اور اس کے فرزندوں کا باپ ہے۔ اور اس پیغمبر کا کوئی بیٹا نہیں بجز اسکے وصی کے فرزندوں کے۔ جب فقیہوں نے یہ باتیں سنیں تو وہ چونکے اور کہنے لگے اے مرد! تو شرک سے نکلا تھا لیکن کفر میں پڑ گیا ہے۔ غانم نے کہا اے قوم! میں ایک دین رکھتا ہوں اور اس سے جدا نہیں ہونگا جب تک اس سے قوی تر دین مجھے نہ ملے۔ مینے کتب انبیاء میں اس نبی کا حال پڑھا ہے۔ اور اپنی عزت کو چھوڑ کر اس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ جب مینے تجسس کی تو تمہارے پیغمبر کے احوال کو اسکے موافق نہ پایا جو مینے کتابوں میں پڑھا تھا۔ پس مجھ سے دست بردار ہو۔ حاکم بلخ نے حسین بن اسکب کو جو اصحاب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے تھا کہلا بھیجا کہ تو اس آدمی سے مباحثہ کر۔ اس نے کہا فقہا علماء جو فہیں

حاکم نے کہا نہیں میرے حکم کے مطابق اس سے مباحثہ کر۔ اس کو خلوت میں لیجا۔ اس سے مدارا کر۔ اور حقیقت مذہب اسکے ذہن نشین کر حسین مذکور رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔ اور اس کی باتیں سننے کے بعد اس سے کہا۔ کہ جس پیغمبر کی تو تلاش کرتا ہے وہ وہی ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا۔ لیکن خلافت کے بارہ میں انہوں نے غلط کہا ہے وہ پیغمبر محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے اور اس کا وصی علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب فاطمہ دختر محمدؐ کا شوہر اور اسی رسول کے نواسوں کا باپ ہے۔ غانم نے کہا یہی پیغمبر ہے جس کی میں تلاش کرتا تھا۔ اب مینے حق پالیا۔ پھر حاکم بلخ کے گھر گیا۔ اور کلمۂ شہادت پڑھ کر کہا کہ میں نے حق پالیا۔ حاکم نے بہت مہربانی کی۔ اور حسین کو میرے لئے سفارش کی پس میں حسین سے مانوس ہوگیا۔ اور اُسکے ہاں رہتا تھا۔ اور جن مسائل کی مجھے ضرورت ہوتی موافق مذہب شیعہ اس سے پوچھا کرتا۔ ایکدن مینے اُسے کہا کہ مینے کتابوں میں پڑھا ہے کہ محمدؐ خاتم پیغمبران ہیں۔ اور اسکے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور امر امامت اسکے بعد اسکے وصی خلیفہ کے لئے ہے اور امر خلافت ہمیشہ اسکے اعقاب و اولاد میں رہے گا۔ یہاں تک کہ دُنیا منقضی ہو۔ پس وصی محمدؐ کا وصی کون ہے۔ اُسنے کہا امام حسن۔ اسکے بعد امام حسین اور اسی طرح اس نے صاحب الامر تک تمام اماموں کے نام لئے۔ پھر اسنے غیبت امام عصر کا ذکر کیا +

غانم کہتا ہے کہ یہ سُنکر میرا قصد ہُوا کہ ناحیۂ مقدسہ کو تلاش کروں۔ تا شاید آں حضرت کی خدمت میں پہنچوں۔ راوی کہتا ہے پس غانم قم میں آیا اور ۲۶۴ھ میں ہمارے اصحاب کا ہم صحبت رہا۔ پھر ہمارے اصحاب کے ساتھ بغداد گیا۔ اس کے ساتھ مذہب حق کی تلاش میں ایک سندھی رفیق ہوا تھا۔ غانم نے بوجہ اسکے اخلاق کے اس سے کنارہ کشی کی۔ اور بغداد سے سامرہ گیا۔ اور قریۂ عباسیہ میں وارد ہُوا۔ نماز پڑھی اور جس امر کے لئے نکلا تھا اس میں متفکر تھا کہ ناگاہ ایک آدمی اسکے پاس آیا۔ اور کہا تو فلانی ہے اور میرا وہ نام پکارا جس سے میں ہند میں مشہور تھا۔ حالانکہ اسپر کوئی مطلع نہ تھا۔ مینے کہا ہاں میں وہی ہوں اسنے کہا تیرا مولا تجھے طلب کرتا ہے میں اسکے ساتھ روانہ ہُوا وہ مجھے غیر مانوس راستوں سے لے گیا یہاں تک کہ میں ایک گھر میں داخل ہُوا۔ مینے دیکھا کہ میرے مولا تشریف فرما ہیں۔ آپ نے ہندی زبان میں میرا نام لیکر خوش آمدید کہا۔ اور احوال پرسی کی۔ اور میرے چالیس رفیقوں کا نام بنام حال پوچھا۔ اور میری تمام سرگذشت کو بیان کیا۔ اور لطف یہ کہ یہ تمام باتیں زبان ہندی میں کیں۔ پھر فرمایا تو اہل قم کے ساتھ حج کو جانا چاہتا ہے۔ مینے کہا ہاں آقا۔ آپ نے فرمایا اس سال نہ جا۔ اگلے سال جانا پھر ایک کیسۂ زر میری طرف پھینکا اور فرمایا یہ تمہارے خرچ کے لئے ہے بغداد میں فلاں آدمی کے گھر جا۔ راوی کہتا ہے کہ اس سال غانم حج کو نہ گیا۔ بعد اسکے معلوم ہُوا کہ حاجی اس سال عقبہ سے واپس آئے۔ اور معلوم ہُوا کہ اسی لئے حضرت

نے اُسے روکا تھا۔ پھر دوسرے سال حج کو گیا۔ اور خراسان میں واپس آیا۔ اور خراسان سے ہمارے لئے ہدیہ بھیجا۔ اور مدت تک خراسان میں رہا۔ یہاں تک کہ رحمت الٰہی کو واصل ہُوا +

اس واقعہ کی نسبت تین اعتراض کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ ایک زبانی روایت ہے۔ دوم۔ ابو سعید غانم کسی ہندی کا نام نہیں ہو سکتا۔ سوم کشمیر کا کونسا ایسا بادشاہ تھا جس کے درباری توریت۔ انجیل پڑھا کرتے تھے +

امر اوّل کی نسبت گذارش ہے کہ تمام احادیث زبانی روایات ہی سے محدثین تک پہنچی ہیں بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) نے تیسری صدی میں زبانی روایات سے احادیث کو جمع کیا۔ اس سے پہلے رسول اللہ کے ہاتھ کا کوئی قلمی نسخہ لکھا ہُوا موجود نہ تھا۔ جس طرح ان زبانی روایات کو آپ کے مرزا جی نے قبول کیا ہے اسی طرح یہ روایت بھی قابل قبول ہے بلکہ یہ فرق ہے کہ بخاری نے جو واقعات لکھے ہیں وہ اسکے زمانہ کے دو سو برس کے قبل کے واقعات ہیں۔ لیکن اس واقعۂ مذکورہ کو محدث کلینی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور یہ ان کے عہد کے قریب کا واقعہ ہے۔ کیونکہ محدث کلینی کی وفات ۳۲۹ھ ہجری میں اختتام غیبت صغرےٰ پر ہوئی۔ اور یہ واقعہ بھی غیبت صغریٰ کا ہے +

۲۔ ابو سعید غانم اس کا اسلامی نام ہے۔ ہندی نام اس کا کچھ اور تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ امام زمان کی گفتگو میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت نے اسے اس نام سے پکارا جس سے وہ ہند میں مشہور تھا

۳۔ حضرت ابو سعید غانم ہندی کا واقعہ ۲۶۰ھ یا ۸۷۳ء کے قریب ہُوا ہے تاریخ کشمیر حصہ اوّل مؤلفہ منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کشمیر میں خاندان راجگان خمار کے راجہ اونتی ورما کی حکومت تھی۔ تاریخ مذکور کے صہ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ یہ راجہ ہنرمندوں اور عالموں کی قدر و منزلت کرتا۔ دوسرے ممالک سے عالموں اور داناؤں کو بلاکر علم و ادب کا رواج دینے لگا۔ مکتاکید۔ شیوہ سوامی۔ آنند وردن وغیرہ دانایان دہر اسی کے عہد میں ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنی اپنی بے بہا تصانیف کے لئے آج تک مشہور چلا آتا ہے الخ راجگان خمار کے وقت میں مسلمانوں کی حکومت بھی کابل اور غزنی تک آپہنچی تھی صہ۱۹۷ حاشیہ۔ اسی زمانہ میں ابو زید الحسن وغیرہ مسلمان سیاح ہندوستان میں آئے صہ۱۹۸ مفصلہ بالا واقعات سے اتنا پتہ تو ضرور چلتا ہے کہ اس زمانہ میں نبی عربی کا اسم مبارک ہندوستان میں عموماً اور کابل سے نزدیک ہونے کی وجہ سے کشمیر میں خصوصاً ضرور پہنچا ہوگا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اونتی ورما کے وقت میں علماء کی قدر و منزلت تھی۔ اور اپنے باہر سے بھی علماء بلائے۔ اور کسی راجہ کے وقت میں علماء کی اتنی جمعیت کا کشمیر کے دربار میں ہونا ثابت نہیں ہوتا اور غانم

کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے ہمخیال و ہم مشرب چالیس علماء اور تھے۔ پس اسی کے وقت میں غائم تلاش حق میں نکلا لیکن اول تو تاریخ کشمیر کے نقص کی وجہ سے اس کا نام اور حال تاریخ سے نہیں ملتا چنانچہ مؤرخ مذکور صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ دیگر ممالک کی مفصل تاریخ پھر بھی تھوڑی بہت تلاش کے بعد عرصہ بعید تک مل سکتی ہے لیکن کشمیر یا ہندوستان کے حالات دریافت کرنے کے لئے سوائے حسرت و یاس کوئی چیز بھی ہمارے اشتیاق کو پورا نہیں کر سکتی" اس کے نقص کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ ص ۱۹۸ میں لکھا ہے کہ کسی مؤرخ نے اس امر پر روشنی نہیں ڈالی۔ کہ خوش قسمت اونتی ورما کس خاندان سے پیدا ہوا جبکہ اہل راجہ کی نسبت مورخین کشمیر کی یہ غفلت ہے تو اسپر کیا تعجب ہو سکتا ہے کہ اسکے ایک درباری عالم کی ہجرت کا حال کسی نے نہ لکھا ہو۔ پنڈت ہرگوپال صاحب اپنی کتاب گلدستہ کشمیر میں زمانہ قدیم کی تاریخ منہدم ہونے کا سارا الزام بدھوں اور آپ کے سنی بھائیوں کے سر تھوپتا ہے آپ کو اختیار ہے جسکو چاہیں الزام دیں۔

۴۔ روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ غانم مرحوم کو حضرت حسین ابن اسکیب نے ہدایت کی اس کا حال بھی کتب معتبرہ میں درج ہے چنانچہ کتاب تلخیص الاقوال فی تحقیق احوال الرجال میں اسکا حال بایں الفاظ لکھا ہے الحسین بن اسکیب المروزی المقیم بسمرقند۔ رجال کشی میں لکھا ہے من اصحاب ابی محمد العسکری عالم متکلم مصنف للکتب خلاصہ یہ ہے کہ یہ ملک سمرقند میں مقیم تھے۔ اور امام حسن عسکری کے اصحاب میں سے تھے۔ عالم متکلم اور صاحب تصانیف تھے۔ جناب عیاشی رح نے ان سے روایت کی ہے پس جب کہ اس واقعہ کے متعلق تمام امور کا ثبوت کتب معتبرہ سے ملتا ہے تو اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اور ان واقعات کے تسلی بخش ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء نے ان کو اس وقت اپنی تصانیف میں تحقیق کے بعد درج کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو جعفر المعروف بہ ابن بابویہ قمی رح نے اکمال الدین میں ان لوگوں کا حال لکھا ہے جو شرف دیدار امام زمان سے مشرف ہوئے۔ اور ابو جعفر وہ بزرگوار ہیں۔ جن کی جلالت قدر کے اہل سنت بھی معترف ہیں۔ اور ملا طاہر گجراتی نے مجمع البحار صفحہ ۱۷۷ میں ان کو تیسری صدی کے مجددوں میں شمار کیا ہے۔ اہل سنت کے کئی بزرگ بھی اس شرف سے ممتاز ہوئے ہیں منجملہ ابوالحسن احمد بن محمد بن جابر بلاذری صاحب تاریخ الاشراف ہیں۔ بخوف طوالت اسی قدر پر اکتفا کی گئی ۔

احمدی۔ ۱۲۔ اس نمبر میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جائیگا جس سے ثابت ہو سکے کہ امام غائب ایک عرصہ سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ منجملہ فرائض منصبی امام قائم آل محمد دشمنان اہل بیت کرام سے انتقام لینا ہے پہلے دشمن اس خاندان کے بنی امیہ ہیں اور دوسرے بنی عباس چنانچہ دونو خاندانوں کی تباہی کا قائم کے ہاتھ سے ہونا کتب شیعہ میں موجود ہے +

(۱) تفسیر علی بن ابراھیم قمی میں زیر آیت سئل سائل بعذاب واقع کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلیگی۔ اور اس کو فرشتے پیچھے سے ہانکینگے۔ یہاں تک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر کے پاس پہنچ جائیگی۔ اور کسی بنی امیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑے گی نہ گھر کے رہنے والوں کو اور نہ اس گھر کو چھوڑے گی جس میں آل محمد کا حق ہوگا۔ مگر اس کو جلاویگی۔ اور یہی مہدی ہونگے فلا تدع دار البنی امیہ الا حرقتہا واھلہا.... وذالک المہدی۔ محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں قال اذا قام القائم ولعبث الی بنی امیہ بالشام ھربوا الی الروم فروع کافی کتاب روضہ صـ۲۶ ساری دنیا جانتی ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کو پامال ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں۔ اور موجودہ سلاطین روئے زمین میں کوئی بنی امیہ سے نہیں خصوصاً ملک روم کا بادشاہ۔ اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ قائم آل محمد قید حیات میں نہیں ہیں۔

(۲) المحقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قتل نفس زکیہ اور قائم آل محمد کے خروج کے درمیان صرف ۱۵ رات کا وقفہ ہوگا (اکمال الدین باب ۶۱) سو واضح ہو کہ ایک نفس زکیہ امام حسن بن علی کے پڑپوتے تھے۔ ان کے معاصران کو مہدی کہتے تھے منصور عباسی کے خلاف خروج کرکے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے (مجالس المومنین صفحہ ۳۶۳) تفسیر عیاشی کے حوالہ سے ایک روایت ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں خلفائے عباس کے بارے میں ذکر کیا کہ صالح اور عیسےٰ بن علی کا مکان عالیشان تیار ہوگیا ہے تو ایک شخص نے کہا کہ یا تو خدا ان کو مسمار کردے یا ہم کو زور بخشے کہ ہم کریں فقال لہ ابو عبد اللہ لا تقل ھکذا بل یکون مساکن القائم واصحابہ اما سمعت اللہ یقول وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم (رسالہ الحجہ شمولہ غایت المرام صفحہ ۷۳۶)

تفسیر صافی میں ہے کذالک بنوا امیہ وبنو العباس لما ان وقفوا علی ان زوال ملک الامراء والجبابرۃ منہم علی یدی القائم فاصبوا لنا العداوۃ ووضعوا سیوفہم فی قتل اھل بیت رسول اللہ واباد ۃ نسلہ طمعاً منہم فی الوصول الی قتل القائم (تفسیر صافی سورۂ توبہ بعد از نصف) ان روایات کی بنا پر ضروری تھا کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تباہی حضرت قائم کے ہاتھ پر ہو۔ اور ان کے مساکن میں آپ اور آپ کے اصحاب سکونت پذیر ہوں۔ اب جبکہ بنی عباس بھی بنی امیہ کی طرح تباہ و برباد ہو چکے اور دولت عباسیہ کی کوئی شاخ بلاد اسلامیہ میں حکمران نہیں ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور قائم آل محمد کے ہاتھوں سے تباہ ہو چکے ہیں۔ اگر نہیں ہوئے تو ایک تو ائمہ کی احادیث کی تکذیب لازم آئیگی۔ دوسرے ثابت کرنا ہوگا کہ فلاں ملک میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس بھی باقی ہیں +

شیعہ۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ منشی جی نے اس نمبر میں بھی دھوکا دینے کی کوشش کی

ہے۔ اور جو حدیثیں نقل کی ہیں ان سے یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ سلطنت بنی امیہ و بنی عباس کی تباہی حضرت قائم کے ہاتھ سے ہوگی۔ بلکہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ دشمنان آل محمد و بنی امیہ و بنی عباس سے انتقام لیا جائیگا۔ اور یہ انتقام زمانہ رجعت میں ہوگا۔ جیسے کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ منشی صاحب فرماتے ہیں کہ منجملہ فرائض امام کے دشمنان اہل بیت سے انتقام لینا ہے۔ اور پہلے دشمن بنی امیہ ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ آپ اتنی دور کیوں چلے گئے یہی کہدیا ہوتا کہ بقول شیعہ پہلے دشمن اہل بیت شیخین ہیں۔ اور پھر یہ استدلال کرتے کہ چونکہ شیخ ثانی و ثالث سے انتقام لیا گیا۔ اسلئے امام کا خروج انکے زمانے میں ہوچکا۔ خیر اب ہم ہر حدیث پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم کی روایت اوّل تو مجہول ہے کیونکہ اس میں علی ابن ابراہیم اور امام صادق کی درمیانی اسناد محذوف ہیں۔ تفسیر برہان جلد ۲ ص ۱۱۴۷ میں بھی جہاں اس حدیث کو لکھا گیا ہے وہاں بھی اسناد کا ذکر نہیں پس جب تک اس حدیث کی صحت ثابت نہ ہوجائے۔ ہم پر الزام نہیں آسکتا۔

۲۔ اس حدیث میں ظہور نار کے بعد لکھا ہے کہ یہی مہدی ہونگے۔ لیکن دوسری احادیث جو موثق معلوم ہوتی ہیں اور ان کے اسناد بھی دئے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت باقر سے مروی ہے اور کتاب الغیبۃ و برہان جلد ۲ ص ۱۱۴۷ میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ایک آگ نویہ میں ظاہر ہوگی پھر وہ کناسہ بنی اسد کو جائیگی۔ پھر ثقیف کو جائے گی الخ دوسری حدیث حضرت جعفر علیہ السلام سے انہی کتابوں میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے وذالک قبل خروج القائم یعنی یہ خروج قائم سے قبل ہوگی +

۳۔ پس اول تو ان حدیثوں میں بنی امیہ کا ذکر نہیں۔ دوم۔ دوسری حدیث حضرت جعفرؑ سے ہے اور علی ابن ابراہیم کی حدیث بھی حضرت صادق سے مروی ہے اور بنی امیہ کا چراغ عہد حضرت صادقؑ میں ہی گل ہوگیا۔ کیونکہ عباسیوں کا پہلا بادشاہ عبد اللہ سفاح ۱۳۲ھ میں کوفہ میں مقرر ہوا۔ اور آخر ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں چیچک سے مرگیا۔ اسکے بعد اس کا بڑا بھائی منصور دوانیقی بادشاہ ہوا۔ اور حضرت صادق کی شہادت اسی کے عہد میں ۱۴۸ھ میں وقوع میں آئی (نور الابصار بحوالہ ابن صباغ ص ۱۳۳) پس اگر سلطنت بنی امیہ کی تباہی حضرت قائم کے ہاتھ سے ہونی تھی تو حضرت صادق کے ہاتھ سے ہوتی کیونکہ تباہی سلطنت بنی امیہ کے وقت آپ موجود تھے۔ پھر آپ نے اپنے لئے یہ دعوٰے کیوں نہ کیا پس معلوم ہوگیا کہ حضرت صادق کی مراد سلطنت بنی امیہ کی تباہی نہ تھی۔

۴۔ کلینی کی حدیث بھی مجہول ہے (مراۃ العقول جلد ۴ صفحہ ۲۶۸) اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوران سلطنت بنی امیہ میں امام کا ظہور ہوگا۔ الفاظ حدیث صاف ہیں کہ حضرت

اپنے آدمیوں کو بنی امیہ کی طرف بھیجینگے وہ روم کو بھاگ جائینگے۔ اہل روم انہیں کہینگے کہ ہم تمہیں پناہ نہیں دیتے۔ جب تک تم نصرانی نہ ہو۔ چنانچہ وہ صلیبیں اپنے گلے میں ڈالینگے"۔ اس سے چند امور ثابت ہوئے اول یہ کہ اس وقت بنی امیہ کی سلطنت نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر سلطنت ہوتی تو ایک تو ان کے خلیفہ کا ذکر ہوتا۔ دوم حضرت کے چند اصحاب سے ان کے بھاگنے کا ذکر نہ ہوتا۔ کیونکہ جن کی سلطنت ہوتی ہے وہ بغیر لڑائی کئے نہیں بھاگا کرتے۔ معاویہ اموی نے نفس رسول کے ساتھ لڑائیاں کیں یا نہیں۔ دوم۔ اسکا علم خدا کو ہے کہ روم سے ٹرکی مراد ہے یا روما دار السلطنۃ اطالیہ۔ بہر حال اُس وقت وہاں نصرانیت ہوگی اور عیسائی بادشاہ ہوگا۔ اور جیسے بنی امیہ کے سرگروہ معاویہ نے طبیب نصرانی کے کہنے سے صلیب گلے میں حمائل کرلی تھی ویسے ہی اس وقت کے بنی امیہ بھی اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال لینگے پس بحمد اللہ ان احادیث سے نہ تو یہ ثابت ہوا کہ سلطنت بنی امیہ کی تباہی حضرت قائم کے ہاتھوں ہوگی۔ بلکہ یہ بھی ثابت نہ ہوا کہ اسوقت بنی امیہ کی کوئی سلطنت ہوگی۔ بلکہ یہ معلوم ہوا کہ اسوقت روم کا بادشاہ نصرانی ہوگا پس ان سے وہ نتیجہ نکالنا جو منشی جی نے نکالا ہے بنا، فاسد علی الفاسد ہے۔

۱۲ قتل نفس زکیہ علامت ہے۔ خروج قائم کی اور قائم لقب ہے حضرت حجۃ بن الحسن العسکری علیہما السلام کا جیسا کہ کتب فریقین سے اس سے قبل ذکر ہوا۔ اور حضرت حجۃ کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہے اور محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ کی شہادت منصور عباسی کے وقت میں بروز دوشنبہ ۱۴ ماہ رمضان ۱۴۵ھ کو ہوئی (تاریخ ابن اثیر) ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ جس وقت لوگوں نے اس کی بیعت کی تو حضرت صادق نے اس کے باپ سے فرمایا کہ اے عبد اللہ تمہارا بیٹا مہدی موعود نہیں ہے ابھی مہدی کا زمانہ بہت دور ہے"۔ پس اول تو حضرت قائم اس نفس زکیہ کی شہادت کے ۱۱۰ سال بعد پیدا ہوئے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ وہ نفس زکیہ نہیں جس کا قتل ہونا علائم ظہور قائم سے ہے۔ دوم یہ حضرت صادق کے وقت میں شہید ہوا پس اگر یہ وہی نفس زکیہ تھا تو حضرت صادق خود مہدویت کا ادعا کرتے اور خروج کرتے لیکن آپ نے نہیں کیا بلکہ فرمایا ابھی مہدی کا وقت بہت دور ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ وہ نفس زکیہ نہیں۔ سوم۔ عبارت مجالس المومنین مجلس ۸ صفحہ ۳۵۰ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھیوں نے اس کی شہادت کے بعد اس کو نفس زکیہ سے پکارا۔ و بعد از شہادت اورا بہ نفس زکیہ می خواندند چہارم خود حضرت جعفر سے حدیث صحیح نمبر ۴۸۳ کتاب الروضہ کافی میں مروی ہے جس میں قتل نفس زکیہ کو علائم قائم سے بیان کیا ہے پس اگر نفس زکیہ یہی ہوتا تو حضرت ایسا فرما دیتے۔ پنجم جس نفس زکیہ کا قتل علائم ظہور سے ہے اس کا نام محمد بن الحسن النفس الزکیہ ہے اور وہ درمیان رکن و مقام کے قتل ہوگا (کمال الدین

صفحہ ۱۹۱) لیکن جس نفس زکیہ کا آپ پتہ دیتے ہیں اُس کا نام محمد بن عبد اللہ تھا۔ اور یہ رکن و مقام کے درمیان
قتل نہیں ہوا بلکہ مدینہ سے باہر احجار الزیت میں قتل ہوا۔ اور اسکے بارے میں علیحدہ حدیث ہے کہ حضرت
نے فرمایا کہ میرے فرزندوں میں سے ایک نفس زکیہ احجار میں مارا جائیگا مجالس المومنین صفحہ ۳۵۰) ششم
جس نفس زکیہ کا آپ پتہ دے رہے ہیں وہ باقرار جناب امام حسن کے پڑپوتے تھے لیکن یہ نفس زکیہ جس کی شہادت
علامت قریبہ ظہور کی ہے وہ امام حسین کی اولاد سے ہوگا۔ دیکھو کتاب الحجہ صفحہ ۲۱۷ پس جب تک یہ
ثابت نہ کیا جائے کہ اسکو کسی امام نے نفس زکیہ کہا۔ اور نیز یہ فرمایا کہ یہ وہی نفس زکیہ ہے جس کی شہادت
علامِ خروج قائمؑ سے ہے۔ تب تک شیعوں پر الزام کی کوئی راہ پیدا نہیں ہو سکتی۔ تفسیر عیاشی کی روایت کی
مثل خود قرآن میں موجود ہے پ۱۳ ع۱۹ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم الخ (اور بسے تم ان کے گھروں میں
جنہوں نے ظلم کیا اپنے نفسوں پر) درمنثور جلد ۴ صفحہ ۸۹ میں لکھا ہے واخرج عبد بن حمید وابن جریر و
ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادہؓ فی قولہ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم قال سکن الناس فی
مساکن قوم نوح وعاد وثمود وقرون بین ذالک کثیرۃ ممن ھلک من الامم وتبین لکم کیف فعلنا بہم
وضربنا لکم الامثال الخ عبد بن حمید ابن جریر۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے
آیۂ مذکورہ کے بارے میں کہ بسے لوگ قوم نوح وعاد و ثمود اور ان کی درمیانی ہلاک شدہ اُمتوں کے گھروں
میں اور۔ واضح رہے کہ اس کو ابن جریر نے بھی لکھا ہے جس کے بارے میں دیباچہ نور الدین صفحہ ۵
میں لکھا ہے "اور تفاسیر میں روایتہً ابن جریر۔ ... کو ائمۂ سلف کے بعد انتخاب کیا ہے۔" اس سے ثابت
ہوا کہ تفسیر ابن جریر آپ کے نزدیک مسلم ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں خدا نے حاضرین عہد
پیغمبر کو جو مکہ میں تھے یہ فرمایا کہ تم قوم نوح وغیرہ کے مساکن میں بسے آپ کے عندیہ کے مطابق یہ
ہونا چاہیئے کہ یہ ساکنین عین ہلاکت قوم نوح کے بعد ہوں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ بروایت اہل کتاب قوم
نوح علیہ السلام ۲۳۴۹ سال قبل از مسیح ہلاک ہوئے (ریفرنس بائبل کتاب پیدائش باب ۷ کا حاشیہ) اور ہمارے حضرت
قریباً ۶۱۰ء میں مبعوث ہوئے گویا قوم نوح حاضرین عہد رسالت سے قریباً ۲۹۶۰ سال پہلے ہلاک ہو چکی تھی پھر
سکنتم فی مساکن قوم نوح کہنے سے یہ مراد ہوئی کہ بالواسطہ نہ بلا فصل تم مساکن قوم نوح میں بسے اسیطرح حدیث عیاشی
کا بھی یہی مطلب ہے کہ یہ مساکن بنی عباس حضرت قائمؑ کے تصرف میں آئینگے جس طرح مساکن قوم نوح حاضرین
عہد رسالت کے تصرف میں آئے۔ پ۱۶ ع۱۰ میں اسی قسم کی آیت ہے افلم یہد لھم کم اھلکنا قبلھم من
القرون یمشون فی مساکنھم اسی طرح کی آیت پ۲۱ ع۱۶ میں بھی ہے اھلکنا من القرون کی تشریح۔
پ۱۵ ع۲ میں دیکھو۔ تفسیر صافی کی پوری روایت یہ ہے وفی الاکمال عن الصادق وقد ذکر شق فرعون

یطلبون الحوامل فی طلب موسیٰ (اسکے بعد وہ عبارت ہے جو منشی صاحب نے نقل کی ہے) مابعد کی عبارت یہ ہے فابی اللہ ان یکشف امرہ لواحد من الظلمۃ الا ان یتم نورہ ولوکرہ المشرکون یعنی اکمال الدین میں حضرت صادق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فرعون حضرت موسےٰ کی تلاش میں بنی اسرائیل کی حاملہ عورات کے پیٹ شق کرواتا تھا (اس کا ذکر بہ تغیر الفاظ کتاب خروج ۱/۱۵ تا ۲۲ میں بھی ہے) آپ نے فرمایا کہ اسی طرح جب بنی امیہ و بنی عباس واقف ہوئے۔ کہ ان جیسے امراء وجبابرہ کے ملک کا زوال حضرت قائم کے ہاتھوں ہوگا تو انہوں نے بھی ہمارے ساتھ عداوت اختیار کی اور قتل قائم[1] تک پہنچنے کے طمع سے انہوں نے اپنی تلواریں اہلبیت رسول کو قتل کرنے اور پیغمبر کی نسل کو مٹانے کے لئے اٹھائیں لیکن اللہ نے انکار کیا کہ کھلے اس کا امر کسی ظالم پر جب تک کہ اللہ اپنے نور کو تمام کرے اگرچہ مشرکوں کو برا معلوم ہو۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے۔ اور اکمال الدین صہ ۲۰۱ صہ ۲۰۲ صہ ۲۰۳ میں درج ہے۔ سدیر صیرفی اس کا راوی ہے۔ اس حدیث میں حضرت صادق علیہ السلام نے امر صاحب الزمان کو بہت تشریح سے بیان فرمایا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس تمام حدیث کو دیکھ لے تو اسے یقین ہو جائیگا کہ منشی صاحب کی منطق بالکل غلط ہے۔ اس حدیث کو صاحب المناقب وصاحب ینابیع المودۃ (صفحہ ۳۷۹) نے بھی لکھا ہے۔ صاحب ینابیع کی مخرجہ حدیث کو یہاں لکھا جاتا ہے قال الصادق علیہ السلام نظرت فی کتاب الجفر الجامع صبیحۃ ھذا الیوم وھو الکتاب المشتمل علی علم ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ وھو الذی خص اللہ بہ محمداً والائمۃ من بعدہ وتاملت فیہ مولد قائمنا المھدی وطول غیبتہ وطول عمرہ وبلوی المومنین فی زمان غیبتہ وتولد الشکوک فی قلوبہم من ابطاء ظہورہم وخلعہم ربقۃ الاسلام من اعناقہم قال اللہ عز وجل وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ یعنی ولایۃ الامام فاخذتنی رقۃ واستولت علی الاحزان وقال قدر اللہ مولدہ تقدیر مولد موسیٰ وقدر غیبتہ تقدیر غیبۃ عیسیٰ وابطاءہ کابطاء نوح وجعل عمر عبدہ الصالح الخضر دلیلا علی عمرہ اما مولد موسیٰ فان فرعون لما وقف ان زوال ملکہ بید مولود من بنی اسرائیل امر بقتل مولود ذکر من بنی اسرائیل حتی قتل نیف

---

[1] اس کی تائید ایک سنی کی کتاب الاتحاف صہ ۶۹ سے بھی ہوتی ہے فاضل مولف لکھتا ہے ولد الامام محمد الحجۃ ابن الامام الحسن الخالص ابسرمن رای لیلۃ النصف من شعبان ۲۵۵ھ قبل موت ابیہ بخمس سنین وکان ابوہ قد اخفاہ حین ولد وستر امرہ لصعوبۃ الوقت وخوفہ من الخلفاء فانہم کانوا فی ذالک الوقت یتطلبون الہاشمیین ویقصدونہم بالحبس والقتل ویریدون اعدامہم الخ یعنی حضرت حجۃ بن الحسن علیہما السلام شب پانزدہم شعبان ۲۵۵ھ کو شہر سامرہ میں اپنے پدر بزرگوار کی موت کے ۵ سال پہلے پیدا ہوئے جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے وقت کی سختی اور حاکموں کے خوف کی وجہ سے آپ کو چھپائے رکھا اور آپ کے امر کو مستور کیا کیونکہ وہ اس وقت ہاشمیوں کو ڈھونڈ کر قتل وحبس کرتے تھے اور ان کو مٹا دینا چاہتے تھے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون!

وعشرین الفاً مولوداً فحفظ الله موسیٰ کذالک بنوامیہ وبنو العباس وقفوا علیٰ ان زوال الجبابرۃ علیٰ ید القائم قصدوا قتلہ ویابی الله ان یکشف امرہ الخ اس کا ترجمہ صفحہ ۲۰ کتاب ہذا میں کیا گیا ہے اکمال الدین کی حدیث اور یہ حدیث ایک ہی ہے۔ ان دونوں کا ایک ہی راوی۔ ایک ہی مضمون اور ایک ہی امام بیان کرنے والا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا حدیث میں زوال الجبابرہ کے بعد لفظ منہم نہیں۔ اسی قسم کی ایک حدیث حضرت امام حسن عسکری سے بھی مروی ہے۔ دیکھو غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۴۵۔ الغرض یہ حدیث اکثر کتب امامیہ وغیر امامیہ میں درج ہے لیکن سوائے اکمال کے اور کہیں بھی زوال الجبابرہ کے بعد لفظ منہم نہیں۔ چنانچہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حق الیقین جز نہم صفحہ ۱۳۵ میں عبارت زیر بحث کے مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چوں خلفائے جور شنیدہ بودند کہ حضرت رسول و ائمہؑ خبر دادہ اند کہ امام دوازدہم ظاہر خواہد شد و عالم را پر از عدالت خواہد کرد۔ و خلفائے جور و سلاطین ظلم را برطرف خواہد کرد الخ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اکمال الدین میں سہو کاتب سے یہ لفظ بڑھ گیا ہے اور اگر ذرا تدبر کیا جائے تو خود یہ عبارت ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کو کہنے والے حضرت جعفر صادقؑ ہیں۔ اور بنی امیہ کا زوال آپ ہی کے وقت میں ہوا۔ پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ بنی امیہ کی سلطنت کا زوال میرے چھٹے بیٹے قائم کے ہاتھوں ہوگا جو ۱۰۰ سال کے بعد پیدا ہونے والا ہے۔ پس لابد ہے کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ ظالموں کے ملک کا زوال قائم کے ہاتھوں ہوگا۔ اور چونکہ بنی امیہ و بنی عباس یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اہل بیت میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جو ظالموں کی حکومتوں کا خاتمہ کریگا۔ اس لئے وہ اس نور خدا کے اطفاء کے لئے قتل ذراری رسول اللہؐ میں بخود سرگرم تھے۔ اس حدیث کے آخری حصے کو بغور پڑھیں جس میں حضرت صادق علیہ السلام نے غیبت و طول عمر صاحب الامر کو ثابت کیا ہے۔ الحاصل اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بنی امیہ و بنی عباس کی سلطنت کا زوال حضرت امام ثانی عشر کے ہاتھ سے ہوگا اور نہ ان کا زوال آپکے ہاتھ سے ہوا۔ اسلئے نہ تو احادیث ائمہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور نہ ہمیں یہ ثابت کرنے کی چنداں ضرورت ہے کہ کس کس ملک میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس بھی باقی ہیں +

احمدی۔ ۳۲۔ منجملہ علامات ظہور امام غائب صدائے آسمانی و سفیانی بھی ہے دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۴۴ (۱) کلینی نے لکھا ہے ینادی منادی الا ان فلان ابن فلان وشیعتہ ہم الفائزون اول النہار وینادی اٰخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون روضہ کافی صہ ۹۹

(۲) فیومن اہل الارض اذا سمعوا الصوت من السماء الا ان الحق فی علی ابن ابی طالب

وشليته قال فاذا كان الغد صعد ابليس فى الهواحتى تيوارى من اهل الارض ثم ينادى الا ان الحق فى عثمان بن عفان فانه قتل مظلوما فاطلبوا بدمه الخ رسالہ الحجہ صـ ۱۵ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور قائم بوقت بنی امیہ معہود تھا۔

شیعہ۔ اس مقام میں بھی معترض نے دھوکا دہی کی کوشش کی ہے علامات ظہور میں صیحہ آسمانی ہے نصدائے آسمانی۔ اس صیحہ کا ثبوت پہلے تو کتب مخالفین سے دیتے ہیں در المنظوم میں **کمال الدین** ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی اور شیخ سلیمان نقشبندی ینابیع المودۃ صـ ۳۲۷ صـ ۳۵۷ صـ ۳۵۹ صـ ۳۶۲ میں اور جواہر العقدین میں ابن عمر سے اور ابن حجر نے صواعق محرقہ حموینی نے فرائد السمطین میں ابن عباس سے اور محمد صبان المصری نے اسعاف الراغبین میں اور محمد پارسا نے فصل الخطاب میں بتغیر الفاظ لکھا ہے ومن امارات خروج الامام المهدی منادینادی الا ان صاحب الزمان قد ظهر وهو فی لیلة الثالث والعشرین من شهر رمضان الخ یعنی علامات خروج مہدی سے یہ ہے کہ منادی ندا کریگا کہ صاحب زمان ظاہر ہوگیا اور یہ ندا ماہ رمضان کی تیئسویں شب کو ہوگی اور مقاتل نے اس کو صیحہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اب شیعوں کی کتابوں کے حوالے دیکھئے:۔ (۱) اسی کتاب الحجۃ۔ آیت نمبر ۹۰ واستمع یوم ینادی المنادی من مكان قريب يوم يسمعون الصيحة بالحق ذلك يوم الخروج کے ذیل میں تفسیر علی ابن ابراہیم کے حوالہ سے لکھا ہے۔ قال الصادق ينادى المنادى باسم القائم واسم ابيه قوله يوم يسمعون الصيحة بالحق ذالك يوم الخروج قال تعالى صيحة القائم من السماء ذالك يوم الخروج

(۲) النجم الثاقب صفحہ ۴۴ میں ہے۔ در کمال الدین مروی است از جناب باقر کہ فرمود ندا مے کند منادی از آسمان کہ فلاں بن فلاں است امام وتام اور اسم برد۔ نیز دراں مروی است از زرارہ از جناب صادق کہ فرمود ندا مے کند منادی باسم قائم گفت گفتم خاص است یا عام فرمود عام است مى شنود ہر قوم بزبان خود شان۔ در عیاشی است بشب جمعہ خواہد شد برشما صدا از آسمان باسم او وامر او و غیبت نعمانی آں صدا از جبرئیل است در ماہ رمضان در شب جمعہ ۲۳ خلاصہ یہ ہے کہ شب جمعہ ۲۳ ماہ رمضان کو جبرئیل ندا کریگا۔ سا لخفہ قائم اور اس کے باپ کے نام کے۔ یہ وہ صدائے آسمانی ہے جس کا ہونا امام کے خروج کی علامت ہے۔ عثمان کے صیحہ والی حدیث ضعیف ہے دیکھو مراۃ العقول شرح فروع کافی صـ ۳۹۷ اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو در اینڈ آپ کا نتیجہ غلط ہے کیونکہ جس امر کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں وہ تو جنگ جمل میں واقع ہوا جس میں بی بی عائشہ صاحبہ نے اونٹ پر سوار ہو کر وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى کی خلاف ورزی کر کے فوج کی کمانڈ لی اور ثارات العثمان کے حیلہ سے ہزارہا صحا

جلیل الشان کو قتل کروایا۔ لیکن اس میں بھی یہ ندائیں نہیں ہوئیں۔ خیر یہ واقعہ تو حضرت علی کے وقت کا ہے۔ اور جو حدیثیں آپ نے نقل کی ہیں وہ حضرت صادق کی فرمودہ ہیں۔ اور حضرت صادق کے سامنے بنی امیہ کو زوال ہُوا تو اگر یہ ندائیں جنگ جمل میں ہو چکی تھیں۔ تو حضرت صادق یہ کیوں فرماتے کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہو گا پس ثابت ہُوا کہ ظہور قائم بعہد حکومت بنی امیہ معہود نہ تھا۔

رسالۃ الحجہ کی پوری حدیث اس طرح ہے عن عبد اللہ بن سنان قال کنت عند ابی عبد اللہ فسمعت رجلا من ھمدان یقول ان ھؤلاء العامہ لیعیرونا ویقولون لنا انکم تزعمون ان منادیا ینادی من السماء باسم صاحب ھذا الامر فکان متکیا فغضب وجلس ثم قال الا تسدوہ عنی وردوہ عن ابی ولاحرج علیکم فی ذالک اشھد انی سمعت ابی یقول اللہ ان ذالک فی کتاب اللہ عزوجل حیث یقول ان نشا ننزل علیھم اٰیۃ من السماء فظلت اعناقھم لھا خاضعین فلا یبقی فی الارض یومئذٍ احد الاخضع وذلت رقبتہ فیومن اھل الارض الیٰ آخر الحدیث کما نقلہ المعترض۔ اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوئیں ایک یہ کہ ایک ندا باسم صاحب الزمان ہوگی اور دوسری الا ان الحق فی علی کی دوسرے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ ندا زمانۂ مستقبل میں ہوگی جیسے کہ فلا یبقی سے ظاہر ہے نہ یہ کہ پہلے ہو چکی اس امر کا ثبوت کہ آخری زمانہ میں بھی عثمانی ہونگے۔ حافظ ذہبی کی حدیث سے ہوتی ہے (ذہبی کی تصانیف کی ثقاہت کے لئے دیباچہ نور الدین صـ۵۷ـ دیکھو) روی عن حذیفہ قال قال رسول اللہ اذا خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان یعنی حضرت رسول کریم نے فرمایا کہ جب دجال نکلیگا تو پیروی کرینگے اس کی وہ لوگ جو محبت رکھتے ہیں عثمان سے۔ اور انہی کے لئے ندا تو شیطانی ہوگی الا ان الحق فی عثمان۔ ان عثمانیوں کے خر دجال کی دم پکڑنے کی شاید یہ وجہ ہے کہ پہلے بھی انہوں نے جمل وصاحبہ جمل کی پیروی کی تھی اور آخری زمانہ میں بھی دجال کی سواری کو دیکھ کر پہلے گمان کے مطابق اسکے پیچھے لگ جائینگے +

احمدی۔ خروج سفیانی۔ تاریخ دان اصحاب پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ ظہور بھی خلفائے عباسی کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں ھو علی ابن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ کانت امہ نفیسہ بنت عبد اللہ بن العباس (عباس علمدار) بن علی ابن ابی طالب وکان یقول انا ابن شیخی صفین یعنی علیا ومعاویہ وکان من بقایا بنی امیہ بالشام وکان من اھل العلم والروایۃ فادعی لنفسہ بالخلافۃ اخر سنۃ خمس وتسعین واعانہ الخطاب بن وجہ العلس مولی بنی امیہ تاریخ ابن خلدون جزو ۳ صفحہ ۲۳۴-۲۳۵۔ اس عبارت میں وکان من بقایا بنی امیہ

بالشلم خاص قابل غور ہے۔ یہ تو تاریخی سفیانی ہے لیکن ایک اور روایتی سفیانی بھی ہے سو خدا کا شکر ہے کہ اس کا ظہور بھی حسب روایات معتبرہ شیعہ ہو چکا ہے دیکھو روایات ذیل و واقعات

(۴) محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی ہیں واقعات سنہ ۱۲۰۰ھ میں آیا ہے کہ فی سبعمائة قنطاریه وھی علم علی کل قنطاریه صلیب تحت کل صلیب الف فارس افرنجی ونصرانی وھذہ قصة عظیمة طویلة وفی زمانه یخرج الیه رجل من مکة یقال له سفیان بن حرب وفی خبر آخر من وقت خروجه الی ظهور القائم قال محمد ثمان اشهر لا یکون زیادة یوم ولا نقصان جامع الاخبار فصل ۱۰۲ یعنی سنہ ۱۲۰۰ھ میں قنطاریہ کا ظہور ہوگا۔ اور اس کے زمانہ میں ایک شخص مکہ سے نکلیگا جس کو سفیان بن حرب کہینگے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اسکے خروج کے وقت سے ظہور قائم تک آٹھ ماہ ہونگے اور اس سے ایک دن زیادہ کم نہ ہوگا۔ آٹھ ماہ کی بجائے ایک سال ہی فرض کیا جائے تو ۱۲۰۱ھ ہوتا ہے اور اس وقت ظہور قائم مقدر تھا۔ اور اب تو ۱۳۳۳ھ بھی شروع ہوگیا ہے کیا اس سے بوجہ اولےٰ وفات امام غائب مستنبط نہیں ہوتی۔

شیعہ خروج سفیانی کا ثبوت بھی پہلے ہم مخالفین کی کتابوں سے دیتے ہیں۔ تا کہ مرزا صاحب کا دعوئے مہدویت باطل ہو۔

امام محمد بن طلحہ شافعی در المنظوم میں لکھتے ہیں ومن امارات ظہور المہدی علیہ السلام خروج السفیانی وھو من ثنتین الغا الی الملکه وفی البید اذ یخسفہم الارض فلا ینجوا منہم الا رجلان وتکون مدة حکمه ثمانیة اشهر وظهور المهدی علیه السلام فی ھذہ السنة (ینابیع المودة صفحہ ۳۴۷ صفحہ ۳۵۴ صفحہ ۳۵۵) اور ینابیع المودة صفحہ ۳۵۸ میں حضرت علی سے خروج سفیانی کی روایت ہے اور وہ یہ کہ نو مہینے حکومت کریگا۔ روایت صحیحہ یہی ہے کہ سفیان نو مہینے حکومت کریگا۔ اور روضہ کافی کی حدیث نمبر ۴۸۴ میں بھی ہے کہ حضرت قائم سے پہلے خروج سفیانی ہوگا۔ اور بیدا میں اس کا لشکر زمین میں دھنس جائیگا اور اسی قسم کی روایت مشکوٰۃ و ابو داؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بہم بالبید اء بین مکة والمدینه الخ اس کا خروج شام سے ہوگا (اکمال الدین صفحہ $\frac{190}{158}$) یہ شام فلسطین، حلب حمص اور اردن پر قبضہ کریگا۔ اس وقت خونریزی عام ہوگی۔ اور یہ اسوقت ہوگا جب کہ ترک جیرہ میں اور اہل روما رملہ میں پہنچ جائینگے اور اہل شام میں نفاق پھیلیگا۔ اہل روما اور ترکوں کا فساد اسی پر ختم ہوگا۔ یہ ماہ رجب میں شام سے خروج کریگا۔ اس کا نام عثمان بن عقبہ سفیانی ہوگا (اکمال الدین صفحہ ۳۶۵) کوفہ وغیرہ کو غارت کر کے مذکورہ بالا پانچ شہروں پر قابض ہوگا۔ اسی سال

ماہ مبارک رمضان میں خلاف قواعد منجمین چاند گہن و سورج گرہن ہوگا۔ یعنی پانچویں کو چاند گہن اور پندرھویں کو سورج گرہن اور تیئسویں تاریخ کی رات کو ندائے آسمانی دربارہ ظہور امام ہوگی جس کا ذکر پہلے کیا گیا۔ اور شوال یا ذیقعد میں صحرا و بیدا میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے جیش سفیانی منخسف ہوگا۔ اور وہ قریب خروج امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے روحی وارواح العالمین لہ الفداء

اب منشی صاحب کے سفیان کو لیں۔ اول تو خود ان کے ایراد میں تناقض ہے کیونکہ جس کو بیتاریخی سفیانی کہتے ہیں اس کا خروج بقول اُن کے ۹۵ھ میں ہوا۔ اور روایتی کا ۱۳۶ھ میں پس آپ یہ قرار دیں کہ آپ کے نزدیک ان دو میں سے خروج سفیانی کون ہے پھر دیکھیں کہ مذکورہ بالا علامات اس میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے تاریخ ابن خلدون سے جس اموی کے خروج کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کا نام علی بن عبد اللہ ہے۔ اور روایت جامع الاخبار میں اس کا نام سفیان بن حرب ہے حالانکہ جس سفیانی کا خروج علائم ظہور میں سے ہے اس کا نام عثمان بن عتبہ سفیانی ہے پس پہلے آپ اس کا خروج اور اسکے لشکر کا بیدا میں منخسف ہونا ثابت کریں۔ پھر عدم خروج امام سے ان کی وفات ثابت کریں[1] خروج سفیانی کی حدیث حضرت صادقؑ سے مروی ہے جو دوسری صدی میں تھے۔ اور اس حدیث سے عیاں ہے کہ یہ علامت آپ کے بعد ہوگی۔ لیکن آپ کا تاریخی سفیانی پہلی صدی میں خروج کر چکا ہے پس ثابت ہوا کہ امام کا مقصود اس کا خروج نہ تھا۔ باقی رہی جامع الاخبار کی روایت سو حقیر کو یہ حدیث کتب اربعہ احادیث میں نہیں ملی۔ پس یہ اخبار احاد سے ہے اور اگر اس کو صحیح بھی مانیں تو اس کے بارے میں وہی قول کہینگے جو ظہور الدین اکمل صاحب نے تشحیذ جلد ۱۰ نمبر ۳ صفحہ ۵ میں الہام واستوت علی الجودی کے متعلق فرمایا ہے "یہ الہام ایک طوفان کے متعلق ہے یہ نہیں معلوم اس طوفان سے کیا مراد ہے" اور براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ میں مرزا صاحب کا ایک الہام درج ہے جس میں لکھا ہے "ہمارا رب عاجی ہے" عاج کے معنی ہاتھی دانت کے ہیں۔ لیکن تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ نمبر ۱ صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے "اسکے معنی ابھی تک معلوم نہیں" اسی طرح مرزا جیو کا ایک الہام ہے انت منی بمنزلۃ اولادی اسکے بارے میں حاشیہ صفحہ دافع البلاء میں لکھا ہے اس کی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں

---

[1] تاریخ ابن خلدون کے کان من بقایا بنی امیہ بالشام پر بھی ہمنے خوب غور کیا ہے اسکی طرف خاص توجہ منعطف کرانے کی اغلباً یہ وجہ ہے کہ آپ کے ذہن میں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بس علی بن عبد اللہ پر ہی بنی امیہ کا خاتمہ ہوگیا حالانکہ تاریخ اندلس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپین میں ۷۵۶ء ۱۳۸ھ تک اول بنی امیہ اور پھر بنی عباس کے گورنروں نے حکومت کی پھر ۱۳۹ھ سے ۴۲۲ھ ۱۰۳۱ء تک بنی امیہ کا خاندان حکومت کرتا رہا (سلسلۂ تاریخ عالم جلد ۱ صفحہ ۹)

کہ ہمیں معلوم نہیں۔ اس حدیث میں ۲۰۰ سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ یہ حدیث حضرت رسول اللہ سے مروی ہے اور سنہ ہجری حضرت عمر کے وقت سے جاری ہؤا پس اس سے سنہ ہجری مراد نہیں اور نہ اصل حدیث میں اس کی توضیح ہے اور نہ سنہ ۲۰۰ھ میں یہ واقعات ظاہر ہوئے۔ نہ سفیانی کا خروج ہؤا کہ اس کے بعد حضرت کا خروج لازمی ہوتا پس حضرت کی مراد اس سے کچھ اور ہے جس کا ہمیں علم نہیں اور خدا فرماتا ہے ولا تقف مالیس لک بہ علم ازالہ ص۲ اور اس سے حضرت کی وفات کسی طرح مستنبط نہیں ہوتی کیونکہ یہ واقعات تو آجتک ظاہر نہیں ہوئے +

احمدی (۱۴۲) (منشی جی نے غلطی سے (۱۲) لکھا ہے) اب ایک اور طریق سے وفات امام غائب پر توجہ دلاتا ہوں یہ طریق مشتمل ہے بعض معتقدات شیعہ پر اول عقیدۂ رجعت ہے .... اسی زمانہ رجعت میں امام غائب کا ظہور بھی مقرر ہے رسالہ رجعت ص۵۹ بلکہ آپ کے اسمائے گرامی میں ایک صاحب الرجعت بھی ہے۔ نجم الثاقب ص۲۸ اور رجعت بغیر ایک دفعہ مرنے کے ناممکن ہے نیز اگر رجعت کے عقیدہ کا ابطال از روئے قرآن کیا جائے تو وہ مستلزم ہوگا۔ عدم ظہور امام غائب عدم حیات کو علیٰ ہذا القیاس.... سو پہلے قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کرنا چاہئے لیکن اگر وہ ثابت بھی ہو جائے پھر بھی حیات وبقائے امام غائب الی الآن پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب امام کے سب لشکر اور معاون مر کر زندہ ہونگے اور ان کی وفات اولیٰ ان کی مانع نہیں تو امام غائب کی رجعت بھی بعد از وفات ظہور کے لئے مانع نہ ہوگی۔ بہرصورت اس عقیدۂ رجعت سے بھی وفات امام غائب نکل سکتی ہے۔

اس جگہ یہ معلوم رہے کہ عقیدۂ رجعت ہرگز عقائد شریعت اسلام میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا بانی مبانی عبداللہ بن سبا ہؤا ہے دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دویم ص۵۲۴ اور بعضے اسلاف شیعہ بھی اس عقیدہ سے منکر تھے علامہ مجلسی لکھتے ہیں جمعے از شیعیان شما ہستند کہ قائل نیستند کہ شما و دشمنان شما در آں روز زندہ خواہید شد دیکھو حق الیقین ص۱۴۵

شیعہ۔ پہلے ہم رجعت کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں آیت اول پ۱۷ ع۷ وحرام علی قریۃ اھلکنا ھا انھم لا یرجعون یعنی جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں پھر ان کا لوٹنا ہم نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ ترجمہ صاحب فصل مصفےٰ ص۳۶۲ اسی طرح کی آیت پ۲۳ ع۱ میں ہے الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون اس سے قبل ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون الخ

اسی آیت سے احمدی صاحبان تو عدم رجعت ثابت کرتے ہیں اور ہم رجعت ان کا استدلال یہ ہے کہ اھلکنا سے امتنا مراد ہے یعنی جس قریہ کے لوگوں کو ہم ماریں وہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے پس رجعت

محال ہوئی۔ اور ہلاک بمعنی موت میں ان یہلک مسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا پیش کرتے ہیں
اس لئے پہلے ہم اھلکنا کے بارے میں محاورۂ قرآن کو دیکھتے ہیں پ ۷۔ الم یروا کم اھلکنا من قبلہم من
قرن مکنا ہم فی الارض مالم نمکن لکم وارسلنا السماء علیہم مدرارا وجعلنا الانہار تجری من تحتہم
فاھلکنا ہم بذنوبہم الخ کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں۔ پہلے ان سے سنگتیں ان کو جمایا تھا ہم نے ملک میں
جتنا تم کو نہیں جمایا۔ اور چھوڑ دیا مینہ ان پر آسمان برستا اور بنا دی نہریں بہتی ان کے نیچے پھر ہلاک کیا انکو
ان کے گناہوں پر (ترجمہ نذیر احمد) پ ۸ وکم من قریۃ اھلکنا ھا فجاءھا باسنا بیاتا او ہم قائلون
اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے پ ۳ کداب
اٰل فرعون والذین من قبلہم کذبوا بایات ربہم فاھلکنا ھم بذنوبہم الخ جیسے دستور فرعون والوں کا
جو ان سے پہلے تھے جھٹلائیں انہوں نے آیات اپنے رب کی پس ہلاک کیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر
پ ۱۱، ۷ ولقد اھلکنا القرون من قبلکم ۱۴-۱ وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم۔ بقرینہ سباق اس
جگہ بھی ہلاکت بعذاب مراد ہے۔ چنانچہ تفسیر رازی میں (جس کو درایتہً آپ کے فرقہ نے ائمہ سلف کے بعد
انتخاب کیا ہے۔ دیباچۂ نور الدین ص ۵) ذیل آیت ہذا لکھا ہے وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم
فی الھلاک والعذاب وانما یقع فیہ التقدیم والتاخیر فالذین تقدموا کان وقت ھلاکہم فی الکتاب
معجلا والذین تاخروا کان وقت ھلاکہم فی الکتاب موخرا وذالک نہایۃ فی الزجر والتوبیخ۔ پس مراد
ہلاکت سے عذاب استیصال ہے اور یہی قول رازی و نیشاپوری و قاضی ہے ۱۵-۲- وکم اھلکنا من
القرون من بعد نوح الخ ۱۵-۲۰ وتلک القریٰ اھلکنا ہم لما ظلموا۔ اسی طرح پ ۱۶ ۸-۹-۱۶-۱۷-
پ ۱۷ ۱ و ۳ فکاین من قریۃ اھلکنا ھا پ ۱۹ ۱۱-۱۵ پ ۲۰ ۸-۹- وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتہا
پ ۲۱ ۱۶- پ ۲۳ ۱۰- پ ۲۵ ۷-۱۵ پ ۲۶ ۴-۶-۱۷ پ ۲۷ ۱۰ میں ہلاکت قرن یعنی ہلاکت اہل قریہ بعذاب آیا
ہے۔ ہلک کے معنی کے لئے دیکھو دافع البلاء ص ۵ لولاالاکرام لھلک المقام ترجمہ ص ۱۰ اگر تیرا اکرام
مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ فرمایا تھا اس جگہ ہلاکت مقام سے عذاب مراد ہے یا کچھ
اور پس ہلاکت قریہ سے بھی یہی مراد ہوئی۔

الغرض جتنی آیات قرآن میں اہلاک قرون و قریٰ کا ذکر آیا ہے اور ان تمام مقامات میں ہلاکت
بمعنی عذاب استیصال ہے اور اس آیت میں بھی وہی الفاظ ہیں اہلاک قریہ۔ تو اسکے بھی وہی معنے ہوئے
اور عقل بھی یہی حکم لگاتی ہے کیونکہ گاؤں کا گاؤں تو عذاب سے ہی ہلاک ہوا کرتا ہے نہ معمولی موت سے
پس اس آیت سے یہ مستنبط ہوا کہ جو لوگ عذاب سے ہلاک ہوئے ان کی رجعت نہ ہوگی۔ اس رجعت

سے رجعت اخروی مراد نہیں کیونکہ آخرت میں تو سب کی رجعت ہوگی کل الینا راجعون۔ فلم نغادر منہم احداً اسپر صریح ناطق ہیں پس مراد یہ ہوئی کہ ان قریٰ ہلاک شدہ کی رجعت دنیا میں نہ ہوگی اس دن جو کہ اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور کون قریٰ ہلاک ہوئے جو ظالم تھے جنہوں نے انبیاء اور خاصان خدا پر ظلم کئے۔ دیکھو آیات محولہ بالا۔ ایسے ظالموں کے لئے ارشاد ہے ولنذیقنہم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلہم یرجعون پ ۲۱ ۱۵ ضرور چکھائینگے ہم ان ظالموں کو چھوٹا عذاب بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ زمانہ رجعت میں پلٹ کر آئیں۔ عذاب اکبر سے مراد قیامت کا عذاب ہے اور عذاب ادنےٰ دنیا میں ملیگا پس جن کو عذاب ادنےٰ مل گیا۔ ان کی رجعت نہ ہوگی لیکن جن ظالمین انبیاء و اوصیاء کو مرنے سے پہلے یہہ عذاب ادنےٰ نہیں ہوا۔ ان کو رجعت میں ہوگا۔ اور اسی صورت میں کلام اللہ سچا ٹھہرتا ہے اس کی تائید ذیل کی آیت سے ہوتی ہے جو خروج دابۃ الارض کے بعد ہے اور یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ دابۃ الارض کا خروج زمانۂ مہدی کے متعلق ہے دیکھو ص ۳۳ تشحیذ مردودہ۔ ارشاد ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایاتنا الخ اور جس دن ہم حشر کرینگے ہر ایک امت سے ایک فوج ان میں سے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ ہر ایک امت سے ایک مکذبہ گروہ کا حشر کرینگے یہ آیت حشر آخرت کے متعلق نہیں کیونکہ اس میں تو مطابق آیہ فلم نغادر منہم احدا۔ کوئی بھی چھوڑا نہ جائیگا سب محشور ہونگے پس ثابت ہوا کہ ایک دن ایسا بھی ہے جب کہ ہر ایک امت سے ایک فوج محشور ہوگی اور اسی کو ہم یوم الرجعت کہتے ہیں۔ آپ شاید لفظ حشر کی بھی کچھ تاویل کریں۔ جیسا کہ آپ کی عادت ہے اس لئے ہم پہلے ہی اس کے معنے قرآن سے بیان کر دیتے ہیں پ ۸ ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم الموتیٰ وحشرنا علیہم کل شئی قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ الخ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتاریں۔ اور ان سے مردے بولیں اور جلادیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے تو بھی وہ ایمان نہ لائینگے۔ مگر جو اللہ چاہے (ترجمہ نذیر احمد) اس سے ایک اور بات کا بھی جواب ہوگیا وہ یہ ہے کہ صاحب عسل مصفےٰ نے لکھا ہے کہ دنیا میں مردوں کو زندہ کرنا اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو خدا اس آیت میں ایک ایسی چیز کے امکان کو کیوں بیان کرتا جو بوجہ اسکے وعدہ کے خلاف ہونے کے ممکن نہیں پ ۱۵ وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا میں تو حشر صاف جی اٹھنے کے معنی میں ہے ارشاد ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشاہدین پ ۳ ۱۷۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء نے اقرار کیا کہ وہ رسول کریم کی نصرت کرینگے لیکن چونکہ دین اسلام سب

کے بعد آیا اسلئے وہ اس نصرت سے قاصر رہے پس ضرور ہے کہ خدا ان کو حضرت مہدی کے وقت میں زندہ کرے تاکہ یہ اسلام کی نصرت کرکے اس آیت کی تصدیق کریں۔ جلال الدین سیوطی نے رسالہ نشر العالمین میں لکھا ہے ان اصحاب الکھف ہم وزراء للمہدی وہم یحیئون فی زمانہ بامر اللہ لاعانتہ ووزارتہ۔ اصحاب کہف حضرت مہدی کے زمانے میں آئینگے۔ اور آپ کے وزراء ہونگے یہ قول احمدیوں پر حجت ہے کیونکہ دیباچہ نور الدین صفحہ ۱۰ و ۵ میں جلال الدین سیوطی کو حکیم نور الدین نے امام لکھا ہے اور ان پر اللہ کی رحمت کے نزول کی دعا مانگی ہے۔ خوف طوالت کی وجہ سے ابھی اتنے پر ہی اکتفا کی جاتی ہے +

حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیات سے عقیدہ رجعت کی تصدیق ہو گئی جس کو مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے حق الیقین جزو ۲ صفحہ ۱۶۲ میں بایں الفاظ لکھا ہے۔ خلاصہ ایں است کہ رجعت بعضے از مومناں و بعضے از کافران و نواصب و مخالفان متواتر است و انکارش موجب خروج از دین تشیع است۔ جو عبارت منشی صاحب نے اسلاف شیعہ کے اس عقیدہ سے منکر ہونے کے بارے میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجھے حق الیقین کے باب رجعت میں نہیں ملی۔ اور اگر بعض اسلاف منکر ہوں بھی تو مذہب شیعہ پر الزام نہیں آسکتا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ جدید شیعہ ہوں جن کو عقائد شیعہ سے اس وقت تک پوری واقفیت حاصل نہ ہوئی ہو۔ اور اگر وہ بالکل اس عقیدہ سے منکر تھے تو وہ شیعہ نہیں۔ اس طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ احمدیوں کے اصحاب صفہ کے درلعان اور مہاجروں کے فخر مجدد الدین مولوی محمد علی صاحب ایم اے جن کو مرزا صاحب نے مجدد الدین کا خطاب دیا۔ مرزا صاحب کی نبوت کے منکر ہیں پس اگر اس انکار سے آپ کے عقیدہ نبوت مرزا صاحب میں کچھ خلل آسکتا ہے تو آپ کے نامبردہ شیعوں کے انکار رجعت سے بھی ہمارے عقیدہ میں خلل آسکتا ہے اذلیس فلیس بلکہ اگر تمام شیعہ بھی عقیدہ رجعت سے منکر ہو جائیں تو بھی اس عقیدہ میں کوئی نقص نہیں آسکتا کیونکہ اول تو ان کے قول کو ہمارے ائمہ نے کوئی حجت قرار نہیں دیا اور نہ ان خاص آدمیوں کو کوئی خطاب عطا ہوا۔ برخلاف اسکے مولوی صاحب مذکور کو تو آپ کے پیمبر نے مجدد الدین کا خطاب دیا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ ان کا قول حجت ہے کیونکہ یہ مجدد الدین ہیں۔ دوم ہمارے دین کا مدار احادیث ائمہ پر ہے اور احادیث ائمہ منکر رجعت کو خارج از تشیع قرار دیتی ہیں لیکن آپ کے دین کا مدار قدرت ثانیہ پر ہے جس سے حواریین مرزا صاحب مراد ہیں۔ اور مرزا صاحب کا ایک بڑا مقرب حواری عقیدہ نبوت مرزا صاحب سے منکر ہے۔ پس ان کا قول آپ پر حجت ہے ناسخ التواریخ صحاح معتمد علیہ سے نہیں ہے۔ یہ روایت بھی ان صحاف میں سے ہے جو بغیر تنقید اس نے درج کر دی ہے۔

امام علیہ السلام کے القاب میں سے ایک لقب صاحب رجعت ہے لیکن اس سے بھی وفات مسیح ثابت

نہیں اور نہ رجعت بعد الموت مقصود ہے۔ منشی صاحب پر لازم تھا کہ جس کتاب سے انہوں نے یہ نقل لیا ہے اسی میں اس کی تشریح بھی دیکھتے یا شیعوں کی کتابوں سے یہ ثابت کرتے کہ شیعہ قائل ہیں کہ حضرت حجۃ وفات پا چکے ہیں اور آخری زمانہ میں ان کی رجعت ہوگی۔ لیکن جب شیعہ امام کی وفات کے قائل نہیں تو وہ رجعت سے رجعت عن الموت مراد نہیں لیتے۔ رجع۔ رجوع۔ رجعۃ کے معنے ہیں۔ بازگشتن واپس آنا (صراح صفحہ ۲۴۹) پس جیسے رجعت مردوں کے زندہ ہوکر دنیا میں واپس آنے پر اطلاق ہوتا ہے ویسے ہی جو غائب ہو۔ جب واپس آئے تو اس پر بھی رجعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب ایام صلح کے صفحہ ۱۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں: "اگر اس جگہ نزول کے لفظ سے یہ مقصود تھا کہ حضرت عیسے علیہ السلام آسمان سے دوبارہ آئینگے تو بجائے نزول کے رجوع کہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جو شخص واپس آتا ہے اس کو زبان عرب میں راجع کہا جاتا ہے نہ نازل" راجع اور صاحب الرجعہ کے ایک معنی ہیں اور یہ اس کو کہا جاتا ہے جو واپس آئے۔ الحمد للہ کہ آپ ہی کے مرشد کے قول سے ہمارا دعوٰے ثابت ہوگیا۔ اور یا صاحب الرجعت سے مراد صاحب زمانہ رجعت ہے یعنی جس کے زمانہ میں مردے رجعت کرینگے۔ اس بنا پر تو کوئی اعتراض ہی لازم نہیں آسکتا یہ لفظ حضرت عیسے کے لئے بھی استعمال ہوا۔ عن حسن البصری قال قال رسول اللہ للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامہ حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت رسول نے یہود سے فرمایا کہ حضرت عیسے نہیں مرے اور قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں اس حدیث کو ابن کثیر نے (جو تفاسیر میں آپ کے ہاں روایۃً ائمہ سلف کے بعد انتخاب کی گئی ہے صفحہ ۵۷ دیباچہ نور الدین) اور صاحب درمنثور نے (جس کے حوالے الہامی کتاب اعجاز المسیح میں ہیں) لکھا ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو نمرا ہوا اس پر بھی لفظ راجع یا بالفاظ دیگر صاحب الرجعۃ اطلاق ہوتا ہے

احمدی۔ سوم۔ کتب شیعہ میں ایک نہایت معتبر و متواتر حدیث ہے عن النبی اذ قال کلما فی الامم السالفۃ یکون فی ھذہ الامۃ مثلہ حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ جس کا ما حصل یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ ضرور ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا بعینہ اس امت میں بھی ہو کر رہیگا۔ دیکھو اکمال الدین صفحہ ۳۰۹ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ام سالفہ میں کونسا امام بلکہ پیغمبر ہی سہی ایسا گذرا ہے جس کے حالات مطابق ہوں بحالت امام غائب؟ جب تک ایسی کوئی نظیر سابقہ امتوں میں نہ ملے امام غائب کی ولادت سے لیکر تا ظہور زمانہ رجعت تک سب حالات قابل تسلیم نہ ہونگے۔ کسی خاص شخص کو تو شیعہ پیش نہیں کر سکتے جو مطابق مفاد حدیث طابق النعل بالنعل من کل الوجوہ امام غائب کا نظیر ہو۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف حالات کو مختلف اشخاص سے مشابہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثل طول العمر میں

حضرت نوح کو وقد روی فی النجو الذی اسندتہ فی ھذا الکتاب ان فی القائم سنۃ من نوح اکمال الدین صـ۲۹۳ اس میں شک نہیں کہ حضرت نوح کی عمر قرآن مجید کی ظاہر آیت سے ۹۵۰ ثابت ہے لیکن امام غائب کی عمر تو اس وقت ۱۰۷۰ برس ہو چکی۔ مشابہت طابق النعل بالنعل کیسے ہوئی۔ پھر نوح کی نسبت تو قرآن شاہد ہے۔ امام غائب کی عمر کا کون شاہد ہے۔ ... پھر اصول کافی میں ایک حدیث امام محمد باقر سے مروی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد رسول اللہ کے جو اوصیاء کرام ہیں وہ مطابق اور مشابہ ہیں اوصیاء عیسےٰ کے اور حضرت علی مسیح کی سنت پر ہیں۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنی عشر صـ۳۴۷ نظر بریں اہل محکم امام غائب کا مثیل پیغمبران ازمنہ قدیم مثل نوح والیاس وخضر وغیرہم میں سے منتخب کرنا بے سود ہے بلکہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیاء عیسےٰ میں سے تلاش کرنا چاہئے۔ لیکن امید نہیں کہ اس میں بھی کچھ کامیابی ہو۔ پس جب زمانہ سلف قدیم و قریب میں امام غائب کی کوئی مثیل ہی نہیں تو ثابت ہوا کہ امام غائب کے حالات ہی غلط ہیں۔

شیعہ۔ حدیث طابق النعل خود اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہے فرائد السمطین میں ابن عباس سے ایک حدیث مروی ہے جس میں یہ فقرہ ہے قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائن فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ

حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں اکیسویں حدیث مسند ابی سعید الخدری میں بدیں الفاظ نقل کی ہے قال قال رسول اللہ لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لتبعتموھم فقلنا یا رسول اللہ الیہود والنصاری قال فمن۔ زمخشری نے کشاف میں حذیفہ یمانی سے روایت کی ہے انتم اشبہ الامم سمتا ببنی اسرائیل لترکبن طریقتہم حذو النعل والقذۃ بالقذۃ غیر انی لا ادری اتعبدون العجل ام لا اور صاحب جامع الاصول نے احادیث فتن میں بسند ترمذی حدیث ابن عمرو ابن العاص نقل کی ہے قال رسول اللہ لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لیکونن فی امتی من یصنع ذالک۔ ان تمام احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ جو کچھ امم سالفہ میں ہوا وہ صحابہ میں بھی ہوگا (کیونکہ ان احادیث کے مخاطب صحابہ ہیں) یہاں تک کہ اگر پہلے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ زنا کیا ہوگا تو اس امت میں بھی ایسا ہوگا جیسا کہ مامون عباسی نے ابو یوسف کے فتوے سے اپنے باپ کی مدخولہ سے نکاح کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تو گوسالہ پرستی کی لیکن معلوم نہیں تم بھی کروگے یا نہیں۔ لیکن اس امت نے بھی گوسالہ پرستی کی عین حضرت کے وصال کے بعد ہی دیکھو رسالۃ الانصاف۔ پس ان احادیث سے تو قرن اولے کے صحابہ کی قلعی کھل گئی۔ اور وہ عقیدہ دربارۂ صحابہ جو کتاب نورالدین میں درج ہے غلط ہوگیا۔ الغرض جو جو امور امم

سالفہ میں ہوئے ہیں اس کی نظیر اس امت میں موجود ہے۔ مثلاً حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام شہید کئے گئے۔ اس امت میں امام حسین و حسن علیہما السلام طاغیان امت کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت یحییٰ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ایک زانی اور ظالم بادشاہ کی نذر گزرانا گیا۔ امام حسین کا سر مبارک بھی ایک طشت میں رکھ کر یزید راکب الفجور و شارب الخمور کی نذر گزارا گیا۔ حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے وزیر تھے حضرت علی خاتم نبوت کے وزیر تھے۔ حضرت ہارون کے وقت میں قوم آپ سے بگڑ گئی۔ بعد از انتقال رسالت مآب حضرت علی سے بھی قوم بگڑ گئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل نے بقر پرستی شروع کی۔ حضرت رسول کے بعد آپ کی امت نے بکر پرستی شروع کر دی۔ حضرت موسےٰ کے خلیفہ بلا فصل حضرت یوشع کے ساتھ حضرت موسےٰ کی عورت صفورا نے جنگ کی۔ اسی طرح حضرت محمد کے خلیفۂ بلا فصل علیؑ کے ساتھ حضرت رسول کی ایک عورت نے جنگ کی۔ حضرت یوشع کے لئے رجعت شمس ہوئی (کتاب یشوع ب ۱۰ ۱۲-۱۵) حضرت علی کے لئے بھی رجعت شمس ہوئی۔ حضرت یوسف زندان میں پڑے۔ امام زین العابدین کو بھی زندان نصیب ہوا۔ بنی اسرائیل میں یذبحون ابناءھم ویستحیون نساءھم کا منظر پیش آیا۔ آل محمدؐ میں بھی ایسا ہوا۔ الغرض ان احادیث سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ جو امم سالفہ میں ہوا۔ اسی کی مثل اسی امت میں بھی ہوا لیکن ان سے یہ بات مستنبط نہیں ہوتی۔ کہ جو کچھ اس امت میں ہو اس کی نظیر عیناً امم سالفہ میں بھی ہو مثلاً اس امت کو قرآن ملا جس کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں آئیگی۔ لیکن امم سالفہ میں اس کی نظیر نہیں ہاں جزوی مشابہت ہے کہ پہلی امتوں کو بھی کتابیں ملیں مثلاً توریت۔ انجیل وغیرہ۔

پس معترض کا سوال کہ امم سالفہ میں کونسا امام یا پیغمبر ایسا گذرا جس کے حالات مطابق ہوں بحالات امام غائبؑ۔ عبارت حدیث اکمال الدین پر عاید نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ہم ضرور کہینگے کہ جزوی مشابہتیں انبیاء و اصیاء ماسبق سے امام غائب کی ضرور ہیں جس کا آپ کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ اکمال الدین میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے قال فی صاحب ھذا الامر اربع سنن من اربعۃ انبیاء سنۃ من موسیٰ وسنۃ من عیسیٰ وسنۃ من یوسف وسنۃ من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاما من موسیٰ فخائف واما من یوسف فی السجن واما من عیسیٰ فیقال انہ مات ولم یمت واما من محمد فالسیف اسی طرح دوسری حدیث بھی اسی امام ہمام سے اور تیسری امام زین العابدین سے وارد ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدیؑ میں سنت ہے انبیاء کی موسےٰ سے مشابہت ہے خوف و غیبت میں۔ خوف کا ذکر تو قرآن میں ہے فخرج منھا خائفاً یترقب اور غیبت وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ۔ اس غیبت موسوی میں بھی لوگ گمراہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ مرد موسےٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اسے کیا ہوا (خروج ۳۲ ۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھے کہ موسیٰ مر گئے ہیں۔ اور انہوں نے عجل کو اپنا معبود بنایا۔ اسی طرح آپ لوگوں کا حال ہے۔ آپ نے بھی غیبت امام میں ایک عجل کو اپنا معبود بنایا جو انا المہدی کہتا تھا پھر شباہت ہے آپ کی یونس بن متی سے جو شکم ماہی میں غائب ہوئے اور جہاں کوئی بھی آپ کے پاس پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پھر بعد از غیبت آپ راجع ہوئے اپنی قوم کی طرف اور آپ باوجود کبر سن کے شاب و جوان تھے اسی طرح امام زمان کی غیبت ہے اور آپ بھی اس غیبت کے بعد قوم کی طرف آئینگے اور باوجود طول عمر کے ۴۰ سال کے معلوم ہونگے۔ جیسا کہ احادیث[٥] میں وارد ہے۔ پھر آپ کی مشابہت ہے حضرت نوح سے طول عمر میں کہ ان کی عمر آپ کی مقرر کردہ عمر طبعی یعنی ۱۰۰ سال سے بتصدیق خود جناب دس گنا زیادہ ہوئی اسی طرح امام زمان کی عمر بھی معمولی عمر سے کئی گنا زیادہ ہوگی اور عمر نوح تو ۲۵۰۰ سال ہوئی لیکن ہمارے امام کی عمر ابھی ۱۰۷۸ سال ہی ہوئی ہے کلما طال علیہم الامد فقست قلوبھم کے مصداق نہ بنیئے اگر قرآن عمر نوح کی خبر دیتا ہے تو احادیث صحیحہ فریقین طول عمر امام زمان کا پتہ بتلاتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں احادیث مندرجہ رسالہ ہذا۔ اور یہ مشابہت مدت عمر میں نہیں بلکہ حدیث میں صاف وارد ہے فاما من نوح فطول العمر یعنی طول عمر میں مشابہت ہے پس آپ کا اعتراض باطل ہوا۔ اور یہ اعتراض تو زیادہ تر آپ پر عائد ہوتا ہے کیونکہ آپ کے مرزا صاحب نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور باعتقاد آپ کے فرقہ کے عمر مسیح ۱۲۰ سال ہوئی اور مثیل کی عمر ۸۰ سال کے قریب پھر مماثلت کیسی؟ اسی طرح حضرت موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام سے خفاء ولادت میں مشابہت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف الناس فیہ میں مشابہت ہے اور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے خروج بالسیف میں مشابہت ہے۔ اور کافی کی حدیث بھی آپ کی تائید نہیں کرتی۔ اور نہ اس سے مطلق مشابہت ائمہ بہ حواریین ثابت ہوتی ہے جس امر میں مشابہت ہے اس کا ذکر خود اسی حدیث میں موجود ہے وکانوا اثنی عشر وہ بارہ تھے پس صرف عدد دوازدہ ہونے میں اوصیاء محمد کی اوصیاء عیسیٰ سے مشابہت ہے پس چونکہ زمانہ قدیم وقریب میں امام عصر کے حالات کے نمونے موجود ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ آپ کے حالات صحیح ہیں تفصیل کے لئے جلد سوم کتاب غایت المقصود ملاحظہ کریں۔ اوصیاء عیسیٰ میں سے بقول ابن عربی وولی اللہ

---

٥ اعلام الوریٰ صفحہ ۲۴۵ میں امام حسن سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اذا خرج ذالک التاسع من ولد اخی الحسین بن سیدۃ الاماء یطیل اللہ عمرہ فی غیبتہ ثم یظہرہ بقدرتہ فی صورۃ شاب دون اربعین سنۃ ذالک لیعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر یعنی خدا میرے بھائی حسینؑ کے نویں بیٹے کی عمر کو اس کی غیبت میں طولانی کریگا پھر اس کو صورت جوان ۴۰ سالہ میں ظاہر کریگا تاکہ جانا جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قصہ ذریت امام کی غیبت وطول عمر پر شاہد ہے جس کا ذکر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ

احمدی۔ ۱۴۔ امام غائب کی غیبت کی جو وجوہات کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ان پر غور کرنے سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اب سے بہت زمانہ پہلے وہ وجوہات مفقود ہو چکی ہیں مثلاً (۱) خوف بنی امیہ وعباس اس کا ثبوت بحوالہ تفسیر صافی، اوپر عرض کر چکا ہوں۔ اب ان کی سلطنت کا نام دنیا میں باقی نہیں تو امام کا خائف ومستور رہنا غیر ضروری ہے (۲) آپ کے چچا جعفر کی دشمنی۔ ... اور شاید ایسے ہی واقعات کی تصدیق کے لئے وہ مشہور حدیث ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے وقد اسینا والما اعدی لنا من ذوی قرابتنا مجمع البحرین صفحہ ۴۴۴۔ اگر امام اپنے چچے کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے غائب ہوئے ہوں تو بیشک وہ حق بجانب تھے لیکن کیا آپ کے ساتھ آپ کا چچا بھی زندہ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اب تک ترسان ہیں (۳) صافی شرح اصول کافی باب مولد صاحب جزو ۲ حصہ ۲ صفحہ ۳۲۲ شارح کے اصل الفاظ یہ ہیں مخفی نماند کہ ایں قضیہ باعث سخت گیری خلیفہ وغیبت کبرائے باشد۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب بھی امام غائب کے خاص وکلا شیعوں سے مال ودولت وصول کیا کرتے ہیں۔ اور کیا اب بھی خلیفہ معتمد عباسی اور اسکے جاسوس ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے غیبت کو بدستور لازم گردانا ہوا ہے کیا ان واقعات کو صدیاں نہیں گذر گئیں (۴) غیبت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہر ایک امام کے گلے میں کسی نہ کسی ظالم جابر کی بیعت کا جوا ہوتا رہا ہے۔ امام غائب اس لئے غائب ہیں کہ خروج کریں تو ان کو کسی جابر طاغی کی بیعت نہ کرنی پڑے۔ اکمال الدین صفحہ ۲۶۵۔ ائمہ کے مخالفین تو وہی بنی امیہ تھے یا بنی عباس ... ان دونو خاندانوں کو برباد ہوئے سینکڑوں برس ہو چکے بلکہ بلاد اسلامیہ میں جو کئی شیعہ خاندان وارث تخت وتاج ہوئے ان سے بھی امام ناواقف نہ تھے۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور اپنے مخلصین باتمکین کو دولت دیدار سے مالامال فرماتے۔ والا فلا (۵) پھر علت غیبت یہ قرار دی ہے کہ امام کو اپنی جان کا خوف ہے اکمال الدین صفحہ ۱۹۔ حالانکہ ائمہ کی فضیلت میں آیا ہے کہ وہ کسی کے مارنے سے مرتے ہی نہیں بلکہ جب چاہیں مرتے ہیں وانہم لا یموتون الا باختیار منہم اصول کافی کتاب الحجۃ باب ایضاً پس یا تو وہ علت غلط ہوگی یا یہ حدیث۔ بصورت اول ایسا خائف شخص کس طرح امام زمان کے معزز لقب سے ملقب ہو سکتا ہے کیا انبیاء سابقین میں سے بعد عطیہ فرض رسالت کوئی ایسا نبی یا امام مفترض الطاعۃ ہوا ہے بصورت دوم ممکن ہے کہ کسی وقت اپنی حال زار سے تنگ آ کر انہوں نے ایسی مخفی در مخفی اور تنہائی کی زندگی سے موت کو ترجیح دیدی ہو۔ قطع نظر ان باتوں کے موجودہ وقت میں ثابت کرنا چاہئے کہ ایسا شدید خوف کس شخص یا کسی قوم یا اہل ملک کی طرف سے امام پر طاری ہے کہ وہ

چاروناچار غائب ہیں۔ بظاہر حالات کوئی خوف غالب نہیں پس جب شرط غیبت عرصہ سے اُٹھ گئی ہے تو مشروط بھی اس سے ضرور فارغ البال ہو چکا ہے (۶) پھر غیبت کی وجہ ایک فاضل نے علاوہ خوف اعداء عدم نصرت رعیت بھی قرار دی ہے ..... سرمایۂ ایمان لاہجی صـ۱۰۶ لیکن افسوس کہ وہ بھی مثل دیگر وجوہ کے بودی ہے کیا کوئی واقف کار مسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیعوں کو اپنے امام سے اس حد تک سرد مہری ہے اور کیا وہ اس ہزار گیارہ سو برس میں ظہور فرمانا چاہتے تو وہ رعایا کے محتاج تھے؟ ہرگز نہیں اُن کے پاس تو عصائے موسےٰ انگشتر سلیمان اسم اعظم جیسی چیزیں ہیں اور جن کی نصرت میں ملائکہ اور جن اور باشندگان جابلقا و جابلسا ہیں کیا ایسے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے ہند و پنجاب یا ایران کے شیعوں کی نصرت کا کوئی منتظر رہتا ہے! ہرگز نہیں۔

شیعہ (۱۴) (۱) حدیث صافی کی تشریح گزر چکی ہے۔ اس میں علت غیبت کا ذکر ہی نہیں صرف امام کی ولادت کی تشریح کی گئی ہے اور اس کی مشابہت ولادت موسیٰ سے بیان کی گئی ہے (۲) اسی طرح یہ بھی ہماری کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ جعفر کی مخالفت وجہ غیبت تھی (۳) البتہ اس وجہ کو بعض نے اسباب غیبت میں لکھا ہے لیکن یہ سبب قریبہ تھی۔ اسباب بعیدہ اور تھے (۴) امام کے مخالف صرف بنی امیہ و بنی عباس ہی نہ تھے بلکہ سب ظلمہ آپ کے مخالف ہیں کیونکہ اس امام نے ان کے ظلموں کا فیصلہ کرنا ہے اور ان کی الحادی شاہیوں کو نیست و نابود کرنا ہے اور یہ دنیا میں ابھی باقی ہیں اور فمہل الکافرین امہلہم رویدا کے مطابق ان کو ڈھیل دی جا رہی ہے اور زمانہ غیبت ممتد ہو رہا ہے تاکہ جب ان کے ظلم کی ناؤ بھر جائے اور زمین ظلم و جور سے مملو ہو جائے تب اس امام کا خروج ہوگا فیملاءھا عدلا و قسطا کما ملئت ظلما و جورا (۶) یہ آپ نے غلط کہا ہے کہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں اور کسی کے مارنے سے نہیں مرتے۔ رسول اللہ کی شان میں آیا ہے افان مات او قتل اگر یہ مرے یا قتل کیا جائے پس اگر رسول پر احتمال قتل ہو سکتا ہے تو امام پر بھی ہو سکتا ہے۔ سنو! آپ کے خلیفہ ثانی میاں محمود صاحب تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۲۰ میں فرماتے ہیں: "پھر دوسرا دعوےٰ ہے اسی آزاد اکھڑ قوم کے سامنے کہ واللہ یعصمک من الناس اس اشتعال وہ تبلیغ کے باوجود اور اس بے سرو سامانی کے باوجود مجھے کوئی قتل نہیں کر سکیگا" لاکن اس وعدہ عصمت کے باوجود آپ تین دن غار میں چھپے رہے۔ اور اپنی قوم سے غائب رہے پس جو اعتراض آپ نے ہم پر کئے ہیں وہی آپ کے مسلمات پر بدرجہ اولےٰ عائد ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھکر ثبوت لیجئے۔ مرزا صاحب نے دافع البلاء صـ۵ میں یہ پیشگوئی شائع فرمائی۔ کہ قادیان طاعون سے مامون رہیگا بلکہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ

آجتک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا۔ وہ بھی اچھا ہوگیا" باوجود انہ اوی القریہ کے الہام کے خود مرزا صاحب نے ۱۸۔ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ایک اعلان شائع کیا کہ "چونکہ آجکل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اسلئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے۔ اس لئے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ وہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالاضرورت کے موقوف رکھیں الخ" دیکھئے اگر خدا کا وعدہ سچا تھا تو مرزا صاحب کو کیا خوف پڑ گیا کہ لوگوں کے آنے سے قادیان میں طاعون ہو جائیگی تو کیا ایسا شخص جس کو وعدہ الٰہی پر اطمینان نہ ہو۔ امام زمان کے معزز لقب سے ملقب ہو سکتا ہے۔ **کافی کے حوالے** میں آپ نے دو غلطیاں کی ہیں۔

اوّل باب ایضاً لکھا۔ حالانکہ اس کے اوپر کوئی باب مرقوم نہیں۔ پھر ایضاً کے کیا معنی؟

دوم۔ جو عبارت آپ نے لکھی ہے وہ عنوان باب کا جزء ہے اور اس میں بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے کہ باختیار منہم کی جگہ باختیار ہم لکھا۔ عنوان باب کی پوری عبارت یہ ہے۔ ان الائمۃ یعلمون متیٰ یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم۔ اور اختیار بمعنے پسند کرنے کے ہیں جو عبارت آپ نے نقل کی ہے۔ وہ بایں الفاظ اس تمام باب میں نہیں اس باب میں صرف ایک حدیث ہے جس میں لفظ اختیار آیا ہے اور جس سے عنوان اختیار کی توضیح ہوتی ہے وہ حدیث ہشتم یعنی آخری حدیث اس باب کی ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں عن ابی جعفر قال انزل اللہ عز وجل النصر علی الحسین حتیٰ کان بین السماء والارض ثم خیر النصر ولقاء اللہ فاختار لقاء اللہ عز وجل یعنی حضرت باقر فرماتے ہیں کہ خدا نے امام حسین پر نصرت نازل کی یہاں تک کہ وہ آسمان و زمین کے درمیان تھی۔ پھر انہیں کہا گیا کہ آپ نصرت یا لقاء اللہ سے جسے چاہیں پسند کر لیں۔ پس آپ نے پسند کیا اللہ کے لقاء کو یہ حدیث صاف ہے کہ جس وقت ائمہ کو لقاء اللہ کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ اپنی خوشی سے اسے پسند کرتے ہیں پس آپ کا اعتراض غلط باطل ٹھہرا۔ (۶) یہ بھی اسباب قریبہ غیبت سے ہے کیونکہ جس وقت آپ نے غیبت اختیار کی تھی اس وقت قلت انصار تھی۔ اور اس لئے آپ مامور بخروج نہیں ہوئے جیسے کہ رسول اللہ کہ میں بوجہ قلت انصار مامور بجہاد نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ نے باوجودیکہ خدا و ملائکہ آپ کے ظہیر و مددگار تھے اور جابلقا و جابلسا کے باشندے بروایت طبری آپ کے امتی تھے۔ لیکن آپ کبھی شعب ابی طالب میں چھپتے رہے اور کبھی غار ثور میں۔ بتلائیے اس وقت وہ ملائکہ کہاں تھے جنہوں نے بدر و احد میں مدد کی تھی۔ جو اس اعتراض کا آپ جواب دینگے وہی ہمارا بھی جواب ہے۔ اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ

ہم امام مہدی کی غیبت کا ثبوت کتب حضرات اہل سنت سے بھی لکھیں۔

۱۔ **فرائد السمطین و ینابیع المودۃ** صفحہ ۳۶۹ میں حضرت ابن عباس سے ایک لمبی حدیث منقول ہے جس میں نعثل یہودی کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ میرے بارہ وصی ہونگے مطابق عدد اسباط بنی اسرائیل کے ان کے یہ یہ نام ہونگے۔ حضرت نے اس یہودی سے پوچھا کہ تو اسباط کو جانتا ہے اُسنے کہا ہاں وہ بارہ تھے ان کا پہلا لاوی بن برخیا تھا۔ جو بنی اسرائیل سے غائب ہوا پھر اسنے عود کیا تو خدا نے اس سے شریعت کو مندرس ہونے کے بعد ظاہر کیا۔ اور اس نے قرسلیا بادشاہ سے لڑائی کی یہاں تک کہ اسے قتل کیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا۔ وہ میری اُمت میں بھی ہوگا۔ وان الثانی عشر من ولدی یغیب حتی لا یری و یاتی علی امتی بزمن لا یبقی من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القرآن الا رسمہ فحینئذ یاذن اللہ تبارک وتعالیٰ لہ بالخروج فیظہر اللہ الاسلام بہ و یجددہ الخ یعنی میرا بارھواں بیٹا غائب ہوگا یہاں تک کہ نہ دیکھا جائیگا۔ اور ایک زمانہ میری امت پر ایسا آئیگا جب کہ باقی نہ رہیگا اسلام کا مگر نام اور نہ قرآن کا مگر رسم اس وقت اللہ اس کو خروج کی اجازت دیگا اور اس سے اسلام کی تجدید کریگا۔ واضح ہو کہ اس بارھویں فرزند رسول کا نام اس حدیث میں الحجۃ محمد المہدی بن الحسن العسکری علیہم السلام لکھا ہے۔

۲۔ انہی دو کتابوں میں اور نیز **مناقب** میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک حدیث مروی ہے اور اس میں بھی حضرت رسول نے ائمہ اثنا عشر کے نام بیان فرمائے ہیں۔ اور امام زمان کے بارے میں فرمایا ہے فیغیب ثم یخرج فاذا خرج یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً الخ یہ غائب ہوگا پھر یہی خروج کریگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسی ظلم و جور سے بھری ہوگی (ینابیع صفحہ ۳۷)

۳۔ **ینابیع المودۃ** صفحہ ۴۳۷ میں بحوالہ فرائد السمطین حضرت باقر سے روایت ہے قال قال رسول اللہ المہدی من ولدی تکون لہ غیبۃ اذا ظہر یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً

۴۔ اور اسی مقام میں ابن عباس سے بھی غیبت کی حدیث مروی ہے۔

۵۔ جابر بن عبد اللہ سے ہے قال یا رسول اللہ وللقائم من ولدک غیبۃ قال ای و ربی لیمحص اللہ الذین امنوا و یمحق الکافرین ثم قال یا جابر ان ھذا امر من امر اللہ و سر من سر اللہ فایاک والشک فان الشک فی امر اللہ عز وجل کفر

۶۔ حضرت علی ابن موسےٰ سے روایت ہے جن کو مجمع البحار صفحہ ۱۷۷۔ آپ کی مقبولہ کتاب میں مجدد اسلام لکھا ہے ثم قال ان الرابع من ولدی ابن سیدۃ الاماء یطہر اللہ بہ الارض من کل

جور ظلم وھو الذی یشک الناس فی ولادتہ وھو صاحب الغیبۃ فاذا خرج اشرقت الارض بنور ربھا ووضع میزان العدل بین الناس فلا یظلم احد احدا وھو الذی تطوی لہ الارض ولا یکون لہ ظل وھو الذی ینادی منادی من السماء یسمعہ جمیع اھل الارض الا ان حجۃ اللہ قد ظھر عند بیت اللہ فاتبعوہ فان الحق فیہ ومعہ وھو قول اللہ عز وجل ان نشاء ننزل علیھم من السماء آیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین وقول اللہ عز وجل یوم ینادی المنادی من مکان قریب ویوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج ای خروج ولدی القائم المھدی علیہ السلام خلاصہ یہ کہ میرا چوتھا بیٹا قائم مہدی ہوگا۔ لوگ اس کی ولادت میں شک کرینگے وہ صاحب غیبت ہوگا۔ جب وہ ظاہر ہوگا تو زمین کو ظلم سے پاک کریگا۔ اور زمین اللہ کے نور سے چمکیگی زمین اسکے لئے لپیٹی جائیگی اس کا سایہ نہ ہوگا۔ اور اس کے لئے منادی آسمان سے ندا کریگا کہ حجت اللہ بیت اللہ کے پاس ظاہر ہوگیا ہے اس کی پیروی کرو۔

۷۔ حضرت امام رضا مجدد سے قائم مہدی کے بارے میں روایت ہے جو ینابیع المودۃ صـ۴۷۹ میں بحوالہ فرائد السمطین از احمد بن زیاد عن دعبل بن خزاعی منقول ہے جس میں حضرت رضا علیہ السلام حضرت حجۃ القائم بن الحسن العسکری علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں ھو المنتظر فی غیبتہ المطاع فی ظھورہ الخ وہ اپنی غیبت میں منتظر اور اپنے ظہور میں مطاع ہوگا (الاتحاف بحب الاشراف تالیف الامام الھمام الشیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر الشبراوی الشافعی صـ۶۲)

۸۔ **مناقب** میں سدیر صیرفی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے جس میں حضرت نے مہدی کی غیبت۔ طول عمر۔ طول غیبت کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کا پہلا حصہ ہم نے ماقبل میں نقل کیا ہے اس کے بعد یہ عبارت ہے واما غیبۃ کغیبۃ عیسٰی فان الیھود والنصارٰی اتفقت علی انہ قتل فکذبھم اللہ عز وجل بقولہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم کذالک غیبۃ القائم فان الناس استنکرھا لطولھا فمن قائل بغیر ھدی بانہ لم یولد وقائل یقول انہ ولد ومات وقائل یقول ان حادی عشر کان عقیما وقائل یقول انہ یتعدی الی ثالث عشر وما عدا وقائل یقول ان روح القائم ینطق فی ھیکل غیرہ وکلھا باطل واما ابطائہ کابطاء نوح فانہ لما استنزل العقوبۃ علی قومہ بعث اللہ الروح الامین فقال یا نبی اللہ ان اللہ یقول لک ان ھولاء خلائقی وعبادی لست اھلکھم الا بعد تاکید الدعوۃ والزام الحجۃ و اغرس النوی فان لک الخلاص اذا اثمرت فاذا اثمرت قال اللہ لہ اغرس النوی واصبر واجتھد فانا خبر ذالک بالذین آمنوا فارتد منھم ثلثمائۃ رجل ثم ان یامر عنہ۔ ثمرھا کل مرۃ بان یغرس مرۃ بعد اخری الی ان غرسھا سبع مرات فما زال منھم یرتد الی ان بقی بالایمان نیف وسبعون رجلا فاوحی

الله اليه الا ان صفى الحق عن الكدر بارتداد من كانت طينته خبيثة فكذالك القائم منا فانه تمتد غيبته ثم تلا حتى اذا استياس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا واما الخضر ما طول الله عمره لنبوة قدرها له ولا لكتاب ينزل عليه ولا لشريعة ينسخ بها شريعة من كان قبله ولا لامامة يلزم اقتداءهم به ولا لطاعة يفرضها له بل طول عمره للاستدلال به على طول عمر القائم عليهما السلام ليقطع بذالك حجة المعاندين لئلا يكون للناس على الله حجة چونکہ یہ حدیث امور غیبیہ اور کشف صحیحہ پر مشتمل ہے اور فریقین کی کتابوں میں بھی منقول ہے اس لئے اس کا ترجمہ بھی لکھے دیتا ہوں۔ حضرت صادق نے فرمایا کہ میں نے کتاب جفر جامع میں نظر کی اور میں نے تامل کیا مولد قائمؑ۔ درازی عمر و غیبت و بلوی مومنین۔ و تولد شکوک قلوب مومنین میں درازئ غیبت سے یہاں تک کہ بعض اسلام کی رسی اپنی گردنوں سے نکال پھینکینگے (یہ پیشگوئی اس زمانہ میں اس حدیث کے ۱۱۸۵ برس بعد آپ کے اور نذر علی پشاوری کے ارتداد سے پوری ہوئی کیونکہ آپ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ آپ اس سے قبل شیعہ تھے حالانکہ ہم بذرائع معتبر ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ پہلے سے شیعہ نہ تھے) پس مجھے رقت ہوئی اور غم مجھ پر غالب ہوا۔ بتحقیق خدا اس قائم کے مولد کو چھپائیگا جیسے اُس نے ولادت موسےٰ کو چھپایا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ جب فرعون واقف ہوا کہ اس کا ملک بنی اسرائیل کے ایک بچے کے ہاتھ سے زوال پذیر ہوگا تو اس نے بنی اسرائیل کے ہر لڑکے کے قتل کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ۲۲ ہزار لڑکے قتل کئے۔ لیکن اللہ نے موسیٰ کو بچا لیا۔ اسی طرح بنی امیہ و بنی عباس جب واقف ہوئے۔ کہ جباروں کو قائم کے ہاتھوں زوال ہوگا۔ (حدیث میں یہ نہیں کہ بنی امیہ و بنی عباس کے جباروں کا زوال حضرت کے ہاتھوں ہوگا) تو انہوں نے اسکے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ اپنے نور کو تمام کر کے رہیگا۔ اور اس کی غیبت مثل غیبت عیسےٰ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ متفق ہیں کہ وہ قتل ہو چکا۔ لیکن خدا نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ نہ اس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر دیا بلکہ ان کو شبہ ہو گیا (اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ کے بارے میں اہل بیت کا مذہب تخیلات احمدیہ کے خلاف تھا) اسی طرح غیبت قائم۔ کیونکہ لوگ طول عمر کی وجہ سے ان سے انکار کرینگے۔ بعض بغیر دلیل کے کہینگے کہ وہ پیدا نہیں ہوئے۔ بعض کہینگے وہ پیدا ہو کر مر گئے۔ کوئی کہیگا کہ امام یازدہم لاولد تھے ایک کہیگا کہ تیرھواں امام ہے ایک کہیگا کہ روح قائم غیر کے ہیکل میں بولتی ہے[1] اور یہ تمام عقائد باطل ہیں (یہ سب عقائد حضرت صادق کے مدتوں بعد ظاہر ہوئے اور انہوں نے حضرت کی پیشگوئی کو پورا کر دیا پس یہ حدیث[2] سچی ٹھیری) اس کا ڈھیل دینا مثل ڈھیل دینے حضرت نوح کے ہے۔ جب نوح نے اپنی قوم

[1] غالباً یہ مرزا قادیانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۹ میں یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے

[2] مرزا قادیانی صاحب نزول المسیح صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں کہ اے نادانوں جبکہ یہ حدیث سنیوں اور شیعوں دونوں فریق

(بقیہ نوٹ دوسرے صفحہ پر دیکھو)

کے لئے عذاب مانگا۔ تو خدا نے فرمایا۔ یہ میرے بندے ہیں میں ان کو ہلاک نہیں کرونگا۔ مگر بعد پورا کرکے حجت کے تو گٹھلیوں کو بو۔ جب یہ پھلدیں تو پھر خلاص ہے۔ اس کی خبر لوگوں کو ہوئی تو تین سو آدمی مرتد ہو گئے۔ اسی طرح سات مرتبہ گٹھلیوں کے بونے کا حکم ہوا۔ اور ان میں سے مرتد ہوتے گئے یہاں تک کہ صرف ۷۲ مومن رہ گئے پھر خدا نے وحی کی کہ اب سچ جھوٹ سے الگ وخالص ہو گیا۔ اسی طرح ہمارے قائم کی غیبت لمبی ہوگی۔ پھر آپ نے آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جب ناامید ہو گئے رسول اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو ہماری مدد اُن کو پہنچی۔ اما خضر علیہ السلام۔ خدا نے ان کی عمر کو لمبا نہیں کیا کسی نبوت کیلئے جو انکیلئے مقدر کی ہو۔ نہ کسی کتاب کیلئے جو ان پر نازل ہوگی نہ کسی شریعت کے لئے جس سے وہ شریعت ماقبل کو منسوخ کریں نہ کسی امت کے لئے جو اُن کی اقتدا کرے نہ کسی طاعت کے لئے جو ان کے لئے فرض ہو لیکن خدا نے ان کی عمر کو محض اس لئے لمبا کیا کہ اس سے استدلال ہو طول عمر قائم پر اور اس سے حجۃ معاندین قطع ہو تاکہ اس کے بعد لوگوں کے لئے خدا پر کوئی حجت نہ رہے +

نوٹ۔ احمدی خضر کے وجود کے بھی منکر ہیں۔ ہم آئندہ صفحات میں ان کا وجود بھی کتب معتبرہ سے ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ

۸۔ **عبد الوہاب شعرانی یواقیت والجواہر میں قائل ہیں کہ مہدی زندہ ہے** (ینابیع ص۳۹۲) وقد مرذکر کلامہ فی القبل

۹۔ **مشائخ مصر میں سے بعض نے ۶۰۰ھ میں امام کی بیعت کی جس سے ان کی غیبت وحیات ثابت ہوئی** (ینابیع صفحہ ۳۹۲)

۱۰۔ **محدث فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان** کے باب ۲۰ میں حضرت مہدی بن العسکری علیہم السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اپنی غیبت سے اس وقت تک زندہ موجود ہیں اور آپ کی غیبت میں امتناع نہیں بدلیل بقاء عیسےٰ وخضر والیاس علیہم السلام (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۳)

۱۱۔ **شیخ عطار نیشاپوری کتاب مظہر الصفات میں انہی امام کے بارے میں لکھتے ہیں** ؎

اے تو ختم اولیائے ایں زماں + وز ہمہ معنی نہانی جان جاں + اے تو ہم پیدا و پنہاں آمدہ + بندہ عطار ثنا خواں آمدہ

(ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) کی کتابوں میں موجود ہے اور بیر علاوہ اسکے خدا نے حدیث کے مضمون کو واقع کرکے اس کی صحت ثابت کردی تو یہ حدیث تو اور تمام حدیثوں کی نسبت اول درجہ کی قوی ہوگئی کیونکہ نہ صرف یہ کہ دو فریق اسکے محافظ چلے آئے ہیں بلکہ خدا نے اس حدیث کی پیشگوئی کو پورا کرکے اس کی سچائی پر مہر کردی +

۱۲۔ شیخ عزیز بن محمد نسفی شیخ الشیوخ سعد الدین حموینی فرماتے ہیں :۔ حق تعالے دوازدہ کس از اہل بیت محمد را برگزید و وارثان او گردانید و مقرب حضرت خود گردانید کہ حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء در حق ایں دوازدہ کس فرمود و حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل در حق ایشاں فرمود۔ اما ولی آخریں کہ نائب آخریں است۔ ولی دوازدہم و نائب دوازدہم ے باشد خاتم اولیاست و مہدی صاحب الزمان نام اوست و شیخ فرماید کہ اولیاء در عالم ہمیں از دوازدہ نیستند اما آں سی صد و پنجاہ و شش کس کہ از رجال الغیبۃ ایشاں را اولیاء نمے گویند و ایشاں را ابدال مے گویند (ینابیع صفحہ ۳۹۵) اس سے نہ صرف امام ثانی عشر کا مہدی ہونا اور اس وقت حی و موجود ہونا ہی ثابت ہوتا ہے بلکہ ۳۵۶۔ ابدال کی غیبت بھی ثابت ہوئی۔

۱۳۔ کفایۃ الاثر در تفسیر اولی الامر میں حضرت جابر انصاری سے روایت ہے قال قلت یا رسول اللہ عرفنا اللہ و رسولہ فمن اولی الامر الذین قرن اللہ طاعتہم بطاعتک قال رسول اللہ ہم خلفائی یا جابر و ائمۃ المسلمین لعبدی اولہم علی ابن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی ابن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراۃ بالباقر و ستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقرءہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسی ابن جعفر ثم علی ابن موسیٰ ثم محمد بن علی ثم علی ابن محمد ثم الحسن بن علی ثم سمیی و کنیی حجۃ اللہ فی ارضہ و بقیتہ فی عبادہ ابن الحسن بن علی علیہم السلام یفتح اللہ علی یدیہ مشارق الارض و مغاربہا و ذالک الذی یغیب عن شیعتہ و اولیاءہ غیبۃ لا یثبت فیہا علی القول بامامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ بالایمان قال جابر قلت یا رسول اللہ فہل یقع لشیعتہ الانتفاع بہ فی غیبتہ فقال ای والذی بعثنی بالنبوۃ انہم یستضیئون بنورہ و ینتفعون بولایتہ فی غیبتہ کانتفاع الناس بالشمس اذا تجللہا السحاب یا جابر ہذا مکنون سر اللہ و مخزون علمہ فاکتمہ الا من اہلہ جابر نے عرض کی یا حضرت وہ اولی الامر کون ہیں جن کی طاعت کو خدا نے آپ کی طاعت کے مقرون کیا ہے آپ نے فرمایا وہ میرے خلیفے اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں ان کا پہلا حضرت علی پھر امام حسن پھر امام حسین پھر امام زین العابدین پھر حضرت محمد باقر اے جابر تو ان کو پائے گا۔ جب تو ان کے دیدار سے کامگار ہو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ پھر آپ کے بیٹے حضرت جعفر صادق پھر حضرت موسے کاظم پھر امام رضا پھر حضرت محمد تقی پھر امام علی نقی پھر امام حسن عسکری پھر میرے ہمنام و ہم کنیت حجۃ خدا اور بقیہ عباد اللہ حسن عسکری کے فرزند خدا اُن کے ہاتھوں پر زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کریگا۔ وہ غیبت اختیار کرینگے اور اس غیبت میں ان کی امامت کے اعتقاد پر وہی قائم رہیگا جو ممتحن بالایمان ہوگا۔ جابر نے پوچھا کہ آیا اس غیبت میں آپ کے شیعوں کو فائدہ پہنچیگا۔ فرمایا ہاں جیسے منتفع ہوتے ہیں سورج سے جبکہ بادلوں نے اسے چھپایا ہو۔ خدا کے

جابر وہ اس غیبت میں آپ کے نور سے منور اور آپ کی ولایت سے منتفع ہونگے اس حدیث میں ائمہ اثنا عشر کی پیشینگوئی تھی جو لفظاً بلفظ پوری ہوئی۔ اور جابر بھی حضرت باقر کے وقت تک زندہ رہا اور اس نے حضرت باقر کو ان کے جد نامدار کا سلام بھی پہنچایا پس ضرور ہے کہ یہ حدیث سچی ہو

ان تمام احادیث متفقہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ امام زمان کے لئے غیبت مقدر ہے اور نیز اُن کے ظہور کے لئے ایک وقت مقرر ہے پس اگر آپ کی غیبت نہ ہوتی تو رسول اللہ کی تکذیب لازم آتی تھی اور اگر آپ پیش از وقت مقررہ ظہور فرماتے تو ہلاک ہوتے۔ کیونکہ معائنۂ آثار قدرت سے یہ بات عیاں ہے کہ جو شے اپنے وقت محدود و مقرر سے پہلے خروج و ظہور کرے وہ جلد فنا ہو جاتی ہے۔ دیکھئے جنین کے لئے خداوند متعال عزوجل نے زیادہ سے زیادہ نو ماہ اور کم سے کم، اور خاص کے لئے چھ مقرر کئے ہیں جو جنین اس مدت مقررہ سے پہلے ظہور کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح دیگر موجودات عالم پر غور کریں سب میں عموماً یہی قاعدہ آپ کو نظر آئے گا پس اگر امام عصر خدا کے مقرر کردہ وقت سے پہلے اپنی ہی مرضی سے خود بخود خروج کرتے تو چونکہ یہ خروج پیش از وقت و خلاف مرضی خدا ہوتا۔ اسلئے نہ تو خدا قلوب مومنین کو آپ کی نصرت کے لئے آمادہ کرتا نہ جابلقا و جابلسا کے رہنے والے آپ کا ساتھ دیتے نہ اسم اعظم میں ہی کچھ تاثیر رہتی نہ خاتم سلیمان و عصائے موسٰے ہی کچھ کام دیتے نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ قتل کئے جاتے۔ نہ صرف اسلئے کہ خدا کی مدد اُن کے شامل حال نہ ہوتی بلکہ اس لئے بھی کہ تمام جبابرہ مہدی کے سخت مخالف ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسی کے ہاتھوں ان کی جباریوں کا خاتمہ ہونا ہے جب وہ اس مہدی کو ایسا نہتّا پاتے تو فوراً اس کا کام تمام کر دیتے اور آپ خدا کی آخری حجت ہیں اور حجت خدا ہی باعث امان اہل زمین ہے اگر آپ نہ رہتے تو زمین و اہل زمین فنا ہو جاتے حالانکہ اس کے فنا کا وقت نہیں آیا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ انہیں قتل عام کا حکم ہوتا۔ کیونکہ مہدی کے لئے یہ آیت ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین کلہ للہ (انفال) یعنی یہاں تک لڑو کہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے اور دین سارا خدا ہی کا ہو جائے یعنی غیر خدا کی پرستش دُنیا سے اُٹھ جائے۔ ادیان باطلہ و ملل کفریہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں[1]۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ مخالف ایسے کافر ہوں کہ آیندہ اُن سے کوئی مومن پیدا ہونے والا نہ ہو ورنہ ان کو قتل کرنے سے ہزارہا مومنین کے نطفے اصلاب کفار میں ضائع ہو جائیں گے۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ۹۵۰ سال اذیت کفار پر صبر

---

[1] مرزا جی کو بھی اس کے خواب آیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے رسالۂ قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۴۹ میں ایک شعر کہا ہے سے اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے ٭ سب جھوٹے دین مٹا دے میری دعا یہی ہے ٭ لیکن چونکہ آپ مہدی کاذب تھے اسلئے نہ آپ کے وقت سے اور نہ آپکے زمانہ میں سب جھوٹے دین مٹے۔ بلکہ ان میں ایک اور زیادہ ہو گیا ٭

کیا اور عذاب کلی اور طوفان عام کے لئے اس وقت آخری دعا کی جب کہ نطفہ ہائے مومنین اصلاب کفار و مشرکین سے خارج ہو گئے وہ دعا کیا تھی۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا پ۲۹ ۔ یعنی اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کسی کو نہ چھوڑ کیونکہ اگر تو انہیں باقی چھوڑیگا تو تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے اور نہ جنینگے مگر فاجر و کافر۔ اس لئے جب کہ یہ حالت پیدا نہیں ہے اور امام علیہ السلام خروج کر کے قاتلوہم پر عمل شروع کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نطفہائے مومنین ضائع ہو جائیں اور انکے ضائع کرنے کا وبال امام کے سر پر ہو۔ وہو خلف اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءہم العذاب ولیاتینہم بغتۃ وہم لا یشعرون (عنکبوت) اے پیغمبر یہ لوگ تجھ سے عذاب میں جلدی کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس کے لئے ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو عذاب آگیا ہوتا۔ اور البتہ آئیگا ان کو اچانک جب کہ ان کو خبر بھی نہ ہو گی۔ یہ اجل مسمےٰ اسوقت پوری ہو گی جب کہ نطفہائے مومنین اصلاب کفار سے بالکل جدا ہو جائینگے۔ چنانچہ فتح مکہ پر قتل عام اسی وجہ سے ملتوی کیا گیا جس کی بابت خدا فرماتا ہے ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطئوہم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما (فتح) یعنی اگر کچھ مومنین و مومنات ایسے نہ ہوتے جن کو تم نہیں جانتے اور ان کو کافروں کے ساتھ ہی پامال کر دیتے۔ پھر تم کو ان کے قتل کر دینے سے تکلیف پہنچتی تو ہم ضرور عذاب استیصال کا حکم دیتے۔ لیکن ہم نے اسلئے نہیں دیا کہ وہ کفار سے جدا ہو جائیں تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر یہ ان سے جدا ہو جاتے تو ہم کفار کو عذاب دردناک سے معذب کرتے پس جب تک یہ ودائع مومنین اصلاب کفار سے جدا نہیں ہوتے حضرت خروج نہیں کر سکتے اور چونکہ دیگر موانع ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس لئے ابھی ظہور بھی نہیں فرماتے۔ اور حالت غیبت میں ہیں جس کی رسول اللہ صلعم خبر دے چکے ہیں اور خدا ابتدائے سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب[ل۱] قرآن میں کچھ ریب و شک نہیں یہ ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو الغیب پر ایمان لاتے ہیں مبداء و معاد تو غیب میں داخل ہیں ہی۔ پس کس قدر تعجب ہے اس شخص پر جو مبداء و معاد پر تو باوجود غیب میں داخل ہونے کے بقول خود ایمان لائے لیکن حجۃ اللہ و بقیۃ اللہ کی غیبت پر اعتراض کرے۔ سورۂ بقرہ کی آیات پر

ل۱ میاں محمود صاحب ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے کچھ کام فرمائے ہیں ایک طرف تو یہ فرمایا کہ یومنون بالغیب غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی جو باتیں لوگوں کی نظروں سے غائب اور دنیا سے پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر ان کو ایمان و یقین ہو جاتا ہے الخ اخبار الفضل جلد ۳ نمبر ۱۴۳ صفحہ ۶

خوب غور کریں۔ متقیوں کی پہلی تعریف یہی ہے کہ وہ الغیب پر ایمان لائیں۔ اس الغیب پر ایمان لانا اصول دین میں داخل ہے اور اسکے بعد فروع کا ذکر یقیمون الصلوٰۃ۔ پس اس الغیب پر ایمان لانے والوں کو خدا نے متقی ہونے کا گرانقدر لقب عطا کیا ہے اور یہ نہیں ہیں مگر وہ جن کے امام کا لقب بھی امام المتقین ہے اور جو بوجہ طول غیبت کے اس الغیب پر ایمان لانے سے محروم ہیں ان کو خدا نے یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی ہے چنانچہ فرماتا ہے ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون پ۲۷ ع۱۸ یعنی نہ ہوں یہ مثل ان لوگوں کے جو پہلے سے کتاب دئے گئے۔ پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی پس سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔ ان آیات میں خدا صاف فرماتا ہے کہ طول امد سے اور درازئے فترت سے قساوت قلب کو بڑھا کر یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جاؤ۔ وہ بھی طول امد سے انبیاء و حجج خدا کا انکار کر دیتے تھے۔ تم بھی ایسے نہ ہو جاؤ۔ پس جو لوگ طول امد کی وجہ سے حجۃ خدا کے وجود سے انکار کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہیں اور سورۂ فاتحہ میں ان کے سبیل سے اجتناب کرنے کی دعاء کا حکم ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ سورۂ حدید کی متذکرۃ الصدر آیات کے بعد خدا فرماتا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون۔ مرزائیوں کے اعتقادات کیرو سے تو ہر صدی پر مجدد آتا رہا۔ پھر طول امد کہاں ہوئی۔ یہ صریحاً فترۃ کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک امام آخرین غائب رہیگا اور غیبت پر طول امد کا اطلاق ہوگا۔ اس طول امد کے بعد زمین پر موت چھا جائیگی۔ اسلام مقہور و مظلوم ہو جائیگا۔ اس وقت بقیۃ اللہ فی الارضین علیہ وعلی آبائہ الصلوٰۃ والسلام خروج کر کے اس زمین کو لوث کفر و شرک سے پاک کریگا۔ اور اس کی موت کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دیگا۔ اس وقت مسلمانوں کی یہ دلی تمنا پوری ہوگی ؎

اس دین کی شان و شوکت یارب ہمیں دکھادے   سب جھوٹے دین مٹادے اپنی یہی دعا ہے

اور خدا کا وعدہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ظہور میں آئے گا منکرین اولی کہتے تھے ویقولون متی ھذا الفتح (یہ فتح کب ہوگی) خدا فرماتا ہے قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانہم ولا ھم ینظرون۔ فاعرض عنہم وانتظر انہم منتظرون اے پیغمبر ان سے کہدو کہ فتح کے دن کافروں کو ان کے ایمان کچھ نفع نہ دینگے اور نہ وہ ڈھیل دئے جائینگے پس تو انتظار کر اور وہ بھی منتظر رہیں۔ اس فتح پر کیا کیفیت ہوگی الملک یومئذ الحق للرحمان وکان یوما علی الکافرین عسیرا۔ اس دن ملک خدا کا ہوگا اور وہ دن کافروں پر سخت ہوگا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے قل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین غیب واسطے اللہ کے ہے انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں اور دانیال نبی کو فرشتے نے کہا کہ یہ غیب کی

باتیں ان پر مہر لگا رکھ مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے۔

احمدی۔ ۱۵۔ (منشی صاحب نے غلطی سے ۱۴ لکھا ہے) جب دیکھا گیا کہ واقعات سے امام کے وجود کو ثابت کرنا مشکل ہے تو ایسی تاویلات کی طرف رجوع کیا گیا جن سے ہر زمانہ میں ظہور امام کے اعتقاد سے ملکی فائدہ حاصل کیا جائے یا جن سے کہ سائل کسی وقت بھی مجبور نہ کر سکے۔

(۱) مثلاً بنی امیہ و بنی عباس کی سطوت کو برباد کرنے کے لئے اس اعتقاد سے خوب فائدہ اٹھایا گیا۔

(۲) امام کے ناموں میں سے ایک نام فرج تجویز کر دیا یعنی خوشحالی جس کا مطلب یہ ہے کہ جب شیعوں کے اچھے دن آئیں سمجھا جائے کہ امام زمان کے دم قدم سے یہ دن نصیب ہوئے اور جب مصیبت کے دن ہوں تو صابر و منتظر رہیں۔

(۳) دینی فوائد تو اس وقت بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ خواہ آپ امام غائب ہی مانے گئے ہیں لیکن ہواخواہان شیعہ نے گذشتہ مظالم کے انتقام لینے اور ساتھ ہی شیعوں کو دنیوی ترقی اور سلطنت کا امیدوار بنانے کے لئے ایسے عقائد بنائے جیسے غیبت کبریٰ امام مجلسی لکھتے ہیں معنی رجعت آنست کہ بادشاہی بجا گردد و مہدی بادشاہ شود۔ رسالہ رجعت صہ۱۴ قدیم شیعوں کو دنیاوی ثروت کی بڑی آرزو رہتی تھی۔ یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گئی الشیعہ تربی بالامانی توضیح المقال صہ۲۶

(۴) شیخ محمد حسن بن سلیمان نے منتخب البصائر میں روایت کی ہے جس میں امام صادق فرماتے ہیں کہ جس قدر آیات خدا نے قیام ساعت کے لئے قرآن میں فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام قائم کے بارے میں نازل ہوئی ہیں (رسالہ رجعت صہ۲۹) پھر جو آیات اثبات رجعت کے لئے ہیں ان کا مصداق کون ہوگا

(۵) امام غائب کو موجب امان زمین کہا گیا ہے جیسے کہ ستارے موجب امان آسمان ہیں (حق الیقین صہ۱۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ امام فرائض آیات و تبلیغ ہدایت سے یا تو فارغ البال ہو چکے ہیں یا اس عہدے سے ان کو دوسرے عہدے پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور فرائض امامت سے ان کا علیحدہ ہو جانا بمنزلہ وفات کے ہے۔

شیعہ۔ ناظرین بانصاف دیکھیں کہ یہ اعتراض ہیں یا مجذوبوں کی   شاید منشی جی میں جنون جی کی روح حلول کر گئی ہے کہ ایسی بے تکی ہانکنے لگے ہیں۔ حضور والا! آپ کے سب اعتراض باطل ہیں اور اب تک آپ نے شیعوں کی ایک کتاب سے بھی وفات امام کو ثابت نہ کیا۔ ہاں الغریق یتشبث بالحشیش کے مطابق اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ نہ بنا اور نہ بنے گا۔ اور اس برتہ پر شیعوں پر اتمام حجت سے

اللہ رے اس حسن پہ یہ بے نیازیاں

آپ نے امام کی ولادت کو ظنی کہا ہم نے ان کی ولادت کا تاریخی ثبوت دیدیا۔ آپ نے غیبت کا ثبوت مانگا ہم نے آپ کی مسلمہ کتابوں سے اس کا ثبوت دیدیا۔ اب آپ کے اعتراضوں کا تھیلا ختم ہوگیا اور لگے آپ ادھر ادھر کی کہنے (۱) بنی امیہ کی سطوت کو شیعوں نے برباد نہیں کیا بلکہ اس سطوت کا خاتمہ بنی عباس کے ہاتھوں ہوا جن کا ممدن ہونا آپ مانتے ہیں پس شیعوں کا ان کی سطوت کے برباد کرنے میں ہاتھ نہیں۔ بنی عباس بھی بغداد ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع وبیع تاتاریوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے لیکن ظہور امام کے اعتقاد کو اس میں کیا دخل۔

(۲) ان مع العسر یسرا کی رو سے شیعوں کو خدا کے کلام پر اطمینان ہے اور وہ منتظر فرج ہیں اور جب مصیبت آئے تو فاصبروا کی رو سے صابر بھی ہیں پس ثابت ہوا کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر ہے اور آپ کا نہیں +

(۳) خدا نے مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ آخر ان کی بادشاہی ہوگی پڑھئے آیت ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین والعاقبۃ للمتقین وحدیث درباره مہدی یفتح اللہ علی یدیہ مشارق الارض ومغاربہا مشکوٰۃ المصابیح باب اشراط الساعۃ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے لا تذہب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی رواہ الترمذی وابوداؤد (ینابیع ص۳۶۱) یہ حدیث حضرت علی ابی سعید ام سلمہ وابی ہریرہ سے بھی مروی ہے اور ترمذی نے کہا ہے ہذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے (ینابیع ص۳۶۲) اور حدیث صحیح آپ پر حجت ہے۔ کیونکہ آپ دعوے کرتے ہیں کہ حدیث صحیح کو مانتے ہیں (دیباچہ نور الدین ص۹ دوازدہم) ابن ماجہ میں پیغمبر سے روایت ہے انہ قال ولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یملک رجل من اھل بیتی یملک جبل الدیلم والقسطنطنیہ وزاد فی روایات ورد وھم ویا قدیم شیعوں نے تو دنیاوی ثروت کی کیا آرزو کرنی تھی۔ ہاں جن صحابہ کو آپ متقدا جانتے ہیں۔ وہ سلطنت پر بڑے حریص اور دنیا طلب تھے۔ چنانچہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے حدیث متفق علیہ امام بخاری ومسلم کے ص۴۵۴ پر عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے صحابہ کو فرمایا انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا فیہا وزاد بعضہم فتقتتلوا فتہلکوا کما ھلک من

ف آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے وارث عباد صالحین ومستضعفین وائمہ ہونگے اس کی توضیح احادیث کرتی ہیں۔ کہ امام مہدی عرب کا مالک ہوگا۔ اور مشارق ومغارب زمین کو فتح کریگا۔ پس جب امام مہدی بادشاہ ہو تو بادشاہی مومنین کی ہوئی۔ اور ہمیں اللہ ورسول کے وعدوں پر پورا بھروسا ہے +

کان قبلکم متفق علیہ۔ اور فصل اول کتاب الرقاق میں صفحہ ۳۵۹ پر عمرو بن عوف سے یہ روایت نقل کی ہے
قال قال رسول اللہ صلعم فواللہ لا الفقر اخشٰی علیکم ولکن اخشٰی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت
علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم متفق علیہ اور تفسیر آیہ فھل عسیتم ان تولیتم
کی حدیث **مشکوٰۃ** میں وارد ہوئی ہے جو ابوہریرہ سے **کتاب الامارۃ والخلافہ** میں مذکور ہے ان النبی قال
انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامہ **رواہ البخاری** اور قرآن میں ان کی شان میں فرمایا
تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی عزت کے خواہاں ہو۔ اور حضرت
نے فرمایا اے صحابہ میں شرک وکفر سے تم پر نہیں ڈرتا بلکہ دنیا سے ڈرتا ہوں کہ تم اس میں پڑوگے اور ہلاک ہو
جاؤگے۔ اور تم حرص کروگے امارت پر اور آخرت میں تمہیں اس فعل سے ندامت ہوگی تبلائیے سقیفہ میں دنیاوی
ثروت کی آرزو کس کو ہوئی۔ اور غدیر کے عہد کو حباً للریاسۃ کما قال الغزالی فی مقالۃ الرابعہ سر العالمین
کس نے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینکا۔ آپ ہمیں تو تمنی ثروت کا الزام دیتے ہیں لیکن اپنے مرشد کے مخترعہ
الہام کو بھی بھول جاتے ہیں "کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت چاہینگے" اسی کی بنا پر مرزا صاحب نے بادشاہوں
کو خطوط لکھے کہ شاید کوئی ان پر ایمان لاوے اور اپنے خزانے قادیان میں بھیجدے لیکن وہ اسی ارمان میں
مرگئے۔ اور ان کے کپڑے بھی فنا ہوگئے۔ پھر ان کے خلیفۂ اول کے دل میں یہی ارمان اٹھا اور اسی اثنا میں
نواب صاحب رامپور زاد اللہ اقبالہٗ نے چاہا کہ ان کے حضور میں احمدیوں اور سنیوں کا مباحثہ ہو
خلیفہ جیو نے خیال کیا کہ اب الہام کے پورا ہونے کا وقت آیا۔ انہوں نے **خواجہ کمال الدین** پلیڈر لاہور کو
مقرر کیا۔ ادھر سے ان کے پرانے حریف **مولوی ثناء اللہ امرتسری** اٹھے اور جو گرگری احمدیوں کی وہاں ہوئی
وہ کوئی اُن کے دل سے ہی پوچھے۔ اب حالانکہ مرزا صاحب کا ایک کپڑا بھی دنیا پر نہ ہوگا۔ لیکن ان کے مرید
اب بھی منتظر ہیں کہ یہ الہام کب پورا ہو۔

۴ یہی آپ کا بھی عقیدہ ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۰ تشحیذ زیر بحث و تفسیر مرزا در آیات سورۂ زلزال اور و
اذا العشار عطلت کی تفسیر پس جو اعتراض آپ نے کیا ہے وہ آپ پر ہی عاید ہوتا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا
حقیقی جواب یہ ہے کہ چونکہ ظہور امام ورجعت قرب قیامت میں ہوگا۔ اس لئے جو علامات قیامت ہیں وہی
اس کی بھی علامات ہیں اور اسی لئے اس کو قیامت صغرےٰ بھی کہتے ہیں۔ آپ کے شعر کے لئے ہمیں ایک
حدیث یاد آئی جو مشکوٰۃ میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ فرمایا ستروں ربکم کما ترون القمر فی لیلۃ البدر
تم قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح کو دیکھوگے جس طرح یہاں چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اس
کے لئے ہم بھی آپ کے شعر کی تکرار کرتے ہیں ؎

تراک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر　　پھر اس پر صبر کرنا ہائے دل اُمیدواروں کا

۵۔ یہ اعتراض ہماری سمجھ میں نہیں آتا کس بنا پر ہے حدیث اھل بیتی امان لاھل الارض کما ان النجوم امان لاھل السماء مرویہ فریقین ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں اہل بیت سے ایک فرد کامل امام دنیا میں موجود رہیگا تاکہ زمین فنا نہ ہو جائے اس میں تبلیغ کا ذکر نہیں ان کا وجود ہی باعثِ امان زمین ہے پس پہلے حدیث کو سمجھئے اور پھر اعتراض کا نام لیجئے +

احمدی - ۱۶ - ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے - کہ امام کی غیبت کا امتداد زیادہ سے زیادہ بقدر مدت بقائے نوح تھا اپنی قوم میں چنانچہ لکھا ہے واللہ لو بقی فی غیبتہ ما بقی نوح فی قومہ لم یخرج من الدنیا حتی یظہر فیملا الارض قسطا وعدلا (اکمال الدین صفحہ ۱۹۶) بقاے نوح فی قومہ کا لفظ قابل غور ہے جس کی تصدیق قرآن سے فلبث فی قومہ الف سنۃ الا خمسین سے کافی طور پر ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ عرصہ تجویز کرنے کی کسی ذی رائے و صاحب قیاس کو اجازت نہیں دیتی - اب اصل حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو - امام فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی اگر امام قائم غائب رہے اتنا عرصہ بھی جتنا کہ نوح اپنی قوم میں رہے تو بھی وہ دنیا سے رخصت نہ ہونگے جب تک کہ ظہور نہ کریں اور زمین کو انصاف و عدل سے بھر پور نہ کریں - اب چونکہ نوح والا عرصہ بھی گذر گیا اور امام نے ظہور نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ امام بقید حیات نہیں ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو وہ ضرور ظہور فرماتے +

شیعہ - سید حمیری جو پہلے کیسانیہ تھے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے انکے سامنے وفات محمد حنفیہ ثابت کی - اسپر اسنے توبہ کی اور حضرت کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوا - اس نے حضرت سے پوچھا یا بن رسول اللہ قد روی لنا اخبار عن ابائک فی الغیبۃ وصحۃ قولہا فاخبرنی بمن تقع فقال ستقع بالسادس من ولدی وھو الثانی عشر من الائمۃ الھداۃ بعد رسول اللہ اولہم امیر المومنین علی ابن ابی طالب و آخرھم القائم بالحق بقیۃ اللہ فی الارض وصاحب الزمان واللہ لو بقی فی غیبتہ ما بقی نوح فی قومہ لم یخرج من الدنیا حتی یظہر فیملا الارض قسطا وعدلا صفحہ ۲۱ اکمال الدین - ترجمہ اے فرزند رسول! آپ کے آبا طاہرین سے غیبت کی صحیح خبریں روایت ہوئی ہیں فرمایئے کہ یہ غیبت کس کو ہوگی آپ نے فرمایا میرے چھٹے بیٹے کو جو کہ ائمہ ھداۃ کا بارھواں ہے جن کا پہلا علی اور آخر قائم بالحق اور صاحب الزمان ہے بخدا اگر وہ رہے اپنی غیبت میں جتنا کہ رہا نوح اپنی قوم میں تو بھی دنیا سے نہیں نکلیگا یعنی نہیں مریگا جب تک ظاہر نہ ہو اور زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے +

چالاک معترض نے پہلی عبارت کو نقل نہیں کیا تاکہ سیاق و سباق سے مطلب واضح نہ ہو جائے اور ترجمہ میں بھی تصرف کیا لم یخرج من الدنیا کا ترجمہ کیا "تو پھر وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگا"۔ پھر کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ عبارت بالکل صاف ہے اس سے نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدت غیبت ۹۵۰ سال ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس مدت کے بعد ضرور ظہور کرینگے۔ اور نہ یہ کہ اگر ظہور نہ کیا تو مر گئے ہونگے بلکہ اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ان کی موت بعد از ظہور و اصلاح ارض ہے جب تک وہ ظہور نہ کریں اور زمین کو عدل سے نہ بھر دیں وہ دنیا سے رخصت ہی نہیں ہو سکتے ہاں نوح کی مدت کو مثال کے طور پر بیان فرمایا کہ اگر اتنی مدت بھی غائب رہیں تو یہ خیال نہ کرو کہ وہ مر جائینگے اپنی غیبت میں ہی نہیں! وہ نہیں مرینگے جب تک ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے نہ بھر دیں۔

احمدی۔ ۷۔ تمام عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کے منافی ہیں عقل کی فضیلت میں شروع اصول کافی میں کئی احادیث ہیں منجملہ العقل دلیل المومن۔ ان للّٰہ حجتین حجۃ ظاہرۃ و حجۃ باطنۃ فاما الظاھرۃ فالرسل والانبیاء والائمۃ واما الباطنۃ فالعقول

نکتہ۔ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی کسی امام سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ امام ظاہر اور مشہور ہو یا ترسناک پوشیدہ اما ظاہرا مستورا او خائفا مغمورا رسالہ ارشادیہ شرح اعتقادیہ صـ ۲۹۹ در اصل یہ دوسری شق خائفاً مغموراً والی ہی عقیدہ غیبت امام کی جڑ ہے لیکن اس نمبر میں حدیث نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ رسل انبیاء اور ائمہ ہمیشہ حجت ہائے ظاہرہ ہوتے ہیں اور جو حجت کہ ظاہر نہیں باطن ہیں ہے وہ عقل ہے یہ بھی ایک دلیل واضح ہے بطلان عقیدہ غیبت امام و وفات امام غائب پر۔

شیعہ۔ منشی جی وہ عقلی دلائل کونسے ہیں جو اس عقیدہ کے خلاف ہیں۔ دعوے تو آپ نے بڑے زور سے کیا لیکن دلیل ایک نہ دی۔ سنئے تمام عقلی دلائل اس عقیدہ کی موید ہیں کیونکہ کسی کو پیدا کرنا مقدور باری ہے عمر لمبی کرنا خدا کے اختیار میں ہے ایک مدت مدید تک کسی کو غائب رکھنا خدا کی قدرت سے باہر نہیں *

جو نکتہ آپ نے بیان کیا ہے وہ بہ سبب قصور فہم ہے کیونکہ آپ نے ظاہر باطن و ظاہر و غائب میں تمیز نہیں کی جس حدیث میں حجج خدا کو ظاہر کہا گیا ہے اس میں لفظ ظاہر بمقابلہ باطن ہے نہ بمقابلہ غائب۔ دیکھئے خدا کی شان میں قرآن میں وارد ہے ھو الظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم۔ وہ ظاہر ہے اور باطن ہے پس جو ظاہر کے معنی اس آیت میں ہیں۔ وہی حجج اللہ کے لئے بھی ہیں اگر اس لفظ ظاہر کے جو مقابلہ

باطن آتا ہے یہ معنے ہوں کہ وہ آنکھ سے دیکھا جائے تو پھر خدا کا بھی مرئی ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ ارشاد ہے لا تدرکہ الابصار پس جس طرح خدا باوجود غائب و مستور ہونے کے ظاہر ہے اسی طرح جو حجۃ اللہ غائب و مستور ہے وہ ظاہر ہی ہے بمقابلہ باطن۔ یہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ زمین حجۃ خدا سے خالی نہیں ہوتی خواہ وہ ظاہر مشہور ہو اور خواہ خائف مغمور۔ نہج البلاغۃ میں موجود ہے اور نہج البلاغۃ کو محدث دیار یمن قاضی القضات امام الثقات الاثبات محمد بن علی شوکانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند اپنی کتاب اتحاف الاکابر بالاسناد والدفاتر میں درج کی ہے اور اس کو کلام حضرت علی مانا ہے۔ اور شوکانی یمنی کو آپ لوگ امام مانتے ہیں (دیباچہ نور الدین ص۵۶) اور حضرت علی کو بھی آپ اپنا محبوب اور دل سے پیارا کہتے ہیں (دیباچہ نور الدین ص۴۵) اور محبوب کے اقوال واجب القبول والاتباع ہیں بمفاد قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی نہ قابل رد۔ پس یہ حدیث آپ پر حجت ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت ایک امام غائب ہے +

احمدی - ۱۸۔ کافی میں متعدد احادیث اس امر پر وارد ہیں کہ ہر ایک امر کو پھیرا جائے طرف قرآن اور سنت رسول کے اور جو حدیث مخالف قرآن ہو۔ وہ جھوٹی ہے مثلاً دیکھو اصول کافی ص۳۵-۳۹ کتاب العلم۔ اب قرآن مجید میں دیکھیں تو لکھا ہے کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم کو ماریگا۔ اور تم میں سے ہیں جو ارذل عمر تک لوٹائے جائینگے تاکہ سب کچھ جان بوجھ کر پھر لاعلم کے لاعلم رہ جائیں ارذل العمر کی میعاد میں اختلاف ہے فی المجمع عن النبی و امیر المومنین (علی) ھو خمس و سبعون سنۃ والقمی عن الصادق عن ابیہ اذا بلغ العبد مائۃ سنۃ فذالک ارذل العمر و فی الخصال مثلہ قال وقد روی ان ارذل العمران یکون عقلہ مثل عقل ابن سبع سنین تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت واللہ خلقکم ثم یتوفاکم الخ اذا بلغ المائۃ فذالک ارذل العمر فروع کافی کتاب الروضہ ص۳۰۳ ظاہر ہے کہ امام غائب بعد نزول قرآن مجید تیسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں اب قرآن تو اپنے مخاطبین سے کہتا ہے کہ جو تم میں سے ارذل عمر تک جیتے رہینگے اسکے عوض میں اسی قدر وہ علم و عقل سے بے بہرہ کئے جائینگے اور ارذل عمر کی حد زیادہ سے زیادہ سو برس کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے۔ رسول پاک اور باقی اماموں میں سے کوئی بھی اس حد عمر تک زندہ نہیں رہا۔ پھر امام غائب کے لئے کس طرح ممکن ہے کہ وہ گیارہ سو برس سے زندہ ہوں اور ان کی عقل و علم و حواس بدستور قائم ہوں۔

شیعہ۔ اول آپ نے خود فرمایا کہ ارذل عمر میں اختلاف ہے اور آپ کا مسلک ہے کہ اختلافی امر سے انکار کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مہدی فاطمی سے اسی لئے انکار کیا کہ احادیث میں اختلاف ہے دیکھو عسل مصفیٰ

ودیگر کتب احمدیہ اسی پر ارذل عمر کی میعاد بھی آپ کے مسلک کی رو سے قابل انکار ہے نہ تسلیم مجمع البیان میں جو روایت حضرت علی وہبغیرہ سے ارذل عمر کے بارے میں منقول ہے وہ بطریق مخالفین مروی ہے چنانچہ یہی روایت تفسیر کبیر میں بھی منقول ہے اور یہ ثابت ومعلوم ہے کہ رازی استدلال میں روایات شیعہ نہیں لکھا کرتا۔ اور صاحب مجمع نے بھی لکھا ہے رووا عن علی انہوں نے روایت کی ہے علی سے اگر یہ امامیہ کی روایت ہوتی تو روی اصحابنا لکھتے اور صاحب مجمع کا قاعدہ ہے کہ روایت مخالفین بھی لکھا کرتا ہے۔ تفسیر قمی و روضہ کافی کی روایت ایک ہی ہے جس میں ارذل عمر ۱۰۰ بتلائی گئی ہے لیکن یہ روایت مجہول ہے دیکھو مراۃ العقول جلد ۴ صفحہ ۲۹۹۔ اور کلام الٰہی کی تفسیر کے لئے صرف احادیث صحیحہ ثابتہ کو لیا جاتا ہے دیکھو دیباچہ نورالدین ص ۹ اصل دوازدہم پس جب تک ان احادیث کو آپ صحیحہ ثابتہ معروفہ ثابت نہ کریں ہم پر الزام نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ارذل عمر کیا ہے۔ اس کی تفسیر روایت خصال کرتی ہے یعنی وہ عمر جس میں عقل انسان مثل عقل طفل ہفت سالہ ہوجاتی ہے اور یہی عقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کی عقل شصت سالگی میں ہی مثل عقل طفل ہفت سالہ ہوجاتی ہے اور بعض کی نود وہشتاد سالگی میں بھی نہیں ہوتی۔ حضرت علی کی حدیث میں تو ۷۰ سال ارذل عمر ہے اور آپ کے مرزاجیو کی عمر ۸۰ سال ہوئی تو بتلائیے وہ بھی جاہل محض ہوگئے تھے۔ منشی صاحب آپ کے خلیفہ اول ابوبکر ثانی نے دیباچہ نورالدین صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ قرآن کے ایسے معنے نہ کرو جو سنن الیہ ثابتہ کے خلاف ہوں جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اکثر انبیا ایسے ہوئے ہیں جن کی عمریں آپ کی مقرر کردہ عمر سے آٹھ نو گنا زیادہ ہوئیں۔ اور پھر بھی ان کی عقلیں ناقص نہیں ہوئیں۔ چونکہ آپ بائیبل کے حوالوں کے بہت مشتاق ہیں اور آپ کے مرشد نے بھی ازالہ اوہام ص ۱۳۸ میں لکھا ہے کہ امام محدثین حضرت اسمٰعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تعریف نہیں ہوئی اور بخاری کی صحت کے بارے میں اس کتاب کے صفحہ ۲۴۴ میں لکھا ہے: "اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوے میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا" اس لئے چند معمرین کی عمریں بائیبل ہی سے لکھتا ہوں"

اعمار خلائق قبل از طوفان نوح علیہ السلام

نمبر شمار	نام	عمر	حوالہ کتاب
۱	حضرت آدم علیہ السلام	۹۳۰ برس	(کتاب پیدائش ۵/۵) ۱۰۰۰ سال طبری جلد ۱ صفحہ ۳۰
۲	حضرت شیث علیہ السلام	۹۱۲ 〃	〃 〃 ۵/۸ و تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۳۱

۳	حضرت انوس علیہ السلام	۹۰۵ برس	کتاب پیدائش 5/11 - ۹۵۰ سال طبری جلد ا صفحہ ۳۱
۴	〃 قینان 〃 〃	〃 ۹۱۰	〃 〃 5/14 - ۸۴۰ 〃 〃 〃 〃 〃
۵	〃 محلل ایل 〃 〃	〃 ۸۹۵	〃 〃 5/17 - ۹۲۶ 〃 〃 〃 〃 〃
۶	〃 یارد 〃 〃	〃 ۹۶۲	〃 〃 5/20
۷	〃 حنوک 〃 〃	〃 ۳۶۵	〃 〃 5/24
۸	〃 متوسلح 〃 〃	〃 ۹۶۹	〃 〃 5/27 - ۷۰۰ 〃 〃 〃 صفحہ ۳۳
۹	〃 لمک 〃 〃	〃 ۷۷۳	〃 〃 5/31 - ۸۷۰ 〃 〃 〃 〃 〃
۱۰	〃 نوح 〃 〃	〃 ۹۵۰ لے	〃 〃 9/29

بعد از طوفان

۱۱	〃 سام بن نوح 〃	۶۰۰ سال	کتاب پیدائش 11/11
۱۲	〃 ارفکسد (یہود) 〃	〃 ۴۳۸	〃 〃 11/14
۱۳	〃 سلح 〃 〃	〃 ۴۳۳	〃 〃 11/15
۱۴	〃 عبر 〃 〃	〃 ۴۶۴	〃 〃 11/17
۱۵	〃 فلج 〃 〃	〃 ۲۳۹	〃 〃 11/19
۱۶	〃 رعو 〃 〃	〃 ۲۳۹	〃 〃 11/21
۱۷	〃 سروج 〃 〃	〃 ۲۳۰	〃 〃 11/22
۱۸	〃 نخور 〃 〃	〃 ۱۴۸	〃 〃 11/25
۱۹	〃 تارخ پدر ابراہیم 〃	〃 ۲۰۵	〃 〃 11/32
۲۰	〃 ابراہیم علیہ السلام	〃 ۱۷۵	〃 〃 25/7 - طبری ا - صفحہ ۸۷
۲۱	〃 اسحاق 〃 〃	〃 ۱۸۰	〃 〃 35/29 و ۱۶۰ 〃 صفحہ ۸۸
۲۲	〃 لقمان حکیم 〃 〃	〃 ۳۵۰۰	تاریخ الدول - ابوالعباس قرمانی و انوار التنزیل
۲۳	〃 عوج بن عنق 〃	〃 ۳۳۰۰	مورخ محمد بن اسحاق و تاریخ الدول قرمانی
۲۴	〃 ضحاک و طہمورث 〃 〃	〃 ۱۰۰۰	طہمورث نے ۷۰۰ سال بادشاہی کی طبری جلد ا صفحہ ۳۹
۲۵	〃 قینان 〃 〃	〃 ۹۰۰	
۲۶	〃 مہلائیل 〃 〃	〃 ۸۰۰	

لے لیکن قرآن کی رو سے یہ مدت صرف زمانۂ تبلیغ ہے چنانچہ ارشاد ہے فلبث فی قومہ الف سنۃ الا خمسین (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹)

۲۷	عمر نفیل بن عبداللہ	۷۰۰ برس	
۲۸	" سطیح کاہن	۶۰۰ "	
۲۹	" عامر بن الضرب حاکم عرب	۵۰۰ "	
۳۰	" سلمان فارسی علیہ السلام	۵۰۰ یا ۶۰۰ " ۲؎	
۳۱	" قیس بن کعب	۲۰۰ "	روایت ابن درید از ابی حاتم
۳۲	اوشہنگ نے	۵۰۰ "	سال بادشاہی کی۔ طبری جلد ۱ صفحہ ۳۹
۳۳	جمشید	۷۰۰ "	" " " " " " ۴۰
۳۴	نمرود	۸۰۰ "	" " " " " " ۶۶
۳۵	عمر کیومرث	۷۰۰ "	" " " ۳۸
۳۶	" اسمٰعیل " "	۱۳۰ "	" " " ۸۸
۳۷	خضر والیاس زندہ ہیں	زندہ موجود تک	" جلد ۲ " ۱۷۶ و ۱۵۸ ۳؎
۳۸	بخت نصر نے	۳۰۰ سال	بادشاہی کی " " " ۲۱۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) علما یعنی نوح نے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال گذارے اور آپ کی قوم طوفان میں ہلاک ہوگئی۔ بقول اہل کتاب حضرت نوح طوفان کے بعد ساڑھے تین سو برس جیتے رہے (پیدائش ۹ ب ۲۸) لیکن بروایت حضرت معاذ علیہ السلام حضرت نوح کی عمر قبل از بعثت ۸۵۰ سال تھی ۹۵۰ سال آپ نے قوم کو دعوت کی اور طوفان کے بعد آپ ۷۰۰ سال زندہ رہے (اکمال الدین صفحہ ۲۸۹) اس حساب سے آپ کی عمر ۲۵۰۰ سال ہوئے اور چونکہ باقرار مرزا صاحب شیعوں کی روایات کی بنا بعض سادات کرام کے کشف صحیح پر ہے (ازالہ) اور کشف صحیح ان کے نزدیک حجت ہے اسلئے ان کے مسلمہ قواعد کی رو سے یہ روایت بھی احمدیوں پر حجت ہے روایت بالا کی تائید فخر الدین رازی کے قول سے بھی ہوتی ہے تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۵۱ میں فرماتے ہیں (الاول) ما الفائدۃ فی ذکر مدۃ لبثہ نقول کان النبی علیہ السلام یضیق صدرہ بسبب عدم دخول الکفار فی الاسلام واصرارھم علی الکفر فقال ان نوحا لبث الف سنۃ تقریبا فی الدعاء ولم یؤمن من قومہ الا قلیل الخ یعنی اگر کہا جائے کہ مدت لبث نوح ذکر کرنے میں کیا فائدہ ہے ہم کہتے ہیں کہ کفار کے کفر پر اڑے رہنے اور اسلام میں داخل نہ ہونے سے نبی کریم کا سینہ تنگ ہوتا تھا خداوند عالم نے فرمایا اے نبی تو دل تنگ نہ ہو حضرت نوح نے اپنی قوم کو دعوت الی الاسلام کرنے میں تقریباً ایک ہزار سال گزارے لیکن پھر بھی آپ کی قوم کے تھوڑے آدمی ایمان لائے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۹۵۰ سال مدت دعوت تھی۔ آیت ولبث فی قومہ الف سنۃ الا خمسین علماً کو قول میں بانی لکھتے ہیں کہ انسان کی عمر طبیعی ۱۲۰ سال ہے لیکن یہ آیت ان کے قول کے خلاف دلالت کرتی ہے اور عقل بھی اسکی موافقت کرتی ہے کیونکہ بقا اس ترکیب پر جو انسان میں ہے ممکن لذاتہ ہے ورنہ باقی نہ رہتا اور دوام تاثیر موثر اس میں ممکن ہے کیونکہ اگر اسکا موثر واجب الوجود ہے تو دوام ظاہر ہے اور اگر واجب الوجود نہیں تو اس کا کوئی موثر ہوگا اور یہ سلسلہ منتہی ہوگا۔ واجب الوجود تک اور وہ دائم ہے پس اس کی تاثیر کا دائمی ہونا بھی جائز ہے پس بقاء ممکن فی ذاتہ ہے اگر نہ ہو تو بوجہ کسی عارض کے ہوگا لیکن عارض ممکن العدم ہے ورنہ یہ مقدار بہ سبب عارض مانع کے وجوب وجود کے باقی نہ رہتی پس ظاہر ہوا کہ اطباء کا کلام خلاف عقل و نقل ہے ۲؎ چنانچہ لمعات شرح مشکوۃ میں ہے فانہ امن بالانجیل قبل نزول القرآن وعمل بہ ثم امن بالقرآن ایضا وانہ ادرک عیسیٰ وکالانجیل ذالک سماہ النبی صاحب الکتابین۔ ۳؎ خضر کی حیات کے ثبوت میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ پر ملاحظہ ہو)

عمر کی نسبت علامہ غلام حسنین کنتوری مدظلہ کی کتاب انتصار الاسلام جلد اوّل صفحہ ۶۳
کا مندرجہ ذیل مضمون دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ علم حیوانی کے فلاسفہ نے مقدار عمر حیوانات کو تجربہ
سے دریافت کرکے ایک فہرست بنائی ہے مگر اس سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ عمر کی کمی بیشی جسامت کی وجہ سے ہے
یا کہ مکان اور مولد کی وجہ سے۔ دریائی جانور اور صحرائی پرند شاخدار اور پردار نرم اندام اور سخت اندام سب
کو دیکھا مگر کوئی قاعدہ کچھ ایسا معلوم نہ ہوا جس کے ذریعہ سے ہم حکم کر دیتے کہ مثلاً گدھا اور کوتے کی عمر آدمی
کے برابر کیوں ہوتی ہے اور کچھوا دو سو بیس برس اور ہاتھی سو برس سے زیادہ کیوں زندہ رہتا ہے اور
صحرائی مینڈک اپنے مساوی الجثہ حیوانات سے زیادہ لمبی عمر کیوں پاتا ہے اور زیادہ تر عجیب یہ امر ہے۔
کہ ایک مینڈک ۳۶ برس زندہ رہا۔ اور اس کی جسامت بال برابر بھی نہ بڑھی۔ گھوڑا تیس برس اور بھیڑ
۵۱ برس اور کتا ۲۰ برس۔ بہرحال یہ طول عمر جو حیوانات اور نباتات میں ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا کیا
سبب ہے اور کیوں ایسی کمی بیشی حیوانات کی عمر میں ہو رہی ہے اتنا ضرور ہماری عقل حکم کرتی ہے کہ یا
تو یہ اختلاف عمر خالق عالم کی قدرت کی وجہ سے ہے کہ اسنے جس مخلوق کو چاہا سو برس اور دو سو برس
اور ہزار برس کی زندگی عطا فرمائی یا اینکہ انہی عناصر اور مفردات کی مقدار اجتماع جو حرکت مادہ سے خود
بخود ہوتی رہتی ہے کسی خاص مقدار کے فراہم ہونے سے ۵۰ برس اور کسی سے ہزار برس کی عمر ہوتی ہے
یہ بات بموجب عقیدہ دہریہ اور منکر خدا ہے۔ بہرحال دونوں کے عقیدہ کی بنا پر طول عمر کوئی امر محال نہیں
یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی کی خلقت میں قوانین فطرت کی زیادہ شراکت ہے مگر قوت نباتی میں آدمی
بھی مشابہ نبات کے ہے اب ہم نباتات کی طول عمر کو بھی بیان کریں علمائے علم نباتات کی جدید تحقیق سے یہ
معلوم ہوا ہے کہ بعض درخت سکاٹ لینڈ میں اتنے بڑے ہیں جن کا محیط یعنی دور ۹۰ فٹ کا ہے اور
۵ ہزار برس کی عمر آنکی جاتی ہے کالیفورنیا میں ایک درخت صنوبر کا ۳۰۰ فٹ اونچا ہے اور چھ
ہزار برس کا ہو چکا ہے اس سے زیادہ عجیب ایک درخت بعض جزائر کنیریا میں پایا گیا ہے۔ اس جزیرے کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) مولوی نورالدین صاحب نے ایک خط کسی کو لکھا ہے جو ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۰ میں درج ہے۔ اس میں مولوی
صاحب قلائد الجواہر سے حضرت عبد القادر جیلانی صاحب بغدادی کا ایک قصہ درج کرتے ہیں جس میں جیلانی صاحب نے فرمایا
جاءنی خضر یمتحننی یا امتحن بہ الاولیاء من قبلی ... قلت لہ یا خضر ان کنت تقول لموسیٰ انک لن تستطیع معی صبرا فانک لن تستطیع
معی صبرا یا خضر ان کنت اسرائیلیا فانت اسرائیلی وانا محمدی فہا انا وانت الخ یعنی خضر میرے پاس آئے کہ امتحان
کریں جیسے مجھ سے پہلے ولیوں کا امتحان کیا کرتے تھے۔ مجھے ان کا ارادہ معلوم ہوگیا میں نے ان سے کہا تو نے موسیٰ سے کہا تھا
کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیگا۔ لیکن اے خضر تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیگا کیونکہ تو اسرائیلی ہے اور میں محمدی!
یہی میدان اور یہی گو ہے مقابلہ کرلے۔ یہ واقعہ کشف کا نہیں کیونکہ اس قصہ میں ایسا ظاہر نہیں کیا گیا پس اس سے
ثابت ہوا کہ خضر جیلانی صاحب کے وقت تو زندہ تھے ۔

دریافت ہوئے چار سو برس ہوئے) بعض علماء علم نباتات کا خیال ہے کہ یہ درخت خلقت انسان سے سینکڑوں برس پہلے کا ہے لیکن آجتک اس درخت کی کوئی چیز نہیں بگڑی جوں کا توں چلا آرہا ہے خلاصہ یہ کہ جب ہم کو اجزائے مفردہ اور بسائط اجسام کی تعداد کی تحقیق نہیں اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ آدمی یا حیوان یا کسی نبات میں کس قدر بسائط ملکر ان کی خلقت ہوتی ہے اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ ان بسائط کے باہم امتزاج سے کس قدر عمر اور بقائے اشیائے مذکورہ ہو سکتی ہے پھر باوجود ایسی کم علمی بلکہ جہالت کے یہ دعوےٰ کہ آدمی کی طبعی عمر کا نیچر سو یا ایک سو بیس برس کا ہے اور یہ نیچر ہرگز نہیں بدل سکتا سراسر نادانی ہے بلکہ قدرت کاملہ کے اثبات کی غرض سے جس طرح خدا نے ایک درخت بعض جزائر کنیریا میں ایسا پیدا کر دیا جس کو اس زمانہ کے فلاسفہ قبل خلقت انسانی کے موجود کہتے ہیں کچھ بعید نہیں اگر انسانوں میں بھی اس حکیم قدیر نے چند افراد کامل مثل حضرت خضر و ادریس و عیسےٰ و مہدی علیہ السلام ایسے پیدا کئے ہوں جن کی عمریں ہزاروں برس کی ہوں اور زمانہ نے ان پر کچھ تصرف نہ کیا ہو اور اس قدرت نمائی سے یہ غرض ہو کہ ہم لوگ خدا کو پابند کسی نیچر کا نہ جانیں بلکہ یہ اعتقاد رکھیں کہ ان اللہ علی کل شئی قدیر اللہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے ٭

ارذل عمر کی حد مرزا غلام احمد صاحب نے ۸۰ یا ۹۰ سال لکھی ہے چنانچہ ایام الصلح صفحہ ۱۲۰ میں ذیل آیت ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق لکھتے ہیں :- چہ از قرار ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نود سنہ بالغ شود و رانکوس و واژگونی بہ آفرینش اول حاصل آید اور ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۰۲ میں ومنکم من یتوفی کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں الخ ان دو نو عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ انسان میں یہ سنت اللہ جاری ہے کہ ۸۰-۹۰ سال پر پہنچکر وہ آفرینش اول کی طرف عود کرتے ہیں اور جیسے آفرینش اول میں جاہل ہوتے ہیں ویسے اس عمر میں بھی ہو جاتے ہیں اور اس کو سنت اللہ کہنے سے یہ مطلب ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے پس باطل ہوا قول معترض کہ یہ حالت صرف مخاطبین قرآن کی ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انبیائے معمرین جن کی عمریں سینکڑوں برسوں کی ہوئیں اور جو ہشتاد و نود سالگی سے دس گنا زیادہ عمر کو پہنچے۔ ان کی بھی یہی حالت ہو گئی تھی کہ وہ جاہل محض بن گئے اگر نعوذ باللہ اس وقت جاہل مطلق بن گئے تو آیا ان کے اقوال اس وقت قابل پیروی و اتباع تھے۔ ہرگز نہیں ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیونکہ اعادہ کر سکتا ہے جو عالم ہو۔ اور جاہل نہ قابل اعدا ہے نہ قابل اتباع۔ پس تمہاری دلیل سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم و

نوح و غیرہ اتنی بڑی عمر پر پہنچ کر قابل اتباع نہ تھے اور یہ معارض ہے آیہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ وہ طاعت کیا جائے) مذہب محقق یہ ہے کہ اتنی بڑی عمر پا کر بھی ان انبیاء کو نہ نکوس ہوا۔ اور نہ ان کی عمر ارذل تھی۔ اور نہ ان کے علم میں فرق آیا کیونکہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خداوند عالم محل کو جانکر اس میں رسالت رکھتا ہے۔ اپنی حجتوں کو ایسی کمزوریوں سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح خداوند عالم نے حضرت مہدی علیہ السلام کو زمانہ کے اثر سے محفوظ رکھا ہے۔ زمانہ ان میں کوئی اثر نہیں رکھتا اس لئے جب آپ ظاہر ہونگے تو ۴۰ سال کے معلوم ہونگے[ل] ۔ اور علم میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام طفولیت میں ہوں یا کہولت میں مساوی ہیں۔ چنانچہ عسقلانی شارح بخاری فتح الباری میں حضرت امام حسن کا حال لکھتا ہے۔ کان الحسن یطالع لوح المحفوظ فی الصبا انہ یعنی بچپن میں ہی حضرت حسن لوح محفوظ کے علم کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور آپ کا حال مغائر تھا دوسرے اطفال کے حال کے "تفسیر در منثور" میں (جس کے حوالوں کے لئے آپ کا خدا اعجاز المسیح میں محتاج ہوا) طاؤس سے روایت ہے ان العلم لا یخرف یعنی عالم کی عقل خراب نہیں ہوتی

ل حکماء اسلام نے فرمایا ہے کہ جب نفس ناطقہ میں تینوں خاصیتیں جمع ہوں۔ تو وہ نیابت الٰہیہ کے قابل ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ کلام اللہ کو سنے۔ ملائکہ کو دیکھے اور تمام یا اکثر معلومات کا عالم ہو۔ اور مادہ کائنات باذن اللہ اس کی طاعت کرے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ نفس ناطقہ کی دو طرح کی قوتیں ہیں۔ قوۂ ادراک و قوۂ تحریک۔ اور ادراک بھی دو طرح کا ہے عقلی و حسی اور خواص ثلاثہ طرح میں کمال قوت پانے سے کاشی کی طرف کیونکہ کمال قوۂ ادراک عقلی یہ ہے کہ ہر تعقل جو دوسرے کو تعلم و نظر سے از منہ متطاولہ میں حاصل ہو وہ اس نائب خدا کو بغیر تعلم کے حاصل ہو۔ کیونکہ دیگر انسانوں کا تعلم حواس ظاہرہ سے شروع ہوتا ہے اور آخر منتہی ہوتا ہے قوۂ عقلیہ پر۔ لیکن ان قدسیوں کی تعلیم حقایق اول قلب سے شروع ہوتی ہے نزل بہ الروح الامین علی قلبک پھر قلب سے حواس ظاہرہ کی طرف آتی ہے لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین اور کمال قوۂ تحریک یہ ہے کہ نفس ناطقہ قوت نفس وشدت تاثیر میں اس مرتبہ تک پہنچا ہو کہ اس کا ارادہ جس چیز کے وجود سے تعلق پکڑے۔ وہ فوراً خارج میں موجود ہو جائے جیسے عصائے حضرت موسےٰ اژدہا بن گیا حضرت عیسےٰ نے ابرص و اعمیٰ پر ہاتھ پھیرنے سے ان کو اچھا کر دیا۔ حضرت رسول کے غار میں داخل ہوتے ہی کڑی نے وہاں غار پر جالا بندیا۔ فاختہ نے اس پر انڈے دیئے وقس علی ھذا۔ اور جن کی قوۂ تحریک غایت قصوے کو پہنچی ہوتی ہے۔ یعنی جو دارائے مرتبۂ خاتمیت اور یا جو ان سے بمنزل ان کے نفس کے ہیں اور یا جو اس سے مرتبۂ ابنیت رکھتے ہیں۔ ان کی قوۂ تحریک اس مرتبہ تک پہنچی ہوتی ہے اور ان کا تصرف مادہ کائنات میں اس طرح ہوتا ہے جیسے تصرف نفس بمادۂ بدن اور جیسے کہ ہر نفس اپنے بدن میں بمجرد تصور تاثیر کرتا ہے چنانچہ حالت غضب و خوف و رجا و خجالت و حیا میں یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح صاحب نفس قدسیہ ہر بدن میں بلکہ ہر مادہ میں بمجرد تصور و تعلق ارادہ تاثیر کرتا ہے اور جب یہ نسبت متحقق ہو تو مادہ کائنات اس کا مطیع ہوتا ہے اور ہر صورت اس کی خواہش کے مطابق باذن خدا موجود ہو جاتی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مادۂ کائنات ان کی خواہش کے مطابق باذن خدا انبیاء و اوصیاء کا مطیع و مقہور ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ مقہور مادہ کائنات ہوں پس جب کہ وہ مادۂ کائنات کے مقہور نہیں تو مادۂ کائنات ان میں کیا تاثیر کر سکتا ہے اس لئے بعد انتقال بھی زمین ان کے پاک جسموں پر کچھ اثر نہیں کرتی اور نہ ان کے اجسام سڑتے گلتے ہیں بلکہ چونکہ وہ صاحب نفس قدسی کے دارا ہوتے ہیں جو عالم قدس سے ہے اور باقی ہمیشہ تک رہتا ہے اس لئے اگر ان کے نفوس قدسی خواہش خدا کے مطابق ایک مدت مدید تک دنیا میں زندہ رہنا چاہیں تو ان کے ابدان کو نکوس نہیں ہوتا کیونکہ یہ وجوہ اللہ ہوتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ پر)

اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اصل علماء انبیاء کے بعد ائمہ اثنا عشر ہیں جن میں حضرت مہدی شامل ہیں ان کو خرف کہنا خرافت مآب ہی کی شان ہے اور محققین کا قول ہے والمسلم لا یرد الی ارذل العمر لا یرد لسبب طول العمر الا کرامتہ علی اللہ تعالیٰ ولا یجوز ان یقال فی حقہ انہ یرد الی ارذل العمر یعنی المسلم کی طول عمر سے بزرگی زیادہ ہوتی ہے اور جائز نہیں کہ اس کی شان میں طول عمر کی وجہ سے کہا جائے کہ وہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا گیا اور مسلم حقیقی ائمہ ہیں کما قال ابراھیم واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امتہ مسلمۃ لک وقال اللہ للائمہ وکذالک جعلناکم امتہ وسطا۔ مسلم حقیقی کی شان کے لئے رسالۃ الانصاف ملاحظہ فرمائیں

اب آیئے اصل آیت کی طرف ومنکم من یرد الی ارذل العمر سے کفار مراد ہیں بدلیل آیہ ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات پس مومنوں کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ مومنوں کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ اور ائمہ اثنا عشر کے نہایت درجہ کے مقدس اور راست باز مومن ہونے کا خود مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے۔ ازالہ صـ ۲۲۹ اس آیت کے بعد خدا فرماتا ہے ان اللہ علیم قدیر بہ تحقیق اللہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔ یعنی اللہ جاننے والا بندوں کی عمروں کی مقدار کو اور ان کی مصلحتوں کو جس میں مصلحت ہوتی ہے اس کو ارذل عمر کی طرف لوٹاتا ہے اور جہاں مصلحت نہیں ہوتی وہاں ایک انسان کی عمر کو طویل کر کے حوادث ارضیہ وانفعالات طبعیہ سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ وہ قادر قدیر ہے اور اس سے اس کی وسعت قدرت ثابت ہوتی ہے پس اگر محض طویل العمر ہونے سے ہی کوئی منکوس اور جاہل ہو جایا کرتا تو طبعیین کا اعتقاد پختہ ہو جاتا کہ یہ طبیعت کے اثر سے ہے اور طبیعت ہی اس کی فاعل ہے اور کوئی خدا نہیں۔ لیکن چونکہ خدا نے اپنی قدرت کو ثابت کرنا ہے اس لئے بعض اشخاص کی اعمار کو طویل کر کے ان تاثرات سے محفوظ رکھتا ہے تاکہ یہ دلالت ہو وجود باری اور اس کی وسعت قدرت پر اور اس میں ابطال وتردید ہو طبعیین اور مادیین کی۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرماتا ہے وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب ان ذالک علی اللہ یسیر پ ۲۲ ع ۱۴ نہیں عمر دیا جاتا کوئی معمر اور نہ کم کی جاتی ہے انسان کی عمر مگر یہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے اور یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے فسبحانہ ما اعظم شانہ ٭

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) اور خدا فرماتا ہے کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جبکہ ان کا تصرف مادہ کائنات میں بدرجہ قصوے ہے تو اپنے بدن میں ان کا تصرف بدرجہ اولےٰ ہونا چاہئے اور چونکہ صاحب الامر علیہ السلام باذن خدا زندہ ہے اسلئے اس کے نفس ناطقہ کا تصرف اپنے بدن میں اس درجہ کا ہے کہ طبیعت مقہور ہے یہ تقریر اس بنا پر کی گئی ہے کہ ان کے ابدان عام لوگوں کی طرح خیال کئے جائیں لیکن ہمارے اعتقاد میں تو جیسے انکے نفوس اعلےٰ ہیں دیگر نفوس سے اسی طرح ان کے ابدان بھی عالم علیین سے ہوتے ہیں وللبحث مقام آخر۔ مؤلف

السلام علی الحق الجدید

احمدی۔ یہاں تک تو امام غائب کی وفات کے متعلق لکھا گیا۔ اب مضمون کا دوسرا حصہ شروع کیا جاتا ہے جس میں انشاء اللہ تعالےٰ کسی قدر تصدیق سلسلۂ احمدیہ کی کتب شیعہ سے دکھلائی جائیگی۔

۱۔ ثبوت وفات مسیحؑ از کتب شیعہ (۱) ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں در حدیث موثق از حضرت امام رضاءؑ منقول است کہ مشتبہ نشد امر گشتہ شدن و مردن احدے از پیغمبران و حجت ہائے خدا بر مردم بغیر از عیسےٰ ابن مریم زیرا کہ اورا زندہ از زمین ببالا بردند و روحش را در میان آسمان و زمین قبض کردند چوں باسمان رسید حق تعالےٰ روحش را بہ بدنش گردانید چنانچہ حق تعالےٰ مے فرماید انی متوفیک ورافعک الی و از حضرت عیسیٰؑ حکایت مے نماید فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم پس ہر دو آیت دلالت میکند بر وفات آں حضرت بالفاظ حیات القلوب جلد ۱ باب ۲۸ صفحہ ۴۲۱

۲۔ عقیدۂ فخر المحدثین ابن بابویہ قمی و مخالفان ما نقل کردہ اندکہ چوں حضرت قائم بیروں آید عیسےٰؑ از آسمان فرود آید و در عقب او نماز کند و نزول او بزمین زندہ شدن بعد از مرگ است زیرا کہ حق تعالےٰ فرمود انی متوفیک ورافعک الی حق الیقین۔ مجلسی بحوالہ اعتقادات ابن بابویہ در بیان رجعت صفحہ ۳۴۱

نوٹ۔ ثبوت محاورہ رفع الی اللہ کے لئے دو موقع عجیب نکلے ہیں (۱) اصول کافی میں تقیہ کرنے والے کی فضیلت میں انہ من کانت لہ تقیۃ رفعہ اللہ یا حبیب (نام راوی) ومن لم تکن لہ تقیۃ وضعہ اللہ یا حبیب صفحہ ۴۸۳ باب التقیہ (۲) نبی کریم کی وفات کو ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے حتیٰ اذا دعا اللہ عزّ و جل بنبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ و رفعہ الیہ فروع کافی (روضہ صفحہ ۱۲)

السلام علی الحق الجدید ولعنۃ اللہ علی الکذاب العنید

۱؎ میں یہ کتاب لکھ رہا تھا کہ ۱۱ جولائی کو گیارہ کس اکابر امت مرزائیہ سے ہمارے پاس تبادلۂ خیال کے لئے آئے دوران گفتگو میں انہوں نے بڑے زور و جوش سے کہا کہ مرزا صاحب نے تو چیلنج دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرقہ کی مستند کتاب سے کوئی مرفوع متصل حدیث دکھاوے تو اسے ۲۰ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا میں نے کہا آپ لکھ دیں۔ میں ابھی پیش کرتا ہوں بڑی لیت و لعل کے بعد مرزا بشیر نے ایک عبارت لکھی اور اسپر منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک فیروز پور کے دستخط کرائے اور وہ کاغذ مجھے دیا میں نے دیکھا تو اس میں انعام کا ذکر نہ تھا۔ میں نے کہا اس میں انعام کا ذکر نہیں وہ کہنے لگے کہ ہم ذمہ وار ہیں۔ میں نے کہا نا بالغ نہیں۔ آپ لکھ دیں انہوں نے انکار کے بعد کہا کہ آپ میاں محمود سے فیصلہ کر لیں اسپر میں نے میاں محمود صاحب کو متعدد خطوط لکھے لیکن آپ نے اپنے قلم کی کوئی تحریر نہ دی۔ بار بار یہی لکھوا کر بھیجتے رہے کہ اپنے فلاں مجتہد کو پیش کرو حالانکہ نہ مرزا صاحب نے اس کی شرط لگائی اور نہ میاں صاحب کے مرسلہ آدمیوں نے کوئی ایسی شرط (بقایا حاشیہ صفحہ ۷۱ پر درج ہے)

شیعہ۔ مندرجہ بالا عبارات کو سب سے پہلے منشی نذر علی پشاوری (جو خلافت محمود سے منکر ہیں اور فرقہ محمدیہ احمدیہ سے آج کل ان کا تعلق ہے) نے رسالہ **المنتظر** میں لکھا تھا جس کا جواب ۱۳۲۴ھ میں اس حقیر نے رسالہ **تنویر البصر** میں دیا تھا۔ آجتک اسکے جواب الجواب کا منتظر رہا۔ لیکن کسی احمدی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ جواب لکھتا۔ اب انہی حوالوں کو بھیروی صاحب نے پیش کیا ہے۔ منشی صاحب پر الزام تھا۔ کہ ہمارا رسالہ دیکھ کر پھر کچھ لکھتے۔ مضامین رد شدہ کو دوبارہ پیش کرنا ضعف پر دلالت کرتا ہے پشاوری صاحب نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ قدماء علماء امامیہ ومتاخرین ایشان ہم بوفات مسیح قائل اندو مرویات ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہم دلالت بوفات وارد۔ لیکن اس دعوے کو ہم نے ایسا رد کیا کہ ۹ سال سے پشاوری نے اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا اور آخر انہیں احمدیت سے جبزوی انکار کرنا پڑا یعنے قادیانی گدی کو چھوڑ دیا۔ اب جواب سنئے **حیوۃ القلوب** مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنو جلد اول فصل ششم صفحہ ۳۹۰ دربیان بالا رفتن عیسےٰ بآسمان وفرود آمدن۔ حق تعالےٰ فرمودہ است اذ قال یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا۔ یاد آور وقتے را کہ حق تعالےٰ فرمود اے عیسےٰ ترا مے گیرم وبلند مے کنم بسوے خود یعنی آسمان وپاک مے گردانم ترا از لوث کافراں کہ درمیان ایشاں نباشی وضرر ایشاں بتو نرسد وبعضے گفتہ اند کہ توفے بمعنی مرگ است وخدا اول اورا میراند وبعد از ساعت اورا زندہ کرد وبآسمان برد وبعضے گفتہ اند کہ مرن آں حضرت بعد از آمدن بزمین خواہد بود اور صنا۴ سطر آخیر میں وہ عبارت ہے جو معترض عنیہ نے نقل کی ہے لیکن جس وفات مسیح کے احمدی قائل ہیں اس حدیث سے یہ وفات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ عارضی قبض روح جو عبارت ہے نوم سے ثابت ہوتی ہے اور اس کے بعد ان کا زندہ ہونا۔ نیز اس حدیث سے رفع جسد عیسیٰ الی السماء حیاً بھی ثابت ہے جس کے مرزائی منکر ہیں۔

حق الیقین باب رجعت ومخالفان مانقل کردہ اند کہ چوں حضرت مہدی بیروں آید۔ حضرت عیسےٰ از آسمان فرود آید ودر عقب او نماز کند ونزول او بر زمین زندہ شدن بعد از مرگ است زیراکہ حق تعالےٰ فرمودہ است انی متوفیک ورافعک الی وبعد ازاں بعضے از آیات سابقہ راکہ دلالت بر رجعت مے کند ایراد نمودہ وآنچہ در باب موت حضرت عیسےٰ واصحاب کہف فرمودہ نزد فقیر محل تامل است ودر بحار الانوار وحیوۃ القلوب تحقیق آنہا مذکور است اور صدوق کے اپنے الفاظ یہ ہیں وقد نقل مخالفونا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) پیش کی۔ کیا یہ فرار میاں صاحب پر دال نہیں۔ کیوں نہ ہو آخر کسکے بروز ہیں جو جنگ احد سے بھاگ رہا تھے کنت انزو کما تنزی اروی (درمنثور) میں جنگ سے بھاگ کر پہاڑی پر پہاڑی بکرے کی طرح اچکتا پھرتا تھا۔

الله اذا خرج المهدی نزول عیسیٰ بن مریم من السماء فیصلی خلفه ونزوله الی الارض رجوعه الی الدنیا بعد موته لان الله عزوجل قال انی متوفیک ورافعک الی۔ یعنی ہمارے مخالفوں نے نقل کیا ہے کہ جب مہدی خروج کریگا تو عیسےٰ بن مریم آسمان سے نزول فرماکر ان کے پیچھے نماز پڑھیگا۔ اور ان کا نزول زمین پر ان کا رجوع ہے دنیا کی طرف بعد ان کی موت کے اس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ یہ تمام عبارت حکایۃً عن المخالفین نقل کی گئی ہے۔ کیونکہ اگر نزوله الی الارض ان کی عبارت ہوتی تو وہ نزوله کی بجائے فنزوله فرماتے لیکن چونکہ یہ قول تمام مخالفین کا نہیں اس لئے مجلسیؒ نے اسپر بھی اعتراض کیا۔ اور بحار میں احادیث خاصہ وعامہ سے ثابت کر دیا کہ مذہب فریقین حیات مسیح ہے اب ہم وہ احادیث معتبرہ متفقہ لکھتے ہیں جن سے رفع جسد مسیح الی السماء اور ان کی حیات ثابت ہوتی ہے:۔

۱۔ حیوٰۃ القلوب صـ۴۰ وبسندہائے معتبر از امام حسن منقول است کہ عیسےٰ در شب ۲۱ ماہ رمضان بہ آسمان رفت یعنے حضرت عیسےٰ شب ۲۱ ماہ رمضان کو آسمان پر گئے +

۲۔ ودر حدیث معتبر دیگر از حضرت رسول منقول است کہ چوں یہودان جمع شدند کہ حضرت عیسےٰ را بکشند جبرئیل آمد وآں حضرت را ببال خود فرو گرفت چوں عیسےٰ نظر ببالا کرد دید کہ بربال جبرئیل نوشتہ است اللھم انی اعوذبک الی آخر الدعا۔ چوں عیسےٰ ایں دعا را خواند حق تعالےٰ وحی کرد بسوئے جبرئیل کہ اورا بلند کن بجانب محل کرامت من وبآسمان بالا بر الخ جب یہود جمع ہوئے کہ حضرت عیسےٰ کو ماریں۔ تو جبرئیل آئے اور انہوں نے آپ کو اپنے پروں پر اٹھالیا۔ حضرت نے دیکھا کہ جبرئیل کے پروں پر ایک دعا لکھی ہے جب حضرت نے وہ دعا پڑھی تو جبرئیل کو حکم خدا ہوا کہ مسیح کو بلند کر محل کرامت کی طرف اور لیجا اس کو آسمان پر (۳) وبسند معتبر از حضرت صادق منقول است کہ چوں عیسےٰ را بآسمان بردند۔ پیراہنے از پشم پوشیدہ بود کہ مریم رشتہ ودوختہ بود۔ چوں بہ آسمان رسید از حق تعالےٰ ندا شنید کہ اے عیسےٰ بینداز از خود زینت دنیا را۔ یہ روایت تفسیر عیاشی میں بھی حضرت صادق سے اور اسی کی مثل تفسیر صافی ونور میں بھی ہے جب حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے گئے تو آپ نے پشم کا کرتہ پہنا تھا۔ جس کو حضرت مریم نے کاتا اور سیا ہوا تھا۔ جب آسمان پر پہنچا تو خدا نے فرمایا اپنے آپ سے دنیا کی زینت کو پھینکدے۔

۴۔ صـ۱۳ وباسانید معتبرہ بسیار از امام محمد باقر وامام جعفر صادق منقول است کہ در صاحب الامر سنت چہار پیغمبر است یکے سنت عیسےٰ کہ مے گویند مرد یا کشتہ شد ونمردہ است وکشتہ نشدہ است اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ نہیں مرے ہیں۔

۵۔ ودر حدیث معتبر از حضرت امام رضا منقول است کہ چوں یہود خواستند کہ عیسےٰ را بکشند

خدارا خواندہ سوگند داد بحق ما اہلبیت پس خدا او را از کشتن نجات داد و بآسمان برد۔

۶۔ فقیہ۔ تفسیر صافی اور نور الثقلین میں حضرت سجاد سے منقول ہے ان للہ تعالےٰ لبقاعانی سماوانہ فمن عرج بہ الی بقعۃ منہا فقد عرج بہ الیہ الا تسمع اللہ یقول فی قصۃ عیسیٰ بن مریم بل رفعہ اللہ الیہ یعنی آسمانوں میں خدا کی چند جگہیں ہیں جو ان میں سے کسی کی طرف عروج کرے بہ تحقیق اس نے اللہ کی طرف عروج کیا۔ جیسے کہ خدا قصہ عیسےٰ میں فرماتا ہے کہ خدا نے اس کو ان اپنے بقاع میں سے ایک بقعہ کی طرف اٹھالیا۔

۷۔ ح۔ ق ص۲۰۲ بسند معتبر منقول است کہ حجاج شہر بن حوشب را طلبید و از تفسیر ایں آیہ روان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ) پرسید او گفت عاجز شدہ ام در تفسیر ایں آیہ و من بکمر یہودی و نصرانی را کشتہ ام و نظر کردہ ام کہ لب خود را حرکت نمی دہد تا مے میرد پس چگونہ ایمان مے آورد۔ شہر گفت اے امیر معنے ایں آیہ ایں نیست کہ تو فہمیدۂ بلکہ مراد آں است کہ عیسےٰ پیش از قیامت از آسمان بدنیا خواہد آمد و ہر صاحب ملتے کہ باشد از یہودان وغیر ایشاں باو ایمان خواہند آورد و پشت سر مہدی نماز خواہند کرد حجاج گفت ایں تفسیر را از کہ شنیدی گفت از حضرت امام محمد باقر گفت ایں علم را از چشمۂ صافی گرفتہ۔ یہ روایت تفسیر قمی۔ مجمع۔ البیان۔ صافی۔ برہان۔ صافی اور نور میں بھی ابی حمزہ ثمالی سے منقول ہے اور تفسیر کبیر میں بھی یہ روایت منقول ہے اور اس آیت کی تفسیر میں مذہب محقق یہی ہے نہ یہ کہ تمام اہل کتاب نزول مسیح کے وقت زندہ کئے جاوینگے۔

۸۔ اسی طرح امام حسن و حضرت باقر و حضرت رسول علیہم السلام سے معتبر احادیث وارد ہیں۔ کہ عیسےٰ آسمان سے اُترینگے اور مہدی کے پیچھے نماز پڑھینگے۔

۹۔ عیون الاخبار اور منتقل بحار میں احمد بن علی انصاری ہروی سے روایت ہے کہ اسنے حضرت رضا سے پوچھا کہ سواد کوفہ میں ایک قوم ہے یزعمون ان الحسین بن علی لم یقتل وانہ القیٰ شبہ علی حنظلہ بن اسعد الشامی وانہ رفع الی السماء کما رفع عیسیٰ بن مریم وقال واللہ قتل الحسین لوامع التنزیل جلد ۳ صفحہ ۹۳ یعنی اس قوم کا گمان ہے کہ حضرت حسین قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کا شبہ حنظلہ پر پڑا اور وہ خود آسمان پر اٹھائے گئے جیسے حضرت عیسےٰ بن مریم آسمان پر اٹھائے گئے۔ آپ نے فرمایا بخدا حضرت حسین قتل کئے گئے۔ اگر عقیدہ رفع مسیح الی السماء بھی غلط ہوتا تو آپ اس کی بھی تردید کرتے پس ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح جسد عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں زندہ ہیں اور زمانہ مہدی میں نزول فرمائینگے اب ہم اہل سنت کی کتابوں سے بھی اسی مضمون کو ثابت

کرتے ہیں (۱) عن الحسن البصری قال رسول اللہ للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ حضرت عیسےٰ نہیں مرے۔ وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس آئینگے (ابن کثیر۔ در منثور)

۲۔ انہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذا السماء (فتوحات مکیہ باب ۳۶۷) حضرت عیسےٰ اب تک نہیں مرے۔ بلکہ خدا نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب۔ ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوہریرۃ فاقرء وا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (مرویہ بخاری ومسلم) حضرت رسول نے فرمایا کہ تم ضرور شک کروگے کہ ابن مریم تم میں حاکم عدل ہوکر اترے۔ صلیب کو توڑے خنزیر کو مارے ... ابوہریرہ کہتا ہے اگر تم اس کا ثبوت چاہو تو پڑھو آیہ وان من اھل الکتاب (۴) فتوحات مکیہ محی الدین ابن عربی باب ۳۷۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ وھم ادریس علیہ السلام حیا بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء الرابعۃ الی ان قال وابقی فی الارض ایضا الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین الخ یعنی خدا نے رسول اللہ کے بعد بعض رسولوں کو ان کے جسموں کے ساتھ زندہ رکھا۔ چنانچہ حضرت ادریس چوتھے آسمان میں زندہ ہیں اسی طرح حضرت خضر و عیسےٰ ابھی زندہ ہیں۔

۵۔ تفسیر فتح البیان میں صحیح نسائی سے منقول ہے عن ابن عباس ان رھطا من الیہود سبوہ وامہ فدعا علیہم فمسخہم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیہود علی قتلہ فاصبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطہرہ من صحبۃ الیہود۔ یہود کی ایک جماعت حضرت مسیح پر سب کرتی تھی۔ حضرت کی بددعا سے وہ بندر اور سور بن گئے پھر یہود نے ان کے قتل پر اجماع کیا۔ خدا نے ان سے کہا کہ میں تمہیں آسمان پر اٹھاکر یہود کی صحبت سے پاک کرونگا۔ (۶) ایضاً۔ ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک اناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ کچھ اہل کتاب حضرت عیسےٰ کو پائینگے جس وقت آپ مبعوث ہونگے اور آپ پر ایمان لائینگے

۷۔ حضرت عمر کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسےٰ نہیں مرے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ چنانچہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے وقال عمر بن الخطاب من قال ان محمدا قد مات قتلتہ بسیفی ھذا وانما رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم وقال ابوبکر بن قحافہ من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات حضرت عمر نے کہا جو یہ کہیگا کہ محمد مر گیا ہے۔ میں اس کو اس تلوار سے قتل کرونگا۔ وہ آسمان پر اٹھائے گئے جیسے عیسےٰ اٹھائے گئے۔ ابوبکر نے کہا جو محمد کی عبادت کرتا تھا۔ اسے کہو کہ محمد تو مر گیا۔ اگر رفع عیسیٰ سے رفع روحی مراد

ہوتا۔ تو حدیث میں رفع روح کا ذکر ہوتا جیسے کہ کنز العمال۔ کتاب الرابع من حرف الشین باب رابع۔ ذکرہما یتعلق بموت رسول اللہ میں ابن سعد سے مروی ہے عن عکرمہ قال توفی رسول اللہ فقالوا انما عرج بروحہ کما عرج بروح موسیٰ الخ جب رسول اللہ مر گئے۔ تو لوگوں نے کہا حضرت کی روح آسمان پر چلی گئی ہے جیسے موسیٰ کی روح گئی الخ پس اگر عیسےٰ کی صرف روح کو عروج ہوا ہوتا تو اس کا بھی کہیں ذکر آتا۔

۸۔ صحیح مسلم کی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳ کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ نزول عیسیٰ علیہ السلام وقتلہ الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ الخ یعنی اہل سنت کے نزدیک حضرت عیسےٰ کا آسمان سے اترنا اور ان کا دجال کو قتل کرنا حق وصحیح ہے۔ عقل وشرع میں ایسی کوئی بات نہیں۔ جو اسے باطل کرے۔ پس واجب ہوا اس کا اثبات۔

۹۔ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے انی متوفیک التوفی اخذ الشئ وافیا الی قولہ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وجسدہ ، یعنے حضرت عیسےٰ اپنے روح وجسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کیونکہ توفی کے معنے کسی چیز کو لے لینا اور اس پر پورا قبضہ کر لینا ہے۔ عرب کا محاورہ ہے توفیت مالی یعنی قبضت مالی یعنے اپنا مال لے لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کو موت سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ عام ہے یعنی قبض خواہ قبض مال ہو اور خواہ قبض روح وجسد آیہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الخ سے بھی ثابت ہے کہ توفے موت سے ہی مخصوص نہیں اور جہاں توفی بمعنی موت آیا ہے وہاں ایک قرینہ موجود ہوتا ہے۔ مفصل بحث ہمارے رسالہ تنویر البصر میں دیکھیں۔

۱۰۔ درمنثور میں ہے کہ ابو الشیخ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ عیسےٰ آسمان پر اٹھائے گئے ومد فی عمرہ ان کی عمر زیادہ کی گئی۔ بڑھائی گئی۔

۱۱۔ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ میں ہے وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذالک الشوکانی فی مولف مستقل یتضمن ذکر ماورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ وصحح الطبری ھذا القول ووردت بذالک الاحادیث المتواترۃ ، خلاصہ یہ ہے کہ متواتر حدیثیں آئی ہیں کہ عیسےٰ جسم کے ساتھ نازل ہونگے اور اس کی شوکانی نے توضیح کی ہے اور طبری نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور شوکانی آپ کا مسلمہ امام ہے اور ابن جریر طبری مقبول (دیباچہ نور الدین صفحہ ۵۷-۵۹)

۱۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے براھین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ حاشیہ نمبر ۳ میں لکھا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت

مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔ انتہیٰ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب تک مرزا صاحب کو مسیح بننے کا شوق دامنگیر نہ ہوا تھا وہ بھی مسیح ناصری کی حیات اور ان کے نزول جسمی ہی کے قائل تھے۔ من بعد انھوں نے ظاہر کیا کہ مسیح کی حیات کا عقیدہ شرک ہے (ازالہ) حالانکہ نبی یا وصی قبل از نبوت عقیدہ کفریہ و شرکیہ سے بری ہوتے ہیں پس اس سے آپ کا دعوئے نبوت بھی باطل ہوا۔ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے حیات و نزول مسیح ثابت ہوتی ہے لیکن بخوف طوالت یہاں نہیں لکھی جاتیں۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ صعود الی السماء بجسد العنصری وحیات و نزول بجسد العنصری مسیح علیہ السلام کا مسئلہ شیعہ اور سنیوں میں متفق علیہ ہے۔ اور صدر اسلام کے بعد سے یہی دو فرقے چلے آتے ہیں پس ایک مسئلہ میں ان کا اتحاد و اتفاق اس کی صحت پر دلیل ہے۔

منشی صاحب نے اپنے مضمون **اتحاد الفریقین** مندرجہ تشحیذ الاذہان جلد ۹ نمبر ۲ صفحہ ۱۳ میں دبے لفظوں میں سواد اعظم کی تعریف کی ہے اور نہج البلاغۃ سے الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ لکھکر شیعوں کو سواد اعظم کی اتباع کی ترغیب دی ہے اتحاد الفریقین کا جواب ہم نے مدت ہوئی لکھکر ایڈیٹر تشحیذ کی خدمت میں عرض کی تھی۔ کہ چونکہ آپ نے اس مضمون کے اخیر میں اس بارہ میں شیعوں کی مختصر تحریر کو چھپنے کا وعدہ کیا ہے اسلئے اگر آپ میرے جواب کو طبع کرنے کا وعدہ فرمائیں تو میں اسے آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں۔ لیکن جواب یہ ملا کہ مضمون دیکھ کر عرض کیا جائیگا۔ اس جواب کے آنے پر میں نے اپنا مضمون بھیجنا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ جنہوں نے اپنے وعدہ کی صریح خلاف ورزی کی۔ وہ اگر میرے مضمون کو بھی ضائع کر دیں تو میں ان کا کیا کر سکتا تھا۔ یہ مضمون انشاء اللہ علیحدہ رسالہ کی صورت میں شائع ہوگا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اصل مقصود یہ ہے کہ جب منشی صاحب سواد اعظم کی حقیقت کے قائل ہیں تو حیات مسیح میں سواد اعظم کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ ان دونوں قوموں کے اس اتفاق سے جو باوجود سخت باہمی اختلاف کے ایک بات (حیات مسیح) پر ہوگیا ہے۔ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس بات کی اصل ہے (خلافت راشدہ صفحہ ۵۰) اگر اہل سنت اس مسئلہ میں شیعوں کے ساتھ متفق نہ ہوتے تو بھی اللہ اہل بیت کی احادیث صریحہ صحیحہ ہر مسلمان پر حجت ہیں کیونکہ متفقہ حدیث میں نبی کریم فرما گئے ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔ جس میں اپنے بعد قرآن اور اپنی عترت اہل بیت سے تمسک کا حکم دیا ہے اہل بیت کے اقوال سنیوں کی کتابوں میں کم ملتے ہیں

ان کا ذخیرہ کتب شیعہ[لہ] میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل بیت سے تمسک کیا ہے اور اس لئے یہ گمراہ نہیں۔ اور اسی لئے ان کا اجماع جس میں معصومین شامل ہیں حجت ہے اور اجماع امامیہ حیات مسیح پر ہے۔ اور جو عجیب موقعے رفع کے متعلق آپ نے نقل کئے ہیں وہ بھی آپ کے مفید مطلب نہیں کیونکہ اس سے تو ہمیں انکار نہیں کہ لفظ رفع رفع درجات کے لئے نہیں آتا۔ تقیہ والی حدیث میں تو رفع کے مقابلے میں وضع آیا ہوا ہے۔ پس اس جگہ رفع جسمانی مراد ہی نہیں۔ اور وفات رسول کے لئے جو لفظ رفع آیا ہے تو اس کے پہلے لفظ دعا ہے اور یہ قرینہ موت ہے برخلاف ما نحن فیہ کے کہ قصہ عیسےٰ میں خدا فرماتا ہے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ یعنی مسیح کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اٹھا لیا اپنی طرف۔ پس اگر اس جگہ رفع روحی مراد ہوتا تو خدا صاف فرماتا بل اماتہ اللہ و رفعہ الیہ لیکن ایسا نہیں پس رفع اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوگا یعنی جسم کو اٹھا لیا۔ مفصل تنویر البصر میں دیکھو۔

احمدی۔ ۲۔ عدم رجوع موتیٰ الی الدنیا یعنی جو ایک دفعہ مر چکے ہیں وہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آسکتے (۱) تفسیر صافی سورہ انبیاء ص ۳۲۲ زیر آیت حرام علی قریۃ۔ جناب امیر المومنین نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو تم گذرے ہوؤں کے اپنے میں سے کہ وہ تم میں پھر نہ آویں گے چنانچہ فرمایا خدا نے وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون تفسیر عمدۃ البیان ص ۲۷۵

۲۔ من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ القمی۔ قال البرزخ امر بین الامرین وھو الثواب والعقاب بین الدنیا والاخرۃ الخ صافی ص ۳۴۶ مفاد آیت و تفسیر ائمہ اہل بیت سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں رجوع محال ہے بلکہ موتیٰ کو بعد مرگ برزخ یعنی قبر میں رہنا ہے اور وہاں عذاب سے ائمہ بھی نجات نہیں دلا سکتے اعمال نیک و بد کا ثمرہ قبر میں ہی شروع ہو جائیگا۔ اور روز قیامت تک رہیگا۔ اور نیز اس کی موید ہے حدیث من مات فقد قام قیامتہ تفسیر صافی پارہ اول زیر آیت ولکم فی الارض مستقر

نوٹ۔ اس تفسیر ائمہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ برزخ یعنی قبر اور قیامت کے درمیان میں کوئی رجعت کا زمانہ نہیں اور حدیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ مرنے کے ساتھ ہی قیامت شروع ہو جاتی۔ پس یہ آیت اور حدیث صریح ناطق ہیں اوپر ابطال عقیدۂ رجعت کے جب رجعت ہی نہیں تو پھر صاحب الرجعت یعنی چہ

شیعہ۔ صاحب صافی نے آیت وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون کے ذیل میں یہ تفسیر لکھی

[لہ] مرزا صاحب نے بھی ازالہ ص ۲۲۹ میں لکھا ہے کہ شیعہ کی روایات کی بنا بعض سادات کرام کے کشف صریح پر معلوم ہوتی ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر نہایت درجہ کے مقدس اور راستباز اور ان بزرگوں میں سے تھے جن پر کشف صحیح کے دروازے کھولے گئے۔

ہے حرام علی قریۃ ممتنع علی اھلہا غیر مشہور منہم وقری حِرم بکسر الحا وسکون الراء اھلکنا ھا انہم لا یرجعون قیل ای حرام رجوعہم الی الدنیا او الی التوبۃ ولا مزید و قیل ای حرام عدم رجوعہم للجزاء وھو مبتدا و حرام خبرہ فی التفسیر فی خطبۃ الحجۃ لامیر المومنین الم تروا الی الماضین منکم لا یرجعون والی الباقین منکم لا یبقون قال اللہ وحرام علی قریۃ اھلکنا ھا انہم لا یرجعون وھذا ناظر الی المعنی الاول ولو یدہ القراءۃ بالکسر فی الشواذ کما انہا تؤید المعنی الثانی ایضاً والقراءۃ بالفتح المشہورۃ تؤید المعنی الثالث وفی القمی منہا قال کل قریۃ اھلک اللہ عزوجل اھلہا بالعذاب لا یرجعون فی الرجعۃ وفی المجمع عن الباقر قال کل قریۃ اھلکہا اللہ بعذاب فانہم لا یرجعون خلاصہ مطلوب یہ ہے کہ ممتنع ہے اس قریہ پر جس کو ہم نے ہلاک کیا یہ کہ وہ رجوع کرے دنیا کی طرف یا توبہ کی طرف یا حرام ہے ان کا عدم رجوع واسطے جزاء کے تفسیر میں خطبہ علی میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ آیا نہیں دیکھا تم نے گذرے ہوؤں کی طرف تم میں سے کہ وہ رجوع نہیں کرتے اور باقیوں کی طرف کہ وہ باقی نہیں رہتے جیسے اللہ نے فرمایا وحرام علی قریۃ یہ معنی اوّل کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تائید قراءۃ شاذہ حِرم بھی کرتی ہے جیسے کہ یہ معنے ثانی کی تائید کرتی ہے اور قراءۃ مشہورہ بالفتح معنی ثالث کی تائید کرتی ہے قمی نے امامین سے روایت کی ہے کہ جس قریہ کو خدا نے عذاب سے ہلاک کیا وہ رجعت میں واپس نہیں آئینگے۔ اسی قسم کی روایت مجمع میں بھی حضرت باقر سے ہے پس صافی کی عبارت اور ائمہ کی احادیث سے ثابت ہوا کہ اس آیت سے ان موتی کی رجعت محال ہے جو عذاب سے ہلاک ہوئے ہوں مفصل تشریح پہلے گذر چکی۔ مرزا صاحب نے بھی **نزول المسیح** حاشیہ ص۴ میں اقرار کیا ہے "ہاں یاجوج و ماجوج کے وقت میں ایک طور سے رجعت ہوگی" پھر اسی صفحہ کے آخر میں لکھتے ہیں "غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج و ماجوج **زمان الرجعت** کہلاتا ہے" لیکن پھر اپنی عادت کے مطابق لکھتے ہیں "**رجعت بروزی** نہ رجعت حقیقی"۔ ان کے ہاں کوئی چیز بھی حقیقی نہیں ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم الخ

(۲) آیہ من ورائہم برزخ الی یوم یبعثون سے وہ لوگ مستثنےٰ ہیں جن کی رجعت ہوگی کیونکہ مشہور قاعدہ ہے ما من عام الا وقد خص اور ہر ایک قاعدہ میں مستثنیات ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ آپ بلا دلیل آیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم سے پیغمبروں کو مستثنےٰ کرتے ہیں۔ اب وجہ استثنا سنئے پوری آیت یہ ہے حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا ھی کلمۃ ھو قائلہا ومن ورائہم برزخ

لہ جناب امیر بے ثباتی دنیا بیان فرماتے ہیں کہ جو گذر گئے ہیں لے مخاطبو تم میں سے وہ واپس نہیں آتے ہیں اور یہ واقعی درست ہے کہ ان میں سے کوئی مرا ہوا ابھی اس وقت تک دوبارہ لوٹ کر ان کے پاس خود بخود نہیں آگیا لیکن اس سے مطلق رجعت کی حرمت کسی طرح بھی ثابت نہیں اور جناب امیر خود قائل رجعت تھے چنانچہ آپ کے خطبوں سے یہ بات عیاں ہے پس ایسے بزرگوار کی عقیدہ کی کس طرح مخالفت کرتے جو قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ الم سے ہوا سے ثابت ہوتا ہے کہ لا یرجعون بمعنی حال حال ہے نہ استقبال جیسے آپ نے ترجمہ کیا۔

الیٰ یوم یبعثون پ۱۸ ۔جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے خدا مجھے نہ مار اور دنیا میں لوٹا دے
شاید میں کوئی بھلا کام کروں۔ اس میں جو میں نے چھوڑا ہے کوئی نہیں یہ وہی بات ہے جو وہ کہتا ہے اور ان کے
پیچھے برزخ ہے قیامت تک اب یہ دیکھنا ہے کہ ہم کی ضمیر کا مرجع کون ہے وہی جو موت کے وقت غیر
مطمئن ہوتے ہیں جن کے اعمال درست نہیں ہوتے۔ پس یہ یا مطلق کفار ہیں یا فساق امت۔ واضح ہو
کہ اس سے وہ لوگ بھی خارج ہیں جو موت کے وقت اپنے گزشتہ افعال قبیحہ پر صرف اظہار ندامت کرتے
ہیں لیکن رب ارجعون لعلی اعمل صالحا نہیں کہتے۔ چنانچہ ثانی صاحب کہتے تھے یا لیتنی لم احرق بیت
فاطمہ کیونکہ ایک گروہ صاحبان نفوس مطمئنہ ہے جو موت کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں ان کے بارے
میں ارشاد ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ ان کا رجوع ان کے رب کیطرف
حالت رضا میں ہوتا ہے اور یہی ہیں اولیاء اللہ جن کی شناخت خدا نے یہ رکھی ہے قل ان زعمتم انکم
اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت انفسھم الخ اے
یہودیو! اگر تم گمان کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اگر تم سچے ہو اور یہ موت کی تمنا
کبھی نہ کریں گے بہ سبب اس کے جو ان کے نفسوں نے آگے بھیجا ہے اسی ولایت کی وجہ سے ائمہ طاہرین کا
یہ حال تھا کہ وہ موت سے کھیلا کرتے تھے کما قال مولانا علی یا حسن ان اباک یلعب بالموت کما یلعب الصبی
بثدی امہ واختار الحسین لقاء اللہ حین انزل اللہ النصر کما مر پس یہ خاصان خدا اس آیت میں شامل
نہیں ہیں کیونکہ آیت صاف کہہ رہی ہے ومن ورائہم برزخ ھم کی ضمیر قائلین رب ارجعون لعلی اعمل
صالحا کی طرف ہے رازی کہتا ہے کہ یہ اسلئے سوال رجعت کرتے ہیں کہ اصلاح کریں جس میں انہوں نے افساد کیا اور اطاعت کریں
جس میں گناہ کیا لیکن چونکہ یہ جھوٹے ہوتے ہیں اسلئے نفی میں جواب ملتا ہے دوسرا گروہ انکے مقابلہ میں مرتدین ظالمین کا ہے جنکے بارے
میں حدیث حوض وارد ہے انکی موت کا ذکر خدا ان لفظوں میں بیان فرماتا ہے ان الذین ارتدوا من بعد ما تبین لہم الھدی
الشیطان سول لہم و املی لہم ..... فکیف اذا توفتہم الملائکۃ یضربون وجوہہم و ادبارہم ذالک بانہم
اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالہم (آگے ان منافقین کا حال بیان ہے جس کا مفصل ذکر
کتب تفاسیر و مناظرہ بین الشیعہ والسنی میں دیکھیں) یعنی جو لوگ مرتد ہوئے یا ہونگے بعد اس کے کہ ان
کو ہدایت واضح ہوئی ہو۔ شیطان نے ان کے دل میں بات بنائی۔ اور دیر کے وعدے دئے پس کیا حال ہوگا
ان کا جب کہ فرشتے ان کی جان نکالینگے مارینگے ان کے منہ اور پیٹھوں پر اس لئے کہ انہوں نے پیروی کی
اس کی جسنے اللہ کو غضبناک کیا اور ناپسند کی اس کی رضوان پس ان کے اعمال فتح ممالک وغیرہ ضائع
وحبط کر دئے چونکہ یہ جنگوں میں یولون الادبار پر عمل کرتے تھے اس لئے ان کی پیٹھوں پر فرشتے مارینگے

کیونکہ انہوں نے اللہ کو غصے کیا۔ تشریح کے لئے دیکھو احادیث بخاری فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا فقد اغضبنی اور غضبت علیہا الفاطمہ اور جس نے رسول کو غضب ناک کیا اس نے خدا کو کیا۔ پس جس نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو غضب ناک کیا وہ مغضوب سخط اللہ میں داخل ہے۔ الحاصل ایسے ظالم چونکہ موت کیوقت رب ارجعون لعلی اعمل صالحا نہیں کہتے اس لئے یہ بھی اس کے عموم میں داخل نہیں۔ اور اسلئے ضرور نہیں کہ یہ بھی یوم بعث تک بالاتصال برزخ میں رہیں بلکہ ان کو بھی خدا عذاب ادنےٰ چکھانے کے لئے برزخ سے نکالیگا۔ برزخ کے بارے میں جو حدیثیں آپ نے نقل کی ہیں وہ آپ کی تائید نہیں کرتیں اور موت ہی کو قیامت کبریٰ کہکر آپ قیامت کبرےٰ سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ لفظ برزخ ہی بتلا رہا ہے کہ موت ہی قیامت نہیں لفظ برزخ چند جگہ قرآن میں آیا ہے ایک تو آیہ ماتحن فیہا میں موت اور بعث کے درمیانی مدت کو برزخ کہا پس برزخ یوم بعث اور قیامت نہیں۔ اور جو عذاب وثواب برزخ میں ہوتا ہے وہ بقول آپ کے محض روحانی ہے اور عالم مثالی میں ہوتا ہے دیکھو تشحیذ جلد ۱ نمبر ا ص۱۲۳ اور قیامت کبرےٰ میں جسمانی عذاب بھی ہوگا۔ چنانچہ متعدد آیات قرآن سے ثابت ہے قل یحییہا الذی انشاھا اول مرۃ پس صرف موت ہی اصلی قیامت نہیں۔

پس آیت قرآن وتفسیر ائمہ کا وہ مطلب نہیں جو آپنے ظاہر کیا۔ بلکہ آیات قرآن واحادیث اہل بیت کرام سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں رجوع موتےٰ ہوا اور ہوگا۔ اور جو موتےٰ برزخ میں قیامت تک رہینگے۔ وہ دو قسم کے ہیں الذین خلطوا عملا صالحا واخر سیئا اور کمل مومنین و اشد منافقین وکافرین کی رجعت ہوگی۔ اب رجعت اموات کا قرآنی ثبوت سنیئے۔ قال اللہ تعالےٰ او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشہا قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتہا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ الخ البقرہ ع ۳۴ سے آگے حاصل یہ ہے کہ عزیر نبی اللہ جب ایک شہر پر سے گذرے جس کی چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں تو کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شدہ شہر کو اللہ تعالےٰ کیسے زندہ کریگا۔ پس خدا نے عزیر کو سوسال کے لئے ماردیا پھر اسے زندہ کرکے پوچھا کہ تونے کتنی مدت گذاری اس نے عرض کی دن یا کم اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تونے سوسال گذارے اپنے کھانے اور پینے کو دیکھ کہ نہیں سڑا اور اپنے گدھے کو دیکھ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اور دیکھ ہم تمہیں بھی اپنی ایک نشانی بناتے ہیں دیکھ ہم ہڈیوں کو کس طرح پہلے ابھارتے ہیں اور پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں جب یہ حال حضرت عزیر نے دیکھا تو کہا میں نے جان لیا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے قادیانی صاحب نے ازالہ اوہام ص۱۸۴ میں اقرار کیا ہے کہ

خدا تعالے کے کرشمۂ قدرت نے ایک لمحہ کے لیئے عزیر کو زندہ کرکے دکھلایا تا اپنی قدرت پر اس کو یقین دلاوے مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا۔ اور دراصل عزیر بہشت میں ہی موجود تھا" اس جگہ اگرچہ قادیانی صاحب نے عزیر کی رجعت کو عارضی کہا۔ لیکن آخر رجعت تو ہوئی۔ اور آخری فقرہ بھی لغو ہے کیونکہ آیہ ثم اقبرہ تو عزیر پر ثابت ہی نہیں ہوئی پس وہ بہشت برزخی[1] میں کہاں گئے؟ اور موت کے بعد بطور جزا بہشت آخرت میں تو قیامت سے پہلے کوئی جاتا ہی نہیں کہ ان کی رجعت سے وما ہم منہا بمخرجین یا ہم فیہا خالدون کی مخالفت ہو۔ حضرت آدم بھی تو بہشت سے باہر آئے۔ اور اگر آپ ہر جگہ ظواہر قرآن کو چھوڑیں گے تو پھر قرآن تو حجت ہی نہ رہا اس طرح تو ہر بے دین ملحد تاویل کر سکتا ہے جیسے ہم نے صفحات ماسبق میں قرامطہ کی تاویلات کو بیان کیا ہے الغرض سورۂ بقرہ کی آیات مذکورہ کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عزیر کی موت وحیات سے حقیقی موت وحیات مراد ہے۔ نہ مجازی دیکھو حضرت ابراہیم کے قول ربی الذی یحیی ویمیت وارنی کیف تحی الموتی اور خود حضرت عزیر کا قول انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا اور ایک لمحہ کے لیے عزیر کا زندہ ہونا بھی باطل ہے قال البیضاوی وھو لما احیاہ اللہ لبعد مائۃ عام املی علیہم التوریۃ حفظا فتعجبوا من ذالک الخ عزیر نے سو سال کے بعد زندہ ہو کر ان پر توریت حفظ پڑھی جس سے وہ حیران ہوگئے اور عزیر کے زندہ ہونے کا واقعہ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۲ میں بھی لکھا ہے اور بطریق شیعہ بھی بسند معتبر حضرت رسول اللہ سے منقول ہے (حیوۃ القلوب جلد ۱ ص ۲۰۰) دوسرا واقعہ رجوع موتے کا یہ ہے الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاہم پ۲ البقرۃ ع۳۱ یعنے اے حبیب کیا تو نے نہیں دیکھا طرف ان لوگوں کے جو نکلے اپنے گھروں سے حالانکہ وہ ہزاروں تھے موت کے خوف سے اللہ نے انہیں کہا مر جاؤ پھر ان کو زندہ کیا۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونے کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے اور بطریق امامیہ بھی بسند حسن از حضرت باقر علیہ السلام منقول ہے (حیوۃ القلوب جلد ۱ ص ۲۷۶) اب ابن جریر کی روایت کو سنئے جس کی تفسیر آپ کے نزدیک منتخب ہے (دیباچہ نور الدین ص ۵) در منثور میں ابن جریر سے روایت ہے کہ ایک دن دو یہودی حضرت عمر صاحب کے پیچھے کھڑے حضرت خرقیل کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا فقال عمر ما نجد فی کتاب اللہ خزقیل ولا احی الموتی الا عیسیٰ قال اما تجد فی کتاب اللہ ورسلا لم نقصصہم علیک قال عمر بلی فقال اما احیاء الموتی فنحدثک ان بنی اسرائیل وقع علیہم فخرج منہم

---

[1] برزخ اور قیامت کا فرق ان آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے آل فرعون کے بارے میں ارشاد ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا۔ غدو وعشا سے ظاہر ہے کہ یہ عذاب قبر کا ہے قبل یوم القیامۃ۔ دوسری آیت ہے ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب

قوم حتی اذا کانوا علی راس میل اماتہم اللہ عزوجل فاذا بلیت عظامہم بعث اللہ حزقیل فاحیاہم باذن اللہ تعالیٰ مخص یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم قرآن میں حزقیل کا ذکر نہیں پاتے اور نہ یہ کہ سوائے عیسےٰ کے کسی اور نے مُردے زندہ کئے۔ انہوں نے کہا آیا تو کتاب اللہ میں یہ آیت نہیں پاتا جس کا ترجمہ ہے کہ بعض رسول ایسے بھی ہیں جن کا قصہ ہم نے بیان نہیں کیا عمرؓ نے کہا ہاں پھر انہوں نے کہا احیاء موتیٰ کا یہ واقعہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل پر طاعون پڑا۔ ایک قوم ان میں سے نکلی۔ ان کو خدا نے ماردیا۔ جب ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں خدا نے حزقیل کو بھیجا جس نے انہیں اللہ کے اذن سے زندہ کیا۔ اس حدیث سے دو باتیں حل ہوئیں ایک یہ کہ مردے زندہ ہوئے۔ دوسرے آپ کی یہ تاویل کہ موتیٰ سے روحانی موتیٰ یعنی کفار مراد ہیں باطل ہوئی۔ کیونکہ اگر احیاء موتیٰ سے اہداء کفار مراد تھی تو حضرت عمرؓ نے یہ کیوں کہا کہ سوائے عیسےٰ کے اور کسی کے مردہ زندہ کرنے کا ذکر قرآن میں نہیں۔ حالانکہ یہ احیاء اموات یعنی اہدار کفار سب پیغمبر کرتے تھے پس حضرت عمرؓ کے کہنے سے ثابت ہوگیا کہ نہ صرف عیسےٰ نے ہی باذن اللہ موتےٰ کو زندہ کیا بلکہ حضرت حزقیل نے بھی پس آپ کا دعوےٰ باطل ہوا۔ تیسرا واقعہ یہ ہے ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون (پ البقرہ عٓ) سے آگے (قوم موسےٰ کے جلانے سے بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے ایسا ہی ان چوبیس سردار قریش کو جو بدر کے کنوؤں میں پھینکدئے گئے تھے اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا اور آں حضرتؐ کا ارشار پاک ان کو توبیخاً وحسرۃً سنادیا۔ چنانچہ بخاری میں بروایت قتادہ ہے وزادوا البخاری قال قتادہ احیاہم اللہ حتی اسمعہم قولہ توبیخاً وتصغیلاً ونقمۃ وحسرۃ وندما مشکوٰۃ اور قادیانی صاحب نے خود بھی ازالہ میں لکھا ہے کہ (السیح کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہوگیا) ہمارے پاس احیاء اموات کے اور بھی متعدد ثبوت ہیں جو پھر کبھی پیش کئے جائینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

احمدی۔ ۴۔ لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم (۱) حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ ہے کہ مسیح بن مریم ہی مہدی ہے (۲) چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں اور وفات ان کی از روئے قرآن ثابت ہے اور وفات پاکر کسی بشر کا پھر دنیا میں آنا خلاف قرآن ہے اور ساتھ ہی چونکہ مسیح مسعود کا قبل از قیامت دنیا میں مبعوث ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (۳) لہٰذا وہ مسیح موعود و مہدی مسعود میں ہوں

تصدیق (۱) واضح ہو کہ کتب شیعہ میں مہدی موعود کے اسماء والقاب میں سے حسن اتفاق سے مسیح الزمان بھی ہے نجم الثاقب ص۳۳ اور اس سے پہلے نمبر صد وسی وکیم میں ایک نام ماشیح بھی لکھا ہے۔ اس کی بابت فرمایا ہے وور ذخیرہ گفتہ کہ ایں اسم آنجناب است۔ در توریت عبریہ نجم الثاقب ص۳۳ بھی ماشیح عبرانی اغلباً عربی میں مسیح ہے منوالمراد من انبیاء کا مہدی کو مظہر لکھا ہے ان میں عیسےٰ بھی ہیں۔ چنانچہ

لکھا ہے گوید (مہدی) ہر کہ خواہد نظر کند بآدم و شیث و نوح و سام و ابراہیم و موسیٰ و یوشع و عیسیٰ و شمعون پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ با من است حق الیقین صفحہ ۱۴۴ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ جب مہدی خود مسیح اور مسیح الزمان ہے تو اس کے ساتھ خاص مسیح ابن مریم کی شمولیت و معیت لاحاصل ہے۔

(۳) ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں بدانکہ احادیث خروج مہدی خاصہ و عامہ بطریق متواترہ روایت کردہ اند کہ رسول خدا فرمود کہ بحق آنخداوندے کہ جانم در دست قدرت اوست کہ نزدیک است کہ نازل شود فرزند مریم کہ حاکم عادل باشد۔۔۔۔ پس گفت کہ چگونہ خواہید بود در وقتیکہ نازل شود در میان شما فرزند مریم و امام شما باشد یعنی مہدی ع

(۳) محقق ابن بابویہ کی فراست پر آفرین کہنا چاہئے جس نے تمام دیگر علمائے شیعہ سے منفرد ہو کر وفات مسیح ابن مریم کا اعلان کیا لیکن تھوڑی سی غلطی کر گیا وہ یہ کہ نزول مسیح کو رجعت سے تعبیر کیا۔ حالانکہ رجعت قرآن سے ثابت نہیں۔ پس جو فیصلہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ مسیح ابن مریم کی آمد ثانی بروزی رنگ میں تھی وہی درست رہ جاتی ہے ورنہ تناسخ کا قائل ہونا پڑیگا وھو مردود

شیعہ۔ حدیث لا مہدی الا عیسٰے۔ سنیوں کی کتابوں میں ہے اور شیعہ نہ ان کی کتابوں کو مانتے ہیں اور نہ ان کی حدیثوں کو جو مخالف احادیث ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور مضمون مبحوث عنہ شیعوں پر حجت قائم کرنے کے لئے لکھا گیا ہے اور حجت ہمیشہ مسلمات خصم سے اسپر قائم ہوا کرتی ہے نہ مزعومات باطلہ متکلم سے پس جب کہ یہ حدیث شیعوں کے ہاں مروی ہی نہیں تو مسلم کہاں ہوگی اور جب مسلم نہ ہوئی تو حجت قائم کرنا فضول۔ علاوہ برایں یہ حدیث خود حضرات اہل سنت کے ہاں بھی مردود ہے۔ چنانچہ **براہین قاطعہ** ترجمہ صواعق محرقہ ابن حجر صفحہ ۲۷۶ میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے بازبدانکہ تاویل حدیث لا مہدی الا عیسٰے نکنم مگر بر تقدیر ثبوت آں حدیث والا حاکم چنیں گفتہ کہ ایں حدیث مجہول است در اسناد خود مختلف عنہ و بنا بر تعجب ایں حدیث را آوردم نہ از برائے حجت و بیہقی گفتہ کہ محمد بن خالد باین حدیث منفرد است و نسائی تصریح کردہ بانکہ ایں منکر است و غیر ایشاں از حفاظ حدیث جزم کردند بانکہ احادیث منصوص علیہ برانکہ مہدی ولد فاطمہ است اصح اسناد اند ازایں حدیث الخ

محمد اکرم صابری نے (جس کی کتاب سے مرزا صاحب نے ازالہ میں اور نغل امروہی صاحب نے شمس البازغہ میں آمد ثانی مسیح کو بروزی رنگ میں ہونے کو ان کی کتاب اقتباس الانوار سے بزعم خود ثابت کیا ہے و بعضے برانند کہ روح عیسٰے در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق حدیث لا مہدی الا عیسٰے ابن مریم) حالانکہ اسکے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے و ایں مقدمہ بغایت ضعیف

است **اقتباس الانوار** ص۵۲ (کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے :- یک فرقہ براں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسےٰ بن مریم است و این روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسےٰ باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد و جمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات کی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزمان از آل رسول صلعم من اولاد فاطمہ زہرا ظاہر شود اسم او اسم رسول باشد الخ

حدیث لا مہدی الا عیسےٰ کو علامہ **زرقانی** نے بھی مردود ٹھیرایا ہے۔ ابن ماجہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو ابن خالد سے روایت نہیں کیا مگر شافعی نے اس کے بعد صاحب **ینابیع المودۃ** صفحہ ۴۹۲ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہوتی تو لازم آتا کہ جو ظلم و فساد زمانہ یزید و حجاج میں ہوئے وہ زیادہ ہوتے اور عالم میں خیر و صلاح نہ رہتی۔ لیکن ان کے بعد زمانہ عمر بن عبدالعزیز و خلفاء عباسیہ میں اور الی الآن خیر و صلاح ہے (۲) خبر مہدی قبل بعثت نبی عرب میں نہیں تھی کہ اسے لا مہدی الا عیسےٰ بن مریم سے رد کیا جاتا (۳) اللہ تعالیٰ نے آیات کثیرہ قرآن میں مہدی کی بشارت دی جو ذکر ہو چکیں اس لئے نبی نے بھی اپنی امت کو یہ بشارات سنائیں الخ اس حدیث کو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے۔ حالانکہ خود ابن ماجہ نے ابی امامہ کی حدیث میں تصریح فرمائی ہے کہ عیسےٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسےٰ کا نزول ہوگا۔ اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹنا چاہیگا تاکہ عیسےٰ آگے بڑھکر امامت کرائے اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بہ روایت ابی ہریرہ مذکور ہے۔ رجل صالح سے مراد مہدی علیہ السلام ہے اس کی تشریح وہ حدیث کرتی ہے جو **حموینی** نے **ابن عباس** سے روایت کی ہے جس کا ضروری حصہ یہ ہے قال رسول اللہ لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذالک الیوم حتی یخرج فیہ ولدی المہدی فینزل عیسیٰ بن مریم فیصلی خلفہ الخ اسی قسم کی روایت **طبرانی ابن حبان** (براہین فاطمہ ص۲۰۶) اور ابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری نے جزء اول کتاب غریب الحدیث میں حدیث طویل روایت کی ہے جزء مطلوب یہ ہے فاذا نزل عیسےٰ بن مریم لم ینسخ شیئا مما اتی بہ رسول اللہ صلعم ولم یتقدم الامام من امتہ بل یقدمہ ویصلی خلفہ یعنی جب حضرت عیسےٰ ابن مریم نازل ہونگے تو شریعت محمدی میں سے کسی چیز کو منسوخ نہ کرینگے اور جو امام حضرت محمدؐ کی امت سے ہوگا اس سے مقدم نہیں ہونگے بلکہ اسے آگے کرینگے اور خود اس کے پیچھے نماز پڑھینگے۔ اور مسلم و ترمذی میں جابر سے روایت ہے (مرزا صاحب مسلم کی صحت کے قائل ہیں ازالہ

ص۲۴۳) قال سمعت رسول اللہ یقول لا یزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق الی یوم القیامۃ فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم صل بنا فیقول الا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ من اللہ لھذہ الامۃ یعنی حضرت رسول نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا رہیگا پس عیسےٰ بن مریم اُترے گا ان کا امیر اُسے کہیگا تو ہمیں نماز پڑھا وہ کہیگا نہیں بعض تمہارے بعض پر امیر ہیں اور یہ کرامت خدا نے اس امت کو دی ہے۔ ان احادیث کے ساتھ اس حدیث کو بھی ملائیں جس کو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے قال رسول اللہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم یعنی تم کیسے ہوگے جب کہ ابن مریم تم میں اتریگا اور تمہارا امام تم ہیں سے ہوگا پس ان تمام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوا کہ آخری زمانے کے لئے دو شخصوں کے آنے کا وعدہ ہے ایک عیسےٰ بن مریم کا اور ایک مہدی کا جس کا نام حضرت م-ح-م-د ہوگا یواطی اسمہ اسمی اور اسی کی طرف حضرت نعمت اللہ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

مہدی وقت و عیسےٰ دوراں ہر دو را شہسوار مے بینم

پہلے بزرگوار کی نسبت کہیں تو نام آیا ہے اور کہیں ابن مریم فرمایا گیا ہے تاکہ کسی شخص کو دھوکا نہ لگے اگر کسی مثیل کے آنے کا وعدہ ہوتا تو حضرت فرما دیتے۔ کہ مثیل عیسےٰ آئیگا۔ رسول اللہ کی شان یہ ہے۔ لھم للناس الذی اختلفوا فیہ۔ اختلافات کو کھول کر بیان کر دینا نہ کہ ایسے گول مول الفاظ میں بیان کرنا کہ مخاطب سمجھ ہی نہ سکے۔ دیکھئے جہاں مثیل آنے کا وعدہ ہوتا ہے وہاں لفظ مثیل صاف آتا ہے۔ چنانچہ توریت میں اب تک لکھا ہے میں تمہارے بھائیوں سے ایک نبی مثل موسےٰ کے بھیجونگا پس جب صاحب توراۃ ایسی وضاحت سے پیش گوئیاں کرتا ہے تو افسوس ہے کہ صاحب قرآن کی طرف جس کی شان تمام مخلوق سے ارفع ہے اور جس کے کمال علمی کو کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکتا آپ یہ نسبت دیں کہ وہ گول مول الفاظ میں پیش گوئی کرتا تھا۔ اور پھر کسی حدیث میں بھی آنے والے مسیح کو مثیل ابن مریم نہ کہے۔ بلکہ جہاں کہے عیسے بن مریم ہی کہے آخر امت محمد میں بھی کوئی اس کی شان دو پُر دعاوی و بیہودہ تاویلات سے تو کسی کی مہدویت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں اگر ہر جگہ تاویلات و تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جاوے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آرا ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۴۱۹۔

(۱) مرزا صاحب کا دعوےٰ مہدویت و مسیحیت ایسا تھا جیسے مسیلمہ کذاب کا دعوےٰ نبوت۔ یا

محمد علی باب کا دعوٰے مہدویت۔

(۲) قرآن واحادیث سے مسیح ابن مریم کی حیات ثابت ہوتی ہے انه لعلم للساعة اسلئے جس مسیح ابن مریم کا آنا احادیث سے ثابت ہے وہ آپ ہی ہیں اور مرزا صاحب کا دعوٰے جھوٹا ہے۔ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ توریت کتاب استثنا ۱۸ ۲۰-۲۲ میں لکھا ہے۔ کہ جو خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اسے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔ بلکہ اس نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے مت ڈر۔ اس معیار پر پرکھنے کے لئے ہم مرزا جیو کی ایک ہی پیشگوئی متعلق بہ منکوحہ آسمانی کا مختصر حال لکھتے ہیں۔ مرزا جیو نے اس کی نسبت ایک اشتہار دیا جس کے عنوان پر یہ رباعی لکھی ہے

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　　قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا　　کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے ماموں کی ایک ہمشیرہ ان کے چچازاد بھائی غلام حسین سے بیاہی گئی تھی۔ چونکہ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے مفقود الخبر تھا اس لئے اس کی زمین کاغذات سرکاری میں اس کی زوجہ کے نام درج کرائی گئی۔ بعد کو زوجہ غلام حسین نے یہ زمین مرزا صاحب کے ماموں کے بیٹے محمد بیگ کے نام ہبہ کرنی چاہی اور ہبہ نامہ دستخط کرانے کے لئے مرزا صاحب کے پاس لائے چونکہ بقول مرزا صاحب یہ ہبہ نامہ بغیر ان کے دستخط کے بیکار تھا۔ مرزا صاحب نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر انہیں کہا کہ اپنی دختر کلاں کا نکاح مجھ سے کر دو۔ اور اگر تم نے اس سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا ۳ سال تک فوت ہو جائیگا۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ خدا آخر کار اس دختر کو تمہارے نکاح میں لائیگا۔ عربی الہام کی عبارت یہ ہے ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات الله ان ربک فعال لما یرید (اشتہار مرزا صاحب مورخہ ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء)

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹-۱۹۸ میں (جو ۲ ستمبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوئی) لکھا ہے کہ یہ لڑکی ضرور میرے نکاح میں آئے گی باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ جب خود بدولت ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو بیمار ہوئے تو اس پیشگوئی کی نسبت تردد ہوا تو بقول ان کے پھر خدا نے الہام کیا الحق من ربک فلا تکونن من الممترین یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ مرزا صاحب کی کتاب شہادۃ القرآن صـ۷ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمد بیگ اور اس کے داماد کو ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کے بعد دنیا میں زندہ رہنے کی اجازت نہ تھی مگر احمد بیگ کا داماد مرزا صاحب کے سینہ پر مونگ دلتا رہا اور مرا

اور مرزا صاحب مر بھی گئے لیکن وہ لڑکی اُن کے نکاح میں نہ آئی۔

اسکے علاوہ اور پیشگوئیاں بھی ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کے کذب پر مہر لگائی ہے۔ خدا کے پیارے مسیح نے کیا سچ فرمایا ہے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں (قادیان) ہے۔ تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائینگے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کریں (انجیل متی ۲۴ ۲۳-۲۴)

کتب شیعہ میں تو یہ لکھا ہے کہ فرنگیوں کی کتابوں میں حضرت مہدی کا نام مسیح الزمان ہے۔ یہ نہیں لکھا ہے کہ حقیقی نام یہی ہے اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم آپ کا نام ہے۔ بحث تو ہے لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم پر اور دلیل آپ دے رہے ہیں کہ مہدی کا ایک لقب مسیح الزمان ہے سو مسیح الزمان تو حاذق طبیبوں کو بھی آپ لوگ کہدیا کرتے ہیں چنانچہ **ازالہ اوہام** ص۳۸۴ میں لکھا ہے ؎ حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب ٭ خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا ٭

اس طرح چونکہ مہدی بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ مردوں کو زندہ کرتے تھے چنانچہ یہ معجزے کتب میں مرقوم ہیں۔ منجملہ ازاں ایک معجزہ یہ ہے جو **ینابیع المودۃ** ص۳۸۱ میں بروایت صاحب کشف الغمہ نقل کیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حلہ میں ایک شخص اسمٰعیل بن الحسن تھا اس کی داہنی ران پر ایک زخم ہو گیا وہ بغداد گیا وہاں فرنگی اطباء نے بھی اس کو جواب دے دیا کہ اس کا اب علاج نہیں۔ اسمٰعیل مذکور سامرہ میں مشرف ہوا۔ اور زیارت کی اور تضرع و تخشع سے دعا مانگی۔ پھر دریائے دجلہ پر گیا اسے چار سوار ملے۔ ان میں سے ایک امام زمان علیہ صلوٰۃ اللہ الرحمان تھے آپ نے اس کے زخم پر ہاتھ پھیرا۔ اور وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ گویا زخم ہی نہیں ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا۔ تو جن لوگوں نے اس کے زخم کو دیکھا تھا وہ بہت حیران ہوئے اور انہوں نے یقین کیا کہ یہ امام کا معجزہ ہے۔ شدہ شدہ یہ خبر اُن اطباء فرنگ کو بھی ہوئی انہوں نے کہا ھذا عمل المسیح اور یہ معجزہ صاحب کشف الغمہ کے زمانہ کے قریب ہوا۔ اور انہوں نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔ پس ایسے معاجز کی وجہ سے فرنگیوں نے ان کا نام مسیح الزمان رکھ دیا ہو تو کیا تعجب ہے۔ مسیح کو عبرانی میں ماشیح کہتے ہیں نہ ماشع۔ مشع عربی میں بمعنی ربودن آیا ہے صراح ص۲۶۲ اور عبری میں بھی اس کے قریب معنوں میں آیا ہے پس ماشع لقب ہونے کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہ ظلمہ وجبابرہ سے تخت و تاج چھینے گا۔ اور عدل و داد کی حکومت قائم کریگا۔ یہاں پر ایک نکتہ ذہن میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ قائل ہیں کہ حضرت مسیح حضرت موسےٰ کا آخری خلیفہ تھا۔ اور یہود و نصاریٰ آپکے اولاد ہارون سے جانتے ہیں (بشارات احمدیہ بشارت چہارم ص۱) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مثیل موسیٰ تھے اور حضرت علی علیہ السلام مثیل ہارون مطابق حدیث متفقہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (دیکھو رسالہ الاستخلاف مولفہ مسٹر اکمل صاحب ایڈیٹر تشحیذ الاذہان) اسکے مطابق چاہئے تھا کہ حضرت محمد کا آخری خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے ہوتا۔ اور احادیث سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے چنانچہ سید علی ہمدانی (جن کو شاہ ولی اللہ نے رسالہ انتباہ میں سلسلۂ اولیاء اللہ میں شمار کر کے ان کو سلطان الاولیا لکھا ہے۔ دیباچہ نورالدین صـــ ۷۵ میں آپ کے خلیفۂ اول نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کو میں ممتاز انسان اور صافی الذہن جانتا ہوں۔ اس لئے سید علی ہمدانی کی تحریرات آپ پر حجت ہیں) نے مودۃ القربیٰ مودۃ ۱۰ حدیث نمبر ۱ لکھی ہے قال قال رسول اللہ لا تذھب الدنیا حتی یقوم بامر امتی رجل من ولد الحسین یملاء الارض عدلا کما ملئت ظلما یعنے دنیا فنا نہ ہوگی جب تک ولد حسین بن علی سے ایک شخص میری امت کے امر پر قائم نہ ہو جو زمین کو عدل سے بھر یگا جیسی وہ ظلم سے بھری ہوگی اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ حضرت مہدی میری عترت ولد فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ہوگا (براھین قاطعہ ترجمہ صواعق صـــ ۲۷۴) کنز العمال جلد ۶ صـــ ۱۹۶ میں ہے کہ ابن عساکر نے حسین سے روایت کی ہے البشری یا فاطمہ فان المہدی منک لیکن مرزا صاحب چنگیز خان کی اولاد کے مغل ہیں (ازالہ صـــ ۶۳) پس یقیناً یہ اپنے دعوے میں سچے نہیں۔ ایک اور نکتہ بھی ذہن میں آیا ہے کہ جیسے عیسےؑ کا جہاں نام آیا ہے وہاں اسے ابن مریم کہا گیا ہے ویسا ہی مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی اکثر احادیث میں من ولد فاطمہ آیا ہے پس جیسے قرآن میں ابن مریم سے اس کا روحانی بیٹا مراد نہیں ویسا ہی ان احادیث میں بھی من ولد فاطمہ سے رسول اللہ کی روحانی اولاد مراد نہیں جب حضرت مہدی ظاہر ہونگے تو پیش از نزول عیسیٰ فرمائینگے ہر کہ خواہد نظر کند بفلاں و فلاں پس نظر کند بمن اور اعزاز دین و اہلاک کفار اہل کتاب کے لئے عیسےؑ کی شمولیت لازم ہے حضرت موسےؑ میں وہ سب کمالات تھے جو حضرت ہارون میں تھے پھر آپ نے ہارون کے بارہ میں یہ کیوں کہا واشرکہ فی امری۔ جب ایک فرعون کے لئے دو نبیوں کی ضرورت ہوئی تو جب ان فرعونوں سے بڑھ کر فرعونوں کا مقابلہ ہو اس وقت اگر دو ماموران کے مقابلہ کے لئے اٹھیں تو کوئی قباحت نہیں (۳) اس کی توضیح گزر چکی۔

(۴) ابن بابویہ کا مذہب وہی تھا جو ائمۂ علیہم السلام کا تھا۔ اور انہوں نے اپنی کتاب اکمال الدین میں چار حدیثیں ایسی لکھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی دیگر علماء فرقہ حقہ کی طرح حیات عیسےؑ کے قائل تھے۔ اکمال الدین صـــ ۱۸۹ حضرت ابی جعفر سے روایت ہے کہ حضرت قائم میں کئی انبیاء کی سنتیں

یا مشابہتیں ہیں ازانجملہ عیسےٰ سے واما من عیسیٰ فیقال فیہ ما قال فی عیسیٰ صـ۱۸۶ وصـ۳۱۷ میں حضرت زین العابدین علیہ السلام سے یہی روایت ہے اس کا ایک فقرہ یہ ہے واما من عیسیٰ فاختلاف الناس فیہ صـ۱۸۸ واما شبہہ من عیسیٰ فاختلاف من اختلف فیہ حتیٰ قالت طائفۃ ما ولد وطائفۃ منھم قالت مات وطائفۃ قالت قتل وصلب اور اس سے پہلے ایک حدیث ہے جس میں یہ جملہ ہے واما من عیسیٰ فیقال انہ مات ولم یمت۔ ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مہدی کی حضرت عیسےٰ سے یہ مشابہت ہے کہ لوگوں نے عیسےٰ کے بارے میں اختلاف کیا بعض نے کہا پیدا ہی نہیں ہوئے ایک گروہ نے کہا وہ موت طبعی سے مر گئے (ان سے قادیانی مراد ہے) اور ایک طائفہ نے کہا وہ قتل کئے گئے اور صلیب دئے گئے حالانکہ عیسےٰ نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر لٹکائے گئے نہ موت طبعی سے مرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندہ ہیں اسی طرح حضرت مہدی کے بارہ میں بعض نے کہا کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے بعض نے کہا وہ مر گئے لیکن جیسے حضرت عیسےٰ کے بارے میں یہ باتیں غلط ہیں ویسے ہی حضرت مہدی کے بارے میں بھی غلط ہیں۔ حضرت مہدی پیدا ہوئے ہیں اور مرے نہیں جس طرح عیسےٰ نہیں مرے پس یہ دونوں زندہ ہیں ورنہ مشابہت نہیں پس یہ ہے ابن بابویہ کا مذہب اور مسیح کی آمد ثانی کا بروزی رنگ میں قائل ہونا ہی تناسخ کا اقرار ہے دیکھو عبارت اقتباس الانوار سے (جس سے مرزاجی نے استشہاد کیا ہے) یہی ثابت ہوتا ہے۔

احمدی (۴۴) (۱) حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ ہے کہ میں بروز محمد ہوں اور مصداق ہوں آیہ کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا دلیل اس کی یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ جن میں سے بعض بالکل فراموش ہو چکے تھے اور بعض جو کہ بالکل مخفی تھے عرصہ سے سب ظاہر ہو گئے ہیں ان کا مقہور و مغلوب کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ سوائے وجود مسعود حضرت مرزا صاحب کے مہدی کا نام محمد ہے۔ نجم الثاقب صـ۴۴

شیعہ۔ اسی سے مرزا صاحب کا مدعی کاذب ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت مہدی موعود کا نام محمدؐ ہوگا۔

۱۔ **مشکوٰۃ المصابیح** باب اشراط الساعۃ۔ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی (رواہ الترمذی وابوداؤد (ینابیع المودۃ صـ۴۶۱) جواھر العقدین۔ فصل الخطاب۔ اقتراب الساعۃ صـ۹۱ یہ روایت حضرت علی وابی سعید وام سلمہ وابی ہریرہ سے بھی مروی ہے اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے (ینابیع صـ۴۶۲)

۲۔ **فصل الخطاب** جواہر العقدین۔ ینابیع المودۃ صـ۴۶۵ عن ابی مسعود عن النبی قال

یلی رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی ھذا حدیث حسن صحیح۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ السیف المسلول کے صفحہ ۲۳۳ میں لکھا ہے۔

بدانکہ موافق مذہب اہل سنت محمد مہدی مردے خواہد بود از اولاد فاطمہ

۴۔ اقتباس الانوار و صواعق محرقہ کی عبارتیں پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

۵۔ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صـ ۲۲۹ میں لکھا ہے سو سنت جماعت کا یہ مذہب ہے۔۔۔۔ کہ آخری زمانہ میں انہیں (امام محمد مہدی) کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔ پھر لکھتے ہیں اور درحقیقت مراد صاحب کشف کی یہ ہوگی کہ کسی زمانہ میں اس امام (محمد مہدی) کے ہمرنگ ایک اور امام آئیگا جو اس کا ہمنام اور ہم قوت اور ہم خاصیت ہوگا۔

اور صـ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو۔ اس اقرار سے یہ ثابت ہوا کہ آخری زمانہ میں ایک مہدی باسم محمد آنے والا ہے۔

۶۔ شیخ الامام محمد بن طلحہ حلبی نے کتاب در المنظوم میں امام مہدی کے مسمے باسم محمد ہونے میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے جس سے اہل ذوق سلیم ضرور محظوظ ہونگے۔ فرماتے ہیں کہ اسم محمد کے عدد ۱۳۲ ہیں اور یہی عدد اسلام کے ہیں (اسی لئے اسلام کا ظہور اولے بھی انہی سے ہوا) اور حروف علے اس عدد کیلئے قلب ہے پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ قلب ہیں اس عالم کے (چونکہ آپ قلب عالم تھے اسی لئے قلب دنیا یعنی مکہ سے آپ کا خروج ہوا۔ اور دیباچہ نور الدین صـ ۲ میں بھی لکھا ہے کہ الاسلام کے ظہور کے لئے دو شہر مقدر تھے ایک ام القرے مکہ) اور بتحقیق اللہ تعالے کا ایک خلیفہ ہے جو آخری زمانہ میں خروج کریگا جب کہ زمین جور و ظلم سے بھر پور ہوگی وہ اسے عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اور اگر دنیا سے ایک دن بھی رہ جائے تو بھی وہ آئیگا اور یہ خلیفہ ولد فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے حاکم ہوگا کشادہ پیشانی سرمہ کشیدہ اس کی دائیں ران پر ایک خال ہوگا۔ اس کو ارباب حال پہچانینگے مربوع القامہ۔ خوبصورت اچھے بالوں والا ہوگا۔ اللہ تعالے اس سے ہر ایک بدعت کو مٹائے گا اور ہر ایک سنت کو زندہ کریگا۔ اس کے گھوڑے ارض صنعاء سے پانی پئینگے۔ وہ مال کو برابر تقسیم کریگا۔ رعیت میں عدل کریگا۔ تمام مذاہب اسکے زمانہ میں دنیا سے اٹھ جائینگے اور صرف دین خالص اسلام رہ جائیگا۔ یہی امام مہدی قائم بامر اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی آبائہ ہوگا (اور چونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ دین اسلام کو سب ادیان پر غالب کریگا۔ اور اسلام کا ظہور اولے محمد کے نام سے ہوا۔ اس لئے ضرور ہے کہ یہ آخری ظہور جو ظہور کلی ہوگا اور اتم و اکمل ہوگا وہ بھی انہی کے ہمنام سے ہو اس لئے) ان کا نام بھی محمد

ہے۔ لیکن مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے۔ اس لئے وہ لیظہرہٗ کے مصداق نہیں۔ اور خود ظاہر آیت بھی
ان کے دعوے کی تکذیب کر رہی ہے کیونکہ خود قادیان میں تو دین اسلام کو غلبہ نہیں ہوا۔ دوسری جگہوں
میں تو کیا ہوگا۔ دیکھئے فتح مکہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرءیا بالحق لتدخلن
المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم مقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذالک
فتحا قریبا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیدا پ ۱۲۔ اور
اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہوگے مسجد حرام میں انشاء اللہ چین سے بال منڈاتے
اپنے سروں کے اور کترتے بے خطرہ پس جانا جس کو تم نے نہیں جانا پھر ٹھیرائی اس کے ورے ایک فتح نزدیک وہی
ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت کے اور سچے دین کے تاکہ غالب کردے اس کو ہر دین پر اور بس
ہے اللہ حق ثابت کرنے والا (ترجمہ نذیر احمد) دیکھئے فتح مکہ میں وعدہ تھا کہ الاسلام تمام ادیان باطلہ پر
غالب آجائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مکہ فتح ہوا تو کفر وہاں سے بالکل جاتا رہا۔ اور اللہ کے فضل سے اب
تک ایک کافر اور کوئی ملت غیر از الاسلام وہاں موجود نہیں اور دیباچہ نور الدین صـ۷ میں اس کا اقرار ہے
چنانچہ فرماتے ہیں "دیکھ لو وہ شہر (مکہ) اس فتنہ سے بالکل امن میں ہے" ان آیات میں فتح مکہ کی بشارت
کے ذکر کے بعد لیظہرہ کی پیشگوئی تھی اور وہ پوری ہوئی اور تیرہ سو سال سے اس کی صداقت آفتاب
روشن کی طرح چمک رہی ہے ایک اور وعدہ خدائی ہے کہ آخری زمانہ میں بھی غلبہ تامہ الاسلام کو ہوگا
اور جیسے مکہ میں ملل کفر نیست و نابود ہوگئیں ویسے ہی تمام دنیا سے بھی کفر اٹھ جائیگا۔ لیکن مرزا صاحب
عدم آباد کو بھی سدھار گئے اور ملل کفر اب تک باقی ہیں۔ علماء اسلام و رواۃ احادیث خیر الانام ان
کا مقابلہ کرتے ہیں اور کرینگے جیسا کہ لا یزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق سے ظاہر ہے۔ لیکن چونکہ
ابھی ادیان باطلہ کا بروز کلی نہیں ہوا اس لئے غلبہ تامہ الاسلام کا وقت نہیں آیا۔ اگر معترض یہ کہے کہ
یہ غلبہ دلیل و حجت کا ہے تو ہم کہینگے کہ اس طرح کا غلبہ تو ہمیشہ اسلام و انبیا کو رہا۔ کیا آپ کوئی نبی ایسا بتلا
سکتے ہیں جو اپنے مخالفین پر دلیل و حجت سے غالب نہ رہا ہو۔ پھر خاتم النبیین کے لئے ایسے وعدہ کی کیا
ضرورت تھی۔ اور یہ غلبہ مرزا صاحب کے دعوے مہدویت سے پہلے بھی ثابت تھا۔ چنانچہ خود مرزا صاحب
خطبہ براھین احمدیہ صـ۱ میں رسول اللہ کی شان میں فرماتے ہیں الذی ظہر دینہ الحق علی کل دین
من الادیان یعنی آپ کا سچا دین تمام دینوں پر غالب ہے وہ غلبہ جس کا اس آیت میں وعدہ ہے۔ وہ
ہے جس کے لئے مرزا جی نے رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" صـ۴۹ میں بایں الفاظ دعا کی ہے ع

"سب جھوٹے دین مٹادے میری دعا یہی ہے"

احمدی۔ ۲۔ احمد تو آپ کا نام نامی تھا۔ اور اسی نام پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور جماعت کا نام بھی احمدیہ رکھا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے دعوے کیا ہے کہ قرآن میں عیسےٰ علیہ السلام کی زبانی جس احمد کی پیشگوئی ہے وہ میں ہی ہوں ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ احمد نام کی تصدیق کے لئے دیکھو غایت المقصود۔ اسم او احمد است۔ بحوالہ کتاب غیبت طوسی وبحوالہ اکمال الدین۔ برائے او دو اسم است اسمے مخفی واسم ظاہر اما اسمے کہ مخفی است پس احمد است جلد ۲ صفحہ ۲۷ یہاں اسم ظاہر سے مراد غالباً غلام احمد ہے۔

شیعہ۔ اس دلیل کے اول وآخر میں تضاد ہے اول لکھا ہے کہ احمد نام نامی تھا اور آخر میں غلام احمد کہا ہے پہلی بات تو بالکل غلط ہے مرزا صاحب کی تمام کتابوں رجسٹرہائے پیدائش واموات میں اور عدالت کی مسلوں میں مرزا صاحب کا نام غلام احمد لکھا ہے اپنی جماعت کا نام اپنے نام کو مخفف کر کے رکھا ہے جیسے مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر کا نام ثنائی رکھا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کی پیشگوئی کو بھی مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں حضرت محمد رسول اللہ پر چسپاں کیا ہے اور اس کے ثبوت میں برنباس کی انجیل کا حوالہ دیا ہے علاوہ بریں خود مرزا صاحب کے خاص حواری جن کے امیر مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ اس دعوے سے منکر ہیں اور میاں محمود صاحب کے القول الفصل صفحہ ۲۹ میں بھی لکھا ہے کہ آں حضرت احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اول مظہر وہ تھے اور زاد المعاد ابن القیم (جو آپ کی مقبولہ کتاب ہے دیکھو دیباچہ نور الدین صفحہ ۶۰) جلد ا صفحہ ۲ میں لکھا ہے فصل فی اسماءہ ..... ومنہا احمد وھو الاسم الذی سماہ بہ المسیح یعنی آں حضرت کے ناموں سے ایک نام احمد ہے اور یہ وہ نام ہے جو مسیح نے آپ کا رکھا۔ پھر لکھا ہے اسماء، نوعان احدھا خاص بلا لیشرکہ فیہ غیرہ من الرسل المحمد واحمد اور قرآن بھی پکار پکار کے کہتا ہے کہ وہ احمد قرآن کے نزول کے وقت آگیا چنانچہ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے معین بعد فرمایا ہے فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین یعنی جب یہ احمد کھلی نشانیاں لیکر ان کے پاس آیا تو کفار نے کہا یہ ظاہر جادو ہے پس احمد تو آچکا اور اس نے اتنا بشارہ عیسےٰ بھی کہا پھر غلام احمد کو احمد بنانا تکذیب قرآن اور دجل وفریب نہیں تو اور کیا ہے۔

یہاں پر احمدیوں کے امام کا ایک لطیفہ بھی سن لیجئے :۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو سورۂ صف کے درس پر کسی نے خلیفہ اول مرزائیاں سے عرض کی کہ اس سورت کو کھول کر بیان کریں آپ نے انہیں ناداں وغیرہ کہکر اس سورت کی تفسیر میں یہ ثابت کیا کہ جس احمد کی بشارت اس سورۂ شریف میں ہے وہ مثیل مسیح ہے (مرزا غلام احمد) پھر فرمایا میں اپنی ذوقی باتیں کم بیان کیا کرتا ہوں سائل تو صرف احمد کے متعلق

کھولکر بیان چاہتا ہے یہاں تو خدا نے احمد کے بعد نور کی طرف بھی قرآن شریف میں اشارہ کر دیا ہے۔
آگے دین کا لفظ بھی ہے اور اس نور کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے ولو کرہ الکافرون۔ القول الفصل
صفحہ ۴۳ نور اور دین کا اشارہ اس آیہ کی طرف ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ
ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون
پ۲۸ ۸۔ دیکھئے یہ ظالم فرقہ مبتدعہ قرآن میں کس طرح تحریف کر رہا ہے۔ رسول خدا کی پیشگوئی کیا ہی سچی
ہے لتتبعن سنن من کان قبلکم ای الیہود والنصارٰی حتیٰ لو دخلوا حجر ضب لدخلتمو (یعنی تم لوگ اپنے پہلوں
یعنی یہود اور نصاریٰ کے طریقوں پر چلو گے یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے غار میں داخل ہوئے ہیں
تو تم بھی ہو گے یہودیوں کی ایک سنت کا ذکر و یحرفون الکلم عن مواضعہ (یعنی وہ اللہ کی کلام میں
تحریف کرتے تھے) سے ظاہر ہے اس سنت یہود کی تجدید حکیم نورالدین صاحب و اشیاعہ نے کی ہے
لیکن حکیم صاحب ایک غلطی کر گئے وہ یہ کہ ان کا نام تو نورالدین ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بھی ازالہ
ص۷۹۰ میں مولوی حکیم نورالدین صاحب اور خود حکیم صاحب نے بھی دیباچہ نورالدین ص۱ میں لکھا ہے
اما بعد خاکسار نورالدین الخ لیکن قرآن سے انہوں نے نور دین ہی استنباط کیا۔ اگر ذرا اور تدبر کرتے
تو اسی آیت سے نورالدین بھی نکل آتا۔ دیکھئے اسی آیت میں دین کے بعد ایک الدین بھی آیا ہے۔
لیظہرہ علی الدین اگر اس الدین کے پہلے نور بڑھائیں تو حکیم صاحب کا پورا نام نکلتا ہے پس اس آیت
سے حکیم صاحب کا اس دین کا نور ہونا ثابت ہوا جو بمقابلہ اسلام ہے اور اس میں اس بات کیطرف
بھی اشارہ ہے کہ ایک نور ادیان باطلہ چاہیگا کہ دین حق کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھائے۔ اور احمد کی
پیشگوئی کو اپنے باطل معبود پر چسپاں کرے۔ لیکن ایک احمد علی (جس کا نام دو نوریوں کے نام پر ہے) کے
ذریعہ خدا اس کی باطل باتوں کو مٹائے گا ولو کرہ المشرکون اگرچہ اس نور دین باطلہ کے پرستاروں مشرکوں
کو برا ہی معلوم ہو۔ مرزائیو! خدا کا خوف کرو۔ ان تحریفات سے باز آؤ۔ اگر اس طرح کی تاویلات سے
کسی کی صداقت ثابت ہوتی تو لاہور کے نور دین کاڈہ کا نمبر حکیم جی سے بڑھ کر ہے کیونکہ نور دین
کو تو قرآن سے حکیم صاحب نے ہی استنباط کیا۔ اور کاڈہ کرہ سے مستنبط ہے اس کی دلیل خود منشی صاحب
نے تشحیذ ص۳۰ میں کرعہ کے ذیل میں دی ہے کہ تغیر حروف سے کدعہ کرعہ بن گیا اور کدعہ اور قادی
بالکل قریب الصوت ہیں اسی طرح نور دین صاحب کاڈہ منشی ہو یہ کہ سکتے ہیں کہ تغیر حروف سے کاڈہ
کارہ بن گیا اور کثرت استعمال سے الف گر گیا اور کرہ رہ گیا بس میرا نام تو صاف قرآن سے نکل آیا واہ
رے مرزائیو! تم نے تو خوب کام کیا۔ آؤ اب ہماری تمہاری ٹھنی رہی۔

آدم برسر مطلب۔ فرماتے ہیں کہ غایت المقصود میں لکھا ہے کہ مہدی کے دو نام ہیں ایک مخفی اور ایک ظاہر مخفی احمد ہے صاحب غایت المقصود نے غالباً یہ مضمون نجم الثاقب سے لیا ہے۔ اور نجم الثاقب کے ص۲۳ میں اسی نام کے ذیل میں لکھا ہے وظاہر آمراد دو اسم مبارک رسول خدا باشد اور رسول خدا کے دو نام محمد و احمد ہیں پس حضرت مہدی کا نام مخفی احمد ہے اور نام ظاہر محمد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا اسلئے کسی غلام احمد کا دعوئے مہدویت باطل ہے اور غیبت طوسی میں لکھا ہے کہ درمیان رکن ومقام اس موعود کی بیعت کی جائیگی لیکن مرزا جی کی بیعت کا سلسلہ لدھیانہ میں ہوا پس یقیناً مرزا صاحب مہدی موعود نہیں ÷

احمدی۔ ۳۳۔ مہدی ناطق۔ ظاہر ہے کہ امام غائب حسب اعتقاد شیعہ مستور ومغمور وصامت ہیں۔۔۔۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی بے کسی کا کیا علاج کہ قرآن تو پہلے ہی سے صامت تھا جو امام ہے وہ بھی صامت لیکن مرزا صاحب کی تصانیف کو دیکھو۔ عربی وفارسی و اُردو نظم ونثر حقائق ومعارف و مواعظ کے دریا بہا دئے ہیں بعض خاص تصانیف اعجازی رنگ میں لکھی ہیں جس کا جواب کسی مخالف سے اب تک نہیں بن پڑا۔ اب بھی کسی کو دعوئے ہو تو مقابلہ میں آجائے۔

شیعہ۔ آپ کی کتاب عصمۃ الانبیاء میں لکھا ہے کہ انبیاء نہیں بولتے جب تک ان کو خدا نہ بلائے پس کیا آپ اس وقت انہیں نبی ناطق نہیں کہینگے جب کہ وہ نہیں بولتے۔ رسول اللہ کتنی سال تک شعب ابی طالب میں مخفی رہے پھر غار ثور میں تین دن تک چھپے رہے کیا آپ اس وقت نبی ناطق نہیں تھے مہدی علیہ السلام اس زمانۂ غیبت میں بھی خواص کو علوم حقہ بتلاتے ہیں اور مشکلات قرانی کو حل کرتے ہیں اور انہی کی طرف اشارہ ہے حدیث ائمہ میں ان لنا فی کل خلف عدول ہمارے امام عالم علم لدنی ہیں وہ آپ کے مرزا صاحب کی طرح کمیٹی کرکے کچھ مضمون نہیں بناتے مرزا صاحب کی تصنیفات کا آپ نے خوب ذکر کیا انکی اردو نظم کی غلطیاں شوکت میرٹھی نے نکالیں اعجاز المسیح کی غلطیاں ہمارے امام کے ادنے غلام ایک متساز الافاضل نے نکالیں جنکو سالکہ یعقوب میں محب مکرم سید مہدی حسین صاحب ترمذی نے مرزا صاحب کی زندگی میں ہی چھپوایا۔ اور ایک نسخہ قادیان بھی بھیجا گیا۔ لیکن اب تک اس کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ اعجاز المسیح میں جو جو عبارتیں فصیح ہیں وہ مقامات حریری سے سرقہ کی گئی ہیں۔ اور پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی نے بھی سیف چشتیائی (صٹ تا صٹ) میں اس کی صرفی نحوی وادبی غلطیاں ظاہر کی ہیں۔ مرزا صاحب نے حمامتہ البشرے وسر الخلافتہ عربی میں لکھی اور آخری کتاب میں اعجاز کا دعوے کیا۔ لیکن ایک ایرانی عالم سرکار ابوالحسن میرزا المعروف

بالشیخ الرئیس نے کتاب الابرار میں ان کی وہ دھجیاں اُدھیڑیں کہ مرزا صاحب نے مرتے دم تک سر الخلافہ کا نام بھی نہ لیا۔ ان کی (سرکار ابوالحسن) کی عربی عبارت کا نمونہ یہ ہے ص۶ اما بعد ھذا الکتاب جامع وخطاب نافع من عبد اللہ وابن عبدہ الذی اتاہ اللہ علما من عندہ لخادم شرایعۃ خیر البشر ومجدد المذھب فی القرن الثالث عشر ابوالحسن المرزا المعروف بالشیخ الرئیس امنہ اللہ من العذاب البئیس وجعل لہ التوفیق والتقوی خیر انیس والنس جلیس الی من سمے لنفسہ باسماء ما انزل اللہ بھا من سلطان ویدعی مقامات وکرامات ما اتتھا حجۃ وبرھان احمد[۱] القادیانی ارشدہ اللہ الی الدین الدیانی وھداہ بدیع السماوات الی معانی بیانی حتی یکون ممن عرف قدرہ ولم یتعد طورہ الخ (ترجمہ اما بعد یہ کتاب جامع اور خطاب نافع اللہ کے بندے اور اسکے بندہ کے بیٹے کی طرف سے جس کو خدا نے علم دیا ہے وہ رسول اللہ کی شریعت کا خادم اور تیرھویں صدی میں مذہب کا مجدد ابوالحسن المرزا المعروف بالشیخ الرئیس ہے خدا سے عذاب سے بچائے اور توفیق وتقوے کو اس کا بہترین انیس بنائے اس کی طرف جسنے نام رکھے ہیں اپنے وہ جنکے لئے خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور دعوے کرتا ہے ایسے مقامات وکرامات کا جو حجت وبرہان سے ثابت نہیں یعنی احمد قادیانی اللہ اسے اپنے سچے دین کی طرف راہنمائی کرے اور خالق سماوات اسے میرے بیان کے معانی کی طرف ہدایت کرے۔ یہاں تک کہ وہ ان میں سے ہو جو اپنی قدر کو پہچانتے ہیں اور اپنی حد سے نہیں بڑھتے") اگر آپ کو مقابلہ کا شوق ہے اور اپنے مرشد کے اعجاز کی حقیقت کو پرکھنا چاہتے ہیں آپ کیا آپ کے تمام فرقہ میں کوئی عربی کا کما حقہ عالم نہیں لیکن اس کتاب کو اور سر الخلافہ کو مصر کے کسی عیسائی عالم کے پاس بھیجکر یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ فیصلہ کرے کہ ان دونوں کتابوں میں سے کونسی فصیح اور افصح ہے جو وہ فیصلہ کرے ہمیں منظور ہے مقابلہ کے لئے آپ کا فرقہ ہمیشہ چیلنج دیا کرتا ہے لیکن جب جواب ملتا ہے تو دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔

سر الخلافہ میں مرزا صاحب نے شیعوں کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ سرکار شیخ الرئیس نے کتاب الابرار کے ص۱۰۱ میں ان الفاظ میں جواب دیا۔ اما ما دعوتنا الی المباھلۃ فلقد اقشعرت داہرک بعد ما کنت اھلہ ونحن بقوۃ القلب والسکینۃ والیقین بشبعہ الطمانیۃ نقول تعالوا نبتھل ثم نجعل لعنۃ اللہ علی الظالمین فعین لھذہ المباھلۃ مکانا سوی وان یحشر الناس ضحی ان اللہ کان علیا کبیرا (خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو تو نے ہمیں مباہلہ کے لئے بلایا ہے اس کے جواب میں ہم دل کی قوت اور سکینہ و

---

[۱] حمامۃ البشرے میں مرزا صاحب نے اپنا نام احمد لکھا ہے اس کی نسبت رسالہ احمدی جلد ۲ نمبر ۱ ص۹۲ میں لکھا ہے۔ کہ ضروری نہیں کہ ہر شخص اپنا نام ہمیشہ پورا ہی لکھے سہواً بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ کاتب بھی غلطی کر سکتا ہے۔

یقین سے کہتے ہیں۔ آہم مباہلہ کرتے ہیں پھر ظالموں پر خدا کی لعنت کریں گے۔ پس اس مباہلہ کے لئے کوئی جگہ مقرر کر اور پھر حق کی چمکار دیکھ) لیکن اس کے بعد مرزا صاحب نے چوں تک نہ کی اور بھگوڑوں کی طرح اس میدان سے بھی بھاگے اور مؤلف غایت المقصود نے اعجاز احمدی کا جواب لکھتے ہوئے غایت المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ ۱۳۲۱ھ میں ان الفاظ میں مقابلہ کی دعوت دی۔ گذشتہ ازیں مے گویم کہ اگر در دعوے خود صادق باشد بغرض اتمام حجت زانو بزانوئے حقیر نشستہ در عربی فصیح و بلیغ کتابے بنویسد تا صدق و کذب وے برہمہ کس ہویدا گردد باین چنیں تلبیس کے باطل حق مے تواند شد اگر مرد است ایں گو وایں میدان ورنہ در زنہا نشستہ ایں عوام فریبی ہا ثمر ندارد بغرض غیرت دادن مکرر تحدی مے کنم کہ ہرگاہ در دعوے نبوت خود صادق باشد لازم است کہ ایں موقعہ را از دست ندہد تا حق از باطل باحسن الوجوہ ممتاز گردد ورنہ در صبیان و نسوان چنیں و چناں گفتن و نوشتن بعید از منصب نبوت باشد انشاء اللہ تعالےٰ جمیع شرائط معقولہ کہ از جانب مرزا دریں مطلب باشند فقیر را در تسلیم ہیچ کدامے از انہا نیمہ عذرہم نخواہد بود واما از جانب حقیر بحمد اللہ ہیچ عذرے و شرطے ہم نیست کہ مبادا ہماں را عذر از برائے خود قرار دہد پس باوجود اینکہ ما جمیع شرائط معقولہ وے را تسلیم مے نمایم واز جانب خود ہیچ شرطے نمے کنیم ہم بعد از طبع شدن ایں کتاب تا عرصہ سہ ماہ اگر بالمقابل یک دیگر کتاب فصیح و بلیغ عربی نہ نویسد بر تکذیب دین و مذہب وایمان و بطلان نبوت و رسالت و امامت وے حجت خدا تمام خواہد شد انشاء اللہ تعالےٰ فرمایئے اس کا کیا جواب دیا۔ سنہ گذشتہ ہیں موضع مدرسہ میں مولوی سرور شاہ مرزائی و مولوی سید احمد شاہ صاحب شیعہ کے درمیان امامت پر مباحثہ ہوا اس میں آپ نے کیا کر لیا جنہوں نے میاں صاحب کی بیعت کی تھی وہ تائب ہو گئے اور دین حق قبول کر لیا۔ اور اب بھی اللہ کے فضل سے ہم ہر جگہ مقابلہ کو تیار ہیں۔ اسد اللہ کے شیعہ ہیں نہ بھگوڑوں کے۔ میدان میں آئیے اور ذوالفقار علی کا مزہ چکھئے +

احمدی۔ ۴۔ کرشن حضرت مرزا صاحب نے اہل ہنود پر اتمام حجت کرنے کے لئے اعلان فرمایا کہ وہ موعود کرشن جس کا تم کو انتظار ہے وہ میں ہوں میں نے بعض شیعہ سے سنا کہ وہ اس نام پر تمسخر کرتے تھے کہ کبھی مہدی بنتے ہیں کبھی مسیح کبھی کرشن۔ کرشن جو کہ امتہ الکفر سے تھا بھلا اسکے مثیل و ہمنام بننے میں کیا حیز و فائدہ دیکھا۔ ویسے صاحبان کو معلوم ہو کہ نجم الثاقب صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے:۔ سید خلائق دو جہاں لشن کہ بزبان اہشاں (کفرہ ہند) نام رسول خدا است،، اور جناب علی کی نسبت لکھا ہے و در کتاب ہندوان لشن تذکرۃ الائمہ صفحہ ۵۹ اور جناب علی کے جو نو دو نہ نام اکثر لوگوں کی زبانی سنے ہیں اُن

لہ حضرت مرشدنا حجۃ الاسلام مولانا مولوی سید علی صاحب حائری مجتہد پنجاب جنکے فیض صحبت سے ہزاروں گمراہ راہ ہدایت پر آئے ہیں۔ فتح محمد شائق احمدی

میں تو صاف طور پران کو کرشن بھی کہا گیا ہے۔

شیعہ۔ اس جگہ بھی مغالطہ سے کام لیا گیا ہے۔ بعض شیعہ نے تمسخر تو اس بات پر کیا کہ مرزا اپنے آپ کو مثیل کرشن کہتا ہے لیکن جو حوالے دئے ہیں ان میں تو یہ لکھا ہے کہ بشن و کرشن کتب اہل ہنود میں حضرت رسول اللہ و جناب علی کے نام ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ع

"ہندوانش کرشن گویند مسلمانان یا علی"

اس کی تصدیق حسینی برہمنوں و آغاخانی ہندوؤں سے کر لو۔ لیکن ان کتابوں میں یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ بزرگوار بشن و کرشن کے مثیل ہیں۔ ہم مرزا صاحب کو دعوئے کرشنیت میں تب صادق سمجھتے جب کہ وہ سنسکرت میں کوئی فصیح و بلیغ کتاب لکھتے۔ تب تو شاید ہندوؤں کو بھی ان کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ پس جس طرح مرزا صاحب مسلمانوں کے نزدیک دعوئے مہدویت اور مسیحیوں کے نزدیک دعوئے مسیحیت میں کاذب ہیں اسی طرح ہندوؤں کے نزدیک دعوئے کرشنیت میں بھی کاذب ہیں محض نام رکھ لینے سے تو کسی پر اتمام حجت نہیں ہوتی۔ اس طرح تو دیوگرو بھگوان بھی کہتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ تو کیا اپنا نام خدا رکھنے سے وہ خدا بن گیا۔ تنکسہ واقعتہ ہمارا نمبر ۳ کے ذیل میں آپ نے یہ دعوے کیا کہ مہدی کا ایک نام کرشن بھی ہے لیکن کتب امامیہ سے آپ نے اس کا ثبوت نہ دیا حالانکہ اس حصہ کے دعاوی کے ثبوت کتب شیعہ سے دینے کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔

احمدی - ۵ - داعی۔ و آنجناب داعی است از جانب خداوند خلائق را بسوئے خداوند و انجام ایں دعوت را بآنجا رساند کہ نہ گزار و در دنیا دینے مگر دین جد بزرگوار خود صلے اللہ علیہ و آلہ و بوجود دعوت او ظاہر شود صدق وعدۂ صادق الوعد کہ لیظھرہ علی الدین کلہ نجم الثاقب صفحہ ۲۶ واقعات خود شاہد ہیں کہ یہ تعریف بتمامہ حضرت مرزا صاحب پر صادق آتی ہے جنہوں نے مشرق سے مغرب تک اپنی دعوت کا ڈنکا بجایا۔ تمام جہان کے بادشاہوں کو تبلیغ نامے لکھے نہ کہ امام غائب جنہوں نے اب تک دعوت کا نام ہی نہیں لیا اور کس طرح لیتے جب کہ شیعہ مذہب میں دعوت ہدایت کرنا ہی ممنوع ہے۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے فی ترک دعاء الناس ایک حدیث میں آیا ہے

یا ثابت مالکم وللناس کفوا عن الناس ولا تدعوا احداً الی امرکم

شیعہ۔ منشی جی! خدا را سچ کہنا۔ زار روس و ملکۂ انگلستان وغیرہ کو تبلیغ نامے خود مرزا جی نے لکھے ہو وہ تو انگریزی میں تھے اور مرزا جی انگریزی نہ جانتے تھے (دیکھو براہین احمدیہ) وہ تبلیغ نامے بالضرور کسی انگریزی خوان نے لکھے ہونگے اور غالباً وہ محمد علی صاحب ایم اے ہی ہونگے پس دراصل

وہ تبلیغ اس انگریزی لکھنے والے کی ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تبلیغ ہی نہ ہو سکتی۔ حالانکہ ربانی مامور کی شان میں ارشاد ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہر رسول اپنی قوم کی زبان کے ساتھ آیا۔ جو رسول جس قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا وہ اس کی زبان جانتا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو رسول کا بھیجنا عبث تھا پس جو رسول یا امام وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے مطابق ساری قوموں کے لئے آئے ضرور ہے کہ وہ سب قوموں کو ان کی زبان میں دعوت بھی کر سکے۔ اگر آپ ائمہ اہل بیت کے حالات پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ قدوسی الٰہی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تمام زبانوں سے آگاہ تھے حضرت علی کا اپنے ایرانی عامل کو فصیح و بلیغ فارسی خط لکھنا آج تک صفحات تاریخ پر موجود ہے حضرت صادق کا ایک سندھی کے ساتھ سندھی زبان میں تقریر کرنا۔ امام زین العابدین کا ایک رومی کو رومی زبان میں جواب دینا علیٰ ہذا اسی قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں پس مرزا صاحب کا تبلیغ میں دوسروں کا محتاج ہونا بتلا رہا ہے کہ ان کو خدا نے مبلغ نہیں بنایا بلکہ تصنع و تکلف سے اس منصب پر آڈٹے ہیں کیونکہ داعی حقیقی کے منصب کا وہ سزاوار ہے جس نے کسی کے سامنے زانوئے ادب نہ تہ کیا ہو۔ اور سوائے مدرسہ الٰہیہ کے مدرس کے اور کسی سے علوم و فنون کی کتابیں نہ پڑھی ہوں مرزا صاحب نے براہین احمدیہ جلد ا ص۷ میں ان داعیان الی اللہ کی تعریف میں فرمایا ہے "اور تمام نفوس قدسیہ انبیا کو بغیر کسی استاد اور اتالیق کے آپ ہی تعلیم اور تادیب فرما کر اپنے فیوض قدیمہ کا نشان ظاہر فرمایا" اور خاتم انبیا کی نسبت ص۷ میں لکھتے ہیں: "اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلعم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا۔ یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے ان کی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہر ایک اصول حقہ پر دلائل فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدار نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحہ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی" اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے مامور ایک آدھ دن بھی کسی مدرسہ میں پڑھنے نہیں بیٹھے اور نہ کسی غیر مامور سے انہوں نے درس لیا۔ اور نہ معقول و منقول کی کتابوں کو پڑھا پس جو امام کہ سب کا مظہر اور آخری حجت خدا ہے اسے بھی اس صفت سے ضرور متصف ہونا چاہئے تھا لیکن مرزا صاحب میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی چنانچہ آپ خود کتاب البریہ میں لکھتے ہیں: "بچپن میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی۔ کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی۔ تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔۔۔۔ میں نے صرف کی

بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہُوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہُوا۔ ان کا نام گل علی شاہ[1] تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالٰے نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں ...... اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا الخ (ریویو جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۲۴۰) اس سے ثابت ہُوا کہ مرزا صاحب مامور من اللہ نہیں تھے۔ اور اگر دعوت اور تبلیغ نامے لکھنے سے ہی کوئی مہدی و نبی و داعی حق بن جاتا ہے تو محمد علی باب نے دنیا کے شہنشاہوں کو خطوط لکھے۔ زار روس کے نام کے خط کی نقل کتاب منہاج الطالبین میں موجود ہے ہم بھی اسپر صاد کرتے ہیں کہ باب اور مرزا دونوں داعی تھے لیکن کیسے داعی جن کا ذکر خدا قرآن میں فرماتا ہے وجعلنا ہم ائمہ یدعون الی النار (بنایا ہم نے ان کو ایسے امام جو بلاتے ہیں آگ کی طرف) بالضرور یہ دو نو حضرات علیہما ما علیہما بمطابق اس آیت کے امام بھی تھے اور داعی بھی الغرض اس وقت سلسلہ حقہ کی دعوت نواب ائمہ سے ہو رہی ہے۔ اور ہر ملک اور ہر شہر میں یہ دعوت پہنچی ہے جہاں اسلام کا نام ہے وہاں شیعہ بھی موجود ہیں۔ اس دعوت سے بڑے بڑے پادری شیعہ ہوئے ہیں اور انھوں نے فرقہ حقہ قبول کر کے اسلام کی بڑی بڑی خدمات کی ہیں منجملہ آقائے فخر الاسلام شیخ محمد صادق طہرانی ہیں جو پہلے ممالک روسیہ میں بشپ تھے لیکن دعوت و تبلیغ سے مذہب حق میں آئے اور انیس الاعلام و دیگر ۳۰ کتابیں اسلام کی تائید اور نصرانیت کی تردید میں لکھیں۔ دوسرے شیخ حسین صاحب مولف منہاج الطالبین ہیں جو پہلے ارمنی تھے۔ فرقہ حقہ کے بے تنخواہ مشنری ولایت و امریکہ میں بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جاپان میں بھی ہمارے مبلغ پہنچے ہیں جس کا ثبوت رسالہ وحدت اسلام سے ملتا ہے جو ٹوکیو دار السلطنت جاپان سے شائع ہوتا ہے اس رسالہ کا ایک مضمون ریویو آف ریلجنز جلد ۱۳ نمبر ۱۲ میں نقل کیا گیا ہے جو الہام ربانی پر ہے اس مضمون میں کتاب مستطاب نہج البلاغۃ سے کچھ عبارت نقل کی گئی ہے جس میں حضرت علیؑ کے کلمات طیبات سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے اور اس مضمون کو ایڈیٹر ریویو نے دلچسپ اور قابل غور کہا ہے۔ فرمایئے نہج البلاغۃ کس فرقہ کی کتاب ہے مضمون نگار کا نہج البلاغۃ

[1] مولوی گل علی شاہ صاحب مرحوم اثنا عشری مذہب کے ایک عالم تھے اور مرزا صاحب بٹالہ میں ان سے پڑھا کرتے تھے اور اس بات کے شاہد اب تک موجود ہیں منجملہ جناب میر امام علیشاہ صاحب بٹالوی حال ساکن لاہور ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کو مولوی صاحب مرحوم سے بٹالہ میں پڑھتے دیکھا اور یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہے کہ مرزا صاحب کے والد نے مرزا غلام احمد کی تعلیم کے لئے ان کو قادیان میں نوکر رکھا۔ مدعی مہدویت اور سفید جھوٹ

سے استدلال کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ مذہب شیعہ کی روشنی ٹوکیو میں بھی پہنچی ہے اور باب مدینہ علوم نبویہ کے کلام مبارک کا ڈنکا وہاں بھی بج رہا ہے الحمد للہ علیٰ ذالک اور جس وقت اس دعوت کو حضرت امام بنفس نفیس اپنے ہاتھ میں لینگے۔ اس وقت کا نقشہ خدا ان الفاظ میں کھینچتا ہے "ولہ اسلم من فی السموات ومن فی الارض واشرقت الارض بنور ربھا۔ اور دعوت تامہ کے لئے اذن باری کی ضرورت ہے۔ و داعیا الی اللہ باذنہ اور خدا کے گھر کا مختار محمد عربی ہے جسپر وہ مہر لگا نے۔ جسپر وہ نص کرے وہی داعی الی اللہ حقیقتہً ہے۔ مہربانی فرماکر پہلے مرزا صاحب کے حق میں کسی نص صریح رسول کو پیش تو کیجئے پھر ان کے داعی ہونے کا ذکر زبان پر لائیے۔ جو حوالہ آپ نے کافی سے دیا ہے وہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اصول کافی میں فی ترک دعاء الناس کوئی باب نہیں صحیح حوالہ دیجئے۔ تاکہ جواب دیا جائے علاوہ برایں خود مرزا صاحب نے ازالہ ص۱۶ میں لکھا ہے کہ "اے میرے دوستو میری آخری وصیت سنو کہ عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو" ایک طرف تو یہ دعوٰے کہ عیسائیت اور تثلیث کو مٹانے آیا ہوں۔ اور دوسری طرف یہ وصیت۔

احمدی - ۹- منصور۔ لقب امام نجم الثاقب ص۳۳ لیکن چونکہ امام غائب مستور و مغمور ہیں اسواسطے وہ منصور نہیں اور جناب مرزا صاحب چونکہ اندرونی و بیرونی دشمنان دین پر غالب رہے اسواسطے اصل مستحق اس خطاب کے وہی ہیں الخ

شیعہ - مرزا صاحب کا اپنے آپ کو منصور کہنا اپنے منہ میاں مٹھو کا مصداق اور آپ کا مرزا صاحب کو منصور کہنا مریدان ہے مے پرانند کا مصداق ہے اندرونی دشمنوں پر غلبہ تو اس وقت معلوم ہوگیا جب کہ بجمعہ کال کے دن لاہور میں کرشن قادیانی کا کال ہوا۔ اور ملا محمد بخش کے اتباع نے قادیانی کی ایک شبیہ بنائی اس کا منہ سیاہ کیا اس کا تابوت نکالا اور رام رام ست ہے کہتے اور شبیہ قادیانی پر کتاب لگاتے حجرۂ موت قادیانی کے سامنے گئے۔ اس وقت غلبہ کا عجیب نقشہ کھینچ رہا تھا بیرونی دشمن سے غالباً دجال مراد ہے اور دجال ان کے نزدیک روس و انگریز ہیں جن کو دجال کہا ہے ان کے ایک نمائندہ لفٹنٹ گورنر پنجاب کو مرزا صاحب نے ایک میموریل دیا جس کے بعض فقرات یہ ہیں "گورنمنٹ اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے (مشت کرم داشتن) لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی

پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں۔ تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبرو ریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے (ایک افترا کی تردید از محمود احمد صہ۲ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۱۵ء) جن کو دجال کہتے ہیں انہی کے سامنے ماتھا رگڑتے ہیں اور پھر غلبہ کا دعوے۔ واہ!

اب رہا ہمارے امام کا منصور ہونا۔ سو قرآن سے ثابت ہے ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا یعنی جو مظلوم قتل کیا جائے ہم نے اس کے ولی کے لئے غلبہ مقرر کیا ہے وہ اسراف نہیں کریگا قتل میں کیونکہ وہ منصور ہے۔ لفظ مظلوم نکرہ اور بیان علی سبیل التنکیر ہے اور اس طرح قرآن میں صرف ایک ہی جگہ یہ لفظ آیا ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ مظلوم کربلا کی طرف اشارہ ہے جو اپنی مظلومیت میں ایک ہے اور اس جیسا مظلوم دنیا میں کوئی نہیں اور ولی آپ کا مہدی موعود ہے جو منصور ہوگا۔ مفصل ہمارے رسالہ الذکری میں دیکھیں۔ پس جس مہدی کے منصور ہونے کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ولی حسینؑ ہے اور آپ کی اولاد سے ہے۔ اور آپ کا انتقام تلوار سے لیگا۔ لیکن تمہارا امام معلوم نہیں کس کی اولاد سے ہے اور نہ اس نے خروج بالسیف کیا ہے اگر اب تک امام کی منصوریت علی الظاہر ظاہر نہیں ہوئی تو کیا حرج ہے رسول اللہ کی منصوریت بھی تو فتح مکہ تک ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

احمدی - ۷ - فتح - نجم ثاقب صہ۳۰ مروی است کہ در آیت شریفہ اذا جاء نصر اللہ مراد از فتح، فتح قائم است یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ مخالفین سلسلہ احمدیہ دیکھ چکے ہیں اور اب بفضلہ تعالیٰ دار الامان قادیان میں موجود ہے۔ امام غائب کے حالات پر یہ لقب ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کے ناموں میں سے ایک نام ہے طرید نجم ثاقب صہ۲۹ دوسرا نام ہے شرید غایت المقصود جلد ۳ صہ۲۷ دونوں کے معنے ہیں راندہ شدہ از ہیں خلق منکوس کہ نہ جنابش را شناختند و نہ قدر وجود نعمتش را دانستند و نہ در مقام شکر گزاری و ادائے حقش بر آمدند غایت المقصود جلد ۳ صہ۷۹

شیعہ - واقفین سلسلہ احمدیہ نے یدخلون فی الکفر افواجا کا نظارہ نہ صرف سلسلہ احمدیہ میں دیکھا۔ بلکہ سلسلہ بابیہ وبہائیہ میں اس سے بڑھ کر نظارہ دیکھا اور دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ۔ یورپ و بلاد شرقیہ کے لوگوں کی افواج بابی و بہائی ہوئے۔ اگر اس سے کوئی امام بنتا ہے تو باب و بہاء اللہ بدرجہ اولے اس منصب کے مستحق ہیں لیکن فتح حقیقی کے نظارہ کے ابھی منتظر ہیں جس کا ذکر خدا پ ۲۱ ع ۱۶ میں فرماتا ہے ویقولون متی ھذا الفتح ان کنتم صادقین قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانہم ولا ھم ینظرون فاعرض عنہم وانتظر انہم منتظرون کہتے ہیں یہ فتح کب آئیگا اگر تم سچے ہو

انہیں کہدے اس فتح کے دن منکروں کا ایمان ان کو نفع نہ دیگا اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی پس تو ان سے منہ موڑ اور انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ خدا نے فرما دیا اس فتح کا انتظار کرو اس نے ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب کے وقت میں کفار کو ڈھیل ملی۔ ان کے سخت دشمن انکے بعد زندہ رہے اور اب بھی تمام کفار موجود ہیں۔ پس یہ اس لقب کے سزاوار نہیں۔ اب رہا شرید وطرید یہ القاب اس لحاظ سے ہیں کہ مخلوق نے ان کی قدر نہ جانی جیسے کہ خالد بن سنان نبی کی ان کی قوم نے قدر نہ جانی۔ اور خدا اپنے بارے میں بھی فرماتا ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ قرآن کے بارے میں ہے یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ اس لحاظ سے قرآن کا ایک لقب مہجور بھی ہے۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں ازالہ اوہام کے ٹائیٹل پیج پر بھی یہ الہام درج ہے دنیا میں ہر ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا الخ اس کے مطابق مرزا صاحب کا ایک لقب مردود ٹھیرا یعنی مردود خلائق مرزا جی کا یہ شعر بھی قابل غور ہے ؎

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

"روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۹۔ مارچ ۱۹۱۶ء صہ عنوان اہل پیغام جواب دیں"۔ اور آپ تو شرید طرید پر ہنسی کر رہے ہیں۔ جھوٹے ائمہ کا لقب ملعون بھی ہے سید علی ہمدانیؒ قطب شمالی مودۃ القربیٰ مودۃ۔ احدیث ۷ امیں لکھتے ہیں عن ابن عمر قال قال رسول اللہ الا امام الضعیف ملعون یعنی یحتاج الی غیرہ فی امور الدین یعنی وہ امام ضعیف جو امور دین میں غیر کا محتاج ہو وہ ملعون ہے اسکے ساتھ لولا علی لھلک عمر کو ملائیں تو آپ کو اپنے ائمہ کی حقیقت کا پتہ لگے۔

احمدی۔ ۸۔ ساعۃ۔ نجم ثاقب صہ ۲۷ از جناب صادق مروی است کہ مراد از ساعۃ در آیت شریفہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرساھا وغیرہ در تاویل حضرت مہدی است ... ومشابہت آں حضرت با ساعت از جہات بسیار است مثل آنچہ فرمودہ مثل آمدن ہر دو بغتۃً وشراکت در علامات بسیار از خسف ومسخ وظہور آتش وغیر آں وامتیاز مومن از کافر بہ سبب ہر دو وہلاک جبارین ووقت قرار ندادن خداوند برائے آمدن آں ... لیکن اس کے ساتھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ جو علامات آں حضرت نے قرب قیامت کے فرمائے ہیں وہ اس وقت تقریباً ظاہر ہو چکے ہیں۔ پس موجودہ وقت میں جو مدعی امامت ومہدویت ہے وہ حق پر ہے علامات قیامت تفسیر صافی زیر آیت فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ صہ ۱۷۱ میں دیکھیں۔

شیعہ۔ حدیث صادق آل محمدؐ میں ساعت سے یہ مشابہت ظاہر کی ہے کہ جیسے ساعت بغتةً آئیگا۔ ویسے ہی حضرت امام بھی اور بہت سی علامات میں بھی مشارکت ہے مثلاً خسف زمین میں دھس جانا۔ انسانوں کا مسخ ہو جانا۔ آگ کا ظاہر ہونا۔ مومن کا کافر سے ممتاز ہونا۔ جباروں کا ہلاک ہونا اور خدا کا ان کے آنے کے لئے کوئی وقت قرار نہ دینا۔ فرمائیے کس قریہ کے لوگ زمین میں دھنسگئے دھرم سالہ کا زلزلہ ہم کو معلوم ہے لیکن اس میں خسف نہیں ہوا۔ اسی طرح مسخ کہاں ہوا۔ کون کون سے جبار ہلاک ہوئے۔ اب ان علامات کو لیجئے جو آپ نے لکھی ہیں ایمان بالنجوم وتکذیب بالقدر مسلمانوں میں ابھی تک علم نجوم وجوتش کا رواج ہی نہیں ہوا چہ جائیکہ اس پر ایمان ہو فالج و موت فجا کا ظاہر ہونا فالج کا مرض اتنا عام نہیں ہوا "علم اٹھ جائے۔ جہل ظاہر ہو۔ شراب پی جائے۔ زنا فاش ہو۔ آدمی قتل کئے جائیں اور عورتیں زیادہ ہوں یہاں تک کہ ۵۰ عورتوں میں ایک مرد ہو" علم ابھی بالکل اٹھ نہیں گیا۔ علماء ربانیین کا وجود اب بھی دنیا میں موجود ہے۔ اماکن مقدسہ مکہ مدینہ کربلا نجف وغیرہ میں اب تک بھی شراب کی کوئی دکان نہیں اور نہ وہاں عام طور پر شراب پی جاتی ہے زنا بھی وہاں فاش نہیں ہے مرزا صاحب کے وقت میں یا ان سے پہلے عورتوں کی اتنی کثرت نہیں ہوئی کہ ایک مرد کے مقابلہ میں ۵۰ عورتیں رہ جائیں البتہ اب موت احمر شروع ہوئی ہے اور پیشگوئی کا وقوع ممکن ہے اس میں یا اس کے بعد کے سلسلہ جنگ میں ہو۔ اور اس کا وعدہ قبل قیام حضرت قائم ہے لیکن چونکہ یہ حیات مرزا کے بعد ہوا ہے یا ہوگا۔ اس لئے مرزا صاحب اس علامت کے مصداق نہیں آخری حدیث میں اشراط ساعت یہ لکھی ہیں "نماز کا ضائع کرنا۔ خواہشات کی پیروی۔ اصحاب مال کی تعظیم۔ دین کا دنیا کے بدلہ میں بیچنا" سو ان امور کا ظہور بھی ابھی کامل طور پر نہیں ہوا اگر مضیعین صلوٰۃ ہیں تو حافظین صلوٰۃ بھی ہیں۔ اگر تابعین شہوات ہیں تو زاہدین بھی موجود ہیں اگر اصحاب مال کی تعظیم کرنے والے ہیں تو اصحاب علم کی تعظیم کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اگر دین کو دنیا کے بدلے بیچنے والے ہیں تو دنیا کی پرواہ نہ کرنے والے بھی ہیں اور یہ دونوں گروہ صدر اسلام سے چلے آتے ہیں خدا قرآن میں ایک گروہ کا ذکر بیان کرتا ہے فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات اولٰئک الذین اشتروا الحیوٰۃ الدنیا بالاخرۃ وغیرہ۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرتؐ کے زمانہ میں ہی مضیعین صلوٰۃ ومتبعین شہوات وبائعین دین بالدنیا موجود تھے۔ پس آپ کے استدلال کی رو سے حضرتؐ کی حیات میں ہی ظہور مہدی ہو جانا چاہئے تھا۔ حافظ شیرازی نے اپنے زمانہ میں ہی ان علامات کو پورا کر دیا پڑھو غزل سے

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر مے بینم

آپ نے ص۱۹ میں اعتراض کیا تھا کہ اگر آیات متعلقہ قیام ساعت سب امام قائم کے لئے ہیں تو آیات رجعت کا کون مصداق ہے لیکن یہاں آپ نے بھی آیت متعلقہ ساعت کو اپنے امام کے بارے میں چسپاں کیا ہے پس آپ کا اعتراض آپ ہی پر عائد ہوتا ہے۔

احمدی۔ ۹۔ سید نجم ثاقب ص۲۷ خداوند کریم نے حضرت مرزا صاحب کو اس خطاب سے بھی محروم نہیں رکھا۔ اس وقت پانچ لاکھ نفوس کے قریب آپ کو اپنا سید مانتے ہیں اور چونکہ آپ سادات دہلی کے داماد ہیں اس واسطے بھی سیادت میں بہرہ وافر ہے۔

شیعہ۔ کسی کے ماننے سے کوئی سید نہیں بنجاتا اس طرح تو سوامی دیانند کو، لاکھ نفوس اپنا سیّد (سردار) مانتے ہیں، جو مرزا صاحب کو یا ان جیسے اوروں کو سیّد مانتے ہیں۔ ان کا ذکر خدا قرآن میں یوں بیان فرماتا ہے پ۲۲ ۵ یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا وقالو ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا ترجمہ جس دن اوندھے ڈالے جائینگے ان کے منہ آگ میں کہینگے اے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور رسول کی اور کہینگے اے رب ہمارے ہم نے اپنے سیدوں (سرداروں) اور اپنے بڑوں (ان کے خلیفوں) کی اطاعت کی۔ انہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا پس اب ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویوم ندعوا کل اناس بامامھم قیامت کے دن ہم سب لوگوں کو ان کے اپنے اپنے اماموں کے ساتھ بلائینگے پس حشر غلامان علی با علی وحشر غلامان دجال با دجال

سیادت کی خوب کہی۔ پہلے آپ ان سادات دہلی ہی کی سیادت ثابت کریں جو مرزا صاحب کے سسرے ہیں۔ اور اگر ان کو سیّد مان بھی لیں تو کسی سید کا داماد بننے سے سیادت سے بہرہ وافر کس طرح ملجاتا ہے۔ یہ قادیانی مشن سے آج نیا مسئلہ سُنا ہے۔ آپ تو مرزا صاحب کو اپنا سید کہتے ہیں اور مرزا صاحب نے براہین جلد ۲ صفحہ میں خلیفہ محمد حسن خان وزیر پٹیالہ کو سیدنا و مخدومنا لکھا ہے اور مرزا صاحب نے کتاب البریہ میں لکھا ہے کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ نمبر ۵ ص۲۱۰) پس پہلے آپ مغل تھے لیکن پھر سید بن گئے یہ تو وہی مثل ہوئی۔ "غلہ چوں ارزاں شود امسال سید مے شوم"۔

احمدی۔ ۱۰۔ الحق الجدید۔ جناب مرزا صاحب کو سب سے پہلے مجددیت کا منصب دیا گیا۔۔۔

اور بعض ایسے معارف آپ پر کھولے گئے۔ کہ اب تک کسی پر نہ کھلے تھے۔ مثلاً وفات مسیح۔ تفہیم دجال وخر۔ شناخت یاجوج وماجوج وتشریح دابہ۔

شیعہ۔ جب کہ مرزا صاحب کا ایمان ہی ثابت نہیں تو دعوائے مجددیت کو کون مانتا ہے وفات مسیح کا مسئلہ سر سید نے پہلے لکھا۔ اسی طرح یاجوج وماجوج کا۔ لیکن چونکہ بقول آپ کے اس کی حقیقت کسی پر نہ کھلی یہاں تک کہ رسول اللہ کو بھی معلوم نہ ہوئی (ازالہ) تو مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت پر دلیل ہی کیا ہے۔

احمدی۔ ۱۱۔ حجۃ اللہ نجم ثاقب صفحہ ۲۴ ظاہر ہے کہ اس خطاب کا مستحق وہ امام ہے جو حسب دستور انبیاء ورسل مخلوق پر ظاہر ہوکر اتمام حجت کرے اور جو اس کے مخالف ہوں ان کو خدا معذب کرے جو تابعدار ہوں ان پر انعام واکرام نازل کرے سو الحمد للہ کہ اس کے مستحق بھی ہمارے امام نکلتے ہیں نہ امام غائب الخ

شیعہ۔ ہم نے اس کتاب کے اکثر مقامات میں احادیث واقوال متفقہ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مہدی بن الحسن العسکری کا ایک لقب الحجۃ ہے اگرچہ دیگر ائمہ اس لقب میں آپ کے شریک ہیں لیکن یہ لقب آنجناب سے ایسا مخصوص ہوگیا ہے کہ اگر بغیر قرینہ کے مذکور ہو تو آپ ہی مراد ہوتے ہیں پس اسی طرح آپ بھی احادیث رسول سے ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد کا لقب حجۃ اللہ ہے ورنہ ویسے تو محمد علی باب وبہاء اللہ نے بھی اپنے آپ کو حجۃ اللہ کہا ہے اور وہ بھی مرزا جی کی طرح تبلیغ ودعوت کرتے رہے۔ آپ نے حجۃ اللہ کی یہ تعریف کی کہ اس خطاب کا مستحق وہ امام ہے الخ لیکن یہ تعریف آپ کے مذہب اور قادیانی الہاموں پر پانی پھیرتی ہے کیونکہ تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ میں لکھا ہے کہ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء میں **نواب محمد علی خان کو حجۃ اللہ** کا خطاب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا فرمایئے **نواب محمد علیخان مرزائی** امام ہے؟ یا اس نے حسب دستور انبیاء مخلوق پر حجت تمام کی ہے؟ اس کے کونسے مخالف معذب ہوئے ہیں؟ اور اس کے کن تابعداروں پر برکات نازل ہوئی ہیں؟ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل فرقۂ مرزائیہ کے امام محمد علی ہی ہیں کیونکہ مرزا صاحب کو خدا نے کہیں بھی حجۃ اللہ نہیں کہا اور نواب صاحب کو کہا ہے خیر اگر ان کے خسر ہونے کا لحاظ تھا تو ان کے بعد امامت کے مستحق تھے۔ اقلاً خلیفہ اول کے بعد ہی ہوجاتے۔ لیکن یہ عجیب اندھیر ہے کہ حجۃ اللہ ماموم ہو اور غیر حجۃ اللہ امام بن جائے۔ آیہ انی جاعل فی الارض خلیفہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ زمین پر ایک خلیفہ خدا موجود رہنا چاہئے لستلا الحجہ سے زمین کبھی خالی نہیں ہوتی خواہ ظاہر ہو یا مستور ہو جیسے کہ شاہ اولیا نے نہج البلاغہ

میں فرمایا ہے۔ اور جس کی عبارت پہلے گذر چکی اور آپ لوگ بھی منکرین خلافت پر اسی کتاب سے احتجاج کرتے ہیں دیکھو تشحیذ جلد ۱۰ نمبر ۴ صفحہ ۸ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کتاب کو مانتے ہیں

احمدی۔ ۱۲۔ صاحب الزمان نجم ثاقب صفحہ ۲۸ یہ لقب بھی حضرت مرزا پر چسپاں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جس کے علامات پہلے سے بعنوان لفظ الزمان احادیث میں مروی ہیں پس جب زمانہ وہی ہے تو صاحب الزمان وہی ہوگا جو اس وقت مدعی امامت ہے نہ کوئی اور الزمان کے لئے دیکھو جامع الاخبار فصل ۸۸

شیعہ۔ کتاب کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ صفحہ ۸۰۶ میں صاحب الزمان کی یہ تعریف لکھی ہے صاحب الزمان وصاحب الوقت والحال ھو المتحقق بجمعیۃ البرزخیۃ الاولی المطلع علی حقائق الاشیاء الخارج عن حکم الزمان وتصرفات ماضیہ ومستقبلہ الی الآن الدائم فھو ظرف احوالہ وصفاتہ وافعالہ فلذالک یتصرف فی الزمان بالطی والنشر وفی المکان بالبسط والقبض الخ یعنے صاحب الزمان وہ ہے جو متحقق ہے بجمعیۃ برزخیہ اولی اور مطلع ہے حقایق اشیاء پر خارج ہے حکم زمان اور تصرفات ماضیہ ومستقبلہ سے اب تک وہ دائم ہے پس وہ ظرف احوال وصفات وافعال ہے اسی لئے وہ تصرف کرتا ہے زمانہ میں بطے و نشر اور مکان میں بہ بسط وقبض۔ یہ تعریف مرزا صاحب پر صادق نہیں لیکن ہمارے امام پر صادق ہے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا اور اگر آپ کے استدلال کے مطابق یہ وہی زمانہ ہے تو اس میں مدعی امامت محمد علی باب بھی تھا۔ آپ کے استدلال سے وہ بھی صاحب الزمان ہوا۔ پھر جو علامات الزمان آپ نے نقل کی ہیں وہ بھی اس زمانہ پر عیناً چسپاں نہیں۔ مثلاً ایک علامت یہ ہے جور من السلطان و ظلم من الولاۃ والحکام۔ سلط اللہ علیھم سلطاناً جائراً یعنے بادشاہ ظالم ان پر مسلط ہوگا وہ ظلم کریگا ولاۃ وحکام ظلم کرینگے۔ لیکن جس ملک میں آپ کے امام کا ظہور ہوا۔ بتلایئے یہاں یہ علامت پوری ہوئی آپ کے امام نے ازالہ صفحہ ۹۷ کے حاشیہ میں لکھا ہے اور ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گذار رہیں پھر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۴ میں یاجوج وماجوج کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ یہ دونو قومیں دوسروں کو مغلوب کرکے پھر ایک دوسرے پر حملہ کرینگی اور جس کو خداتعالے چاہیگا فتح دیگا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد روس وانگریز ہیں اس لئے ہر ایک سعادتمند مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ اس وقت انگریزوں کو فتح ہو الخ

اگر انگریز ظالم ہیں تو یہ مبارک کیسے ہو گئے۔ کیونکہ ظالم کبھی مبارک نہیں ہوتا اگر ان کی گورنمنٹ اور ان کے حکام جابر ہیں تو کیوں ان کے لئے دعا کا حکم دیا۔ اور کیوں ان کے ایک والی سے ہاتھ جوڑ

کر خصوصیت توجہ کی درخواست کی۔ کیا حکم قرآنی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا یاد نہیں رہا۔ پس جبکہ یہاں کا سلطان یہاں کے ولاۃ وحکام جابر و ظالم نہیں اور یقیناً وہ ایسے نہیں تو یہ وہ زمانہ نہیں جس میں صاحب الزمان کا خروج ہو۔ پس جو اس وقت مدعی امامت ہے وہ کاذب ہے۔ ان علامات میں ایک علامت یہ ہے وتساوہم تبلیہم جس کی تشریح منشی خادم حسین صاحب نے تشحیذ جلد ۷ نمبر ۹ صـ۱۴ میں یہ کی ہے اور مرد اپنی عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں (زن مریدی) الخ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں زن مرید کون ہے سو الحمد للہ آپ ہی کی کتاب سے مرزا صاحب کا زن مرید ہونا ثابت ہوا۔ دیکھو سیرۃ مسیح موعود صـ۱۴ میں مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ اور میں نے بارہا انہیں (مرزا کی خدمت گار عورتوں کو) خود حیرت سے یہ کہتے سنا ہے کہ "مرجا بیوی دی گل بڑی مندا ہے" یعنے مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتا ہے اور اسی کو دوسرے لفظوں میں زن مریدی کہتے ہیں۔ زن مرید امام کو ماننے والو! سنتے ہو؟

احمدی۔ ۱۳۰۔ بئر معطلہ۔ تفسیر اہل بیت کرام میں لکھا ہے کہ بئر معطلہ سے مراد امام صامت ہے اور قصر مشید سے مراد امام ناطق ...... اس واسطے میں مرزا صاحب کو بلحاظ آپ کے ظہور وعلو منصب و آثار باقیہ و براہین ثابتہ شیعوں کی تقلید میں بئر معطلہ نہیں بلکہ قصر مشید سے ملقب کرونگا۔

شیعہ۔ یہ لقب اضافی ہے کیونکہ لوگوں نے اہل بیت سے علوم نہیں لئے اس لئے ان کے لئے وہ بئر معطلہ ہیں اور شیعوں نے انہی سے علوم لئے اس لئے ان کے لئے وہ قصر مشید ہیں جامع الاخبار میں اس آیت کی تاویل میں یہ بھی وارد ہے قال امیر المومنین ھو القصر المشید وبئر المعطلہ فاطمہ وولدہا معطلین من الملک (مراۃ العقول جلد ۱ صـ۳۳۲)

نجب المناقب میں ہے ان القصر المشید رسول اللہ والبئر المعطلہ علی پہلی حدیث میں بلحاظ ولایت ظاہری کے حضرت علی کو قصر مشید اور ائمہ کو بئر معطلہ کہا گیا کیونکہ وہ ملک سے محروم کئے گئے۔ دوسری میں بلحاظ اخذ فیض کے جناب امیر کو بئر معطلہ کہا گیا ہے کیونکہ صحابہ نے رسول اللہ کے بعد خلافت میں ان سے مشورہ نہیں لیا۔ ؎ فالقصر مجدہم الذی لا یرتقی۔ والبئر علمہم الذی لا ینزف۔ پس پہلے آپ مرزا جیو کا مجد اور علم تو ثابت کریں۔ پھر ان القاب کا نام لیں۔ بئر کا اطلاق تو مرزا پر ہوتا ہی نہیں کیونکہ ازالہ میں خود فرما چکے ہیں ؎ در جہالت ہا مرا نشو و نما است۔

پس بئر سے تو پانی نکلتا ہے جو باعث زندگانی ہے وجعلنا من الماء کل شئی حیا۔ لیکن جس کا نشو و نما ہی جہالت میں ہو۔ اس سے آب حیات کہاں مل سکتا ہے اگر امت نے ائمہ علیہم السلام سے جیسا چاہیے تھا فیض حاصل نہیں کیا تو اس سے ائمہ یا امام زمان پر کچھ الزام نہیں آتا۔ اور نہ ان کی شان میں کچھ کمی

ہوتی ہے۔ کیونکہ فرستادگان خدا سے یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔ حضرت نوح ۹۵۰ سال تک قوم کو دعوت دیتے رہے لیکن فرماتے تھے فلم یزدھم دعائی الا فرارا۔ اسی طرح خالد بن سنان کی نسبت منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۹۴ میں مروی ہے کہ حضرت نے اس کی بیٹی کو فرمایا مرحباً بابنت نبی ضیعہ قومہ یعنی مرحبا ہو اس نبی کی بیٹی کو جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خالد بن سنان نبی کو بھی اس کی قوم نے ضائع کیا تھا پس اگر ان کی قوم نے ان کو معطل کیا تو ان کی شان میں کیا کمی ہوئی اور اگر ان کی جگہ یا مذہب وصی عیسے کی جگہ نصارے نے پولوس کو اپنا امام بنایا تو اس کر اس کی وصایت و امامت حقہ ثابت نہیں ہوتی۔ فتدبرو ولا تکن من الغافلین۔

احمدی۔ ۱۴۔ صاحب الرجعت نجم ثاقب صفحہ ۲۸ مراد رجعت موتی الی الدنیا نہ لیجائے بلکہ رجوع کفار الی الحق لے جائے تو مضائقہ نہیں یا رجعت دین کی طرف کمال بعد غربت کے سو رجوع کفار الی الحق کا نظارہ بھی سلسلہ احمدیہ میں موجود ہے۔

شیعہ۔ اس کی تشریح ہم پہلے کرتے ہیں۔ رجوع کفار الی الحق پہلے بھی ہوتا آیا ہے جتنے غیروں کو آپ نے مسلمان کیا ہے اس سے زیادہ علماء شیعہ نے مسلمان کئے ہیں اگر آپ ولایت میں تبلیغ کر رہے ہیں تو مسٹر امیر علی کا سلسلہ تبلیغ آپ سے پہلے شروع ہوا ہے۔ اور جناب مرزا محمد ہادی صاحب بی اے لکھنوی مدت تک بذریعہ ضمیمہ اخبار الحکم اور جناب سید بادشاہ حسین صاحب بی اے بذریعہ مختلف ٹریکٹوں کے و دیگر حضرات بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام حقیقی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں سنہ ۱۸۹۲ء میں مسٹر ڈیونپورٹ لورپول میں شیعہ ہوئے تھے اور ان کی مساعی سے کئی انگریز دین حق میں داخل ہوئے جس دن ہماری کانفرنس کی شیعہ مشن نے باقاعدہ کام شروع کر دیا تو پھر آپ دیکھ لینگے۔ کہ کس طرح جوق در جوق لوگ اسلام حقیقی میں داخل ہونگے۔

احمدی۔ ۵۔ مولد مسیح موعود و مہدی مسعود۔ خروج آں حضرت از قریہ ایست کہ آں را کرعہ مے گویند نجم ثاقب صفحہ ۲۸۴ سطر ۳۳۵ شیعوں سے اس نام کا گاؤں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا لیکن تھوڑے تغیر حروف سے کرعہ کدعہ بن سکتا ہے اور ممکن ہے رواۃ نے بجائے حرف د کے ر سمجھ لیا ہو۔ اور دراصل وہی ہے اور کدعہ اور قادی بالکل قریب الصوت ہیں عام لوگ قادیان کو قادی ہی کہتے ہیں جو کہ مولد ہے حضرت مسیح موعود کا

شیعہ پہلے ہم وہ احادیث لکھتے ہیں جن سے مہدی کا خروج قریہ کرعہ سے ثابت ہے۔

(۱) فصل الخطاب۔ جواہر العقدین و ینابیع المودۃ صفحہ ۳۶۷ عن ابن عمر انہ قال یخرج

المهدی من قریة بالیمن یقال لھا کرعه۔

(۲) فرائد السمطین میں ابن عمر سے وارد ہے قال قال النبی یخرج المهدی من قریة یقال لھا کرعة ینابیع صفحہ ۴۷۵ +

(۳) کنجی شافعی نے مطالب السئول میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے قال قال النبی یخرج المهدی من القریة یقال لھا کرعه وعلی راس المهدی ملک ینادی الا ان هذا المهدی فاتبعوہ قال هذا حدیث حسن ان دونوں روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی کا خروج کرعہ سے ہوگا۔ نہ یہ کہ مہدی کرعہ میں پیدا ہوگا۔ دوم جس حدیث پر شیعہ سنیوں کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مہدی قریۂ کرعہ سے خروج کرینگے نہ کدعہ سے پس جس حدیث کے دونو فریق محافظ چلے آرہے ہیں وہ اعلےٰ درجہ کی قوی ہے (نزول المسیح) اور روایت کی غلطی ایک راوی سے ہوتی۔ لیکن یہاں تو ہیں دو راوی ملتے ہیں ابوہریرہ وابن عمر۔ اور دونوں کی روایت میں کرعہ ہے۔

سوم منشی جی لکھتے ہیں کہ عام لوگ قادیان کو قادی کہتے ہیں اور اُن کے پیر بھائی صاحب عسل مصفّٰی صـ۱۵۰ میں فرماتے ہیں" کہ قادیان کو اب لوگ کدیان کہتے ہیں جسکو عربی میں اگر لکھا جائے تو کدعہ ہوتا ہے" دیکھئے ان کے ہر قول میں اختلاف نمایاں ہے ایک قادیان کو قادی کہکر اس کو کدعہ کا قریب الصوت بنا رہا ہے دوسرا اسے کدیان بناکر عربی میں کدعہ لکھ رہا ہے حالانکہ نہ کوئی جاہل کدیان کو عربی میں کدعہ لکھیگا اور نہ قادی اور کدعہ قریب الصوت ہیں۔ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علاوہ برایں قادیان کا پہلا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا (ازالہ صـ۱۲۱) اور دوسری جگہ لکھا ہے اس کا نام اسلام پور قاضیاں تھا۔ اسلام پور گر گیا اور قاضیاں رہ گیا چونکہ سنی ض کو د پڑھتے ہیں اس لئے قاضیان کا قادیان ہوگیا۔ علاوہ بریں قادیان نام کا ایک اور گاؤں بٹالہ کے پاس ہے اور دوسرا لدھیانہ کے پاس (رسالہ احمدی جلد ۲ نمبر ۱ صـ۵۹) اسلئے اگر حدیث میں قاضی ماجھی ہوتا یا مرزا صاحب کے گاؤں کی کچھ اور توضیح ہوتی تو البتہ مرزا صاحب کا دعوےٰ درست ہوتا۔ اور تو بھی درست کیسے ہوتا کیونکہ کرعہ تو منتقم خون حسینؑ کے خروج کا وعدہ ہے اور قادیان سے خروج کرنے والے کو یزیدی کہا گیا ہے ملاحظہ ہو الہام مرزا صاحب در بارۂ قادیان اخرج منه الیزیدیون (ازالہ صـ۷۶) یعنے اس سے یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں اور الہام مرزا صاحب میں قادیان کو دمشق سے بھی تشبیہ دی گئی ہے (ازالہ صـ۷۲) اور دمشق پایۂ تخت یزید تھا۔ پس جس کا پایۂ تخت قادیان ہو وہ ان تشبیہات کی رو سے یزید ہوا۔ سو الحمد للہ رسالہ دافع البلا میں صاف لکھا ہے کہ قادیان مرزا صاحب کا پایۂ تخت ہے دوسری

وجہ مشابہت یہ ہے کہ یزید کہتا تھا میں حسینؓ سے افضل ہوں۔ اسی طرح مرزا صاحب نے بھی دافع البلا میں لکھا ہے کہ میں بھی حسین سے افضل ہوں اور نزول المسیح ص۹۹ میں تو دماینہ ید اھم الا طغیانا کبیرا کی تصدیق کردی اور روح یزید نے ان میں حلول کرکے ان سے یہ شعر کہلوایا ؎

کربلائے است سیر ہر آنم　　صد حسین است در گریبانم

پس مرزا صاحب بروز یزید ہوئے۔

احمدی۔ ۶۔ مفتری کو مہلت نہیں ملتی۔ حضرت مرزا صاحب نے اس نکتہ کو ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین پ۲۹ سے مستنبط فرمایا۔ اور حسن اتفاق سے اسکی تائید میں ایک حدیث اہل بیت سے بھی ہے ولید بن صبیح قال سمعت اباعبد اللہ یقول ان ھذا الامر لا یدعیہ غیر صاحبہ الا بتر اللہ عمرہ۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب من ادعی الامامۃ ولیس لھا باھل ص۲۲۳ فرمایا امام صادق نے کہ تحقیق اس امر (مہدویت) کا سوائے اس صاحب کے کوئی مدعی نہیں ہوگا مگر یہ کہ خدا تعالےٰ اس کی عمر کو تباہ کردیگا۔ پس یہ دلیل نہایت قوی ہے اور پر صحت دعوے امامت حضرت مرزا صاحب کے۔ کیونکہ تاریخ شیعہ شاہد ہے کہ جس قدر امام زادوں نے دعوے امامت کے کئے۔ اور سلاطین زمانہ کے خلاف خروج کئے ہیں وہ سب کے سب تھوڑی ہی مدت کے اندر یا تو قتل کئے گئے ہیں یا مصلوب۔ ان سب کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ کتاب مجالس المومنین میں موجود ہے

شیعہ۔ کافی کی حدیث کو مجلسی رحمتہ اللہ علیہ نے مراۃ العقول جلد ۱ ص۲۷۷ میں ضعیف لکھا ہے اور ملا خلیل قزوینی نے صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جز ۳ ص۱۱ میں اس کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ یعنے شنیدم از امام جعفر صادق کہ مے گفت بدرستیکہ ایں امارت حق دعوے نمی کند آنرا غیر صاحبش مگر آنکہ بے خبر کند اللہ تعالےٰ عمر او را یعنی وبال او مے کند خدا تعالےٰ در روز قیامت عمر او را و دنیا یعنے بتر اللہ عمرہ کے یہ معنے ہیں کہ خدا قیامت میں اس کی دنیا کی عمر کو اس کے لئے وبال کریگا۔ پس جب کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ثانیاً صاحب صافی نے اس کے وہ معنے نہیں کئے جو آپ نے کئے پس اس سے استدلال کرنا ضعف تدبر پر دال ہے۔ نیز یہ باب مطلق مدعیان ناحق امامت کے ذکر میں ہے نہ خاص مدعیان مہدویت میں۔ پس اگر یہ اصول درست ہے تو مسیلمہ کذاب کو کیوں مہلت ملی۔ بہاء اللہ مدعی نبوت کو کیوں مہلت ملی۔ حضرت ابوبکر و عمر کو مہلت نہیں ملی۔ امام حسین دعوے امامت کرتے ہی تہ تیغ ہوئے۔ آپ کے مخترعہ قانون کی رو سے صادق کاذب ہوجاتے ہیں اور کاذب صادق اور دیکھئے۔ صدر اول عالم میں دو شخص تھے آدم و شیطان۔ آدم اپنی عمر پاکر اس دنیا سے رخصت ہوئے لیکن شیطان

کو انک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم پ۲۳ کی رو سے وقت معلوم تک مہلت ملی ۔اسی طرح اگر کسی شیطان وقت کو کچھ مہلت مل گئی تو اس سے وہ آدم نہیں بن سکتا۔ اور اگر حدیث مذکور کو صحیح بھی مانا جائے۔ تو بھی مرزا صاحب مفتری ہی ٹھیرتے ہیں کیونکہ بقول احمدیان حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی۔ چونکہ مرزا بقول خود مثیل مسیح تھے تو ان کی عمر اقلاً سو سال تو ہونی چاہئے تھی خصوصاً جبکہ یہ دو وقت زردہ پلاؤ قورمہ مرغن کھانے عنبر۔ یاقوتیاں کھایا کرتے تھے۔ اگر سو سال کی عمر نہیں ہوئی تھی تو کم از کم الہامی عمر ہی پاتے۔ جس کا ذکر ریویو آف ریلیجنز بابت جون وجولائی ۱۹۰۸ء میں حکیم نور الدین نے کیا ہے۔ حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ عمر کی نسبت اصل الہام یہ تھا تیری عمر اسّی برس کی ہوگی ۵ کم یا ۵ زیادہ اسکے مطابق مرزا جی کی عمر ۸۵ یا ۷۵ سال کی ہونی چاہئے تھی۔ اب دیکھتے ہیں کہ اتنی مدت آپ زندہ رہے یا کہ خدا نے بہ سبب ان کے جھوٹ دعوئے امامت کے ان کی عمر کو کاٹ دیا تریاق القلوب صـ۶۸ میں مرزا جی نے لکھا ہے کہ جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی تو خدا تعالےٰ نے اپنے الہام سے اور کلام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے" اس عبارت میں مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے شروع میں اپنی عمر چالیس سالہ کا بیان ایک شرعی امر کے لئے کیا ہے اور تخمیناً کا لفظ بھی نہیں کہا۔ بلکہ اس عبارت سے عیاں ہے کہ سـ۱۳۰۱ـنہ میں آپکا چہل سالہ ہونا گویا مصدقہ خداوندی ہے۔ مرزا صاحب کا انتقال سـ۱۳۲۶ـنہ کے چوتھے مہینے ربیع الثانی میں ہوا۔ اس حساب سے آپ کی صحیح عمر ۶۵ سال چار ماہ ہوئے اور دراصل آپ کی عمر ۷۵ یا ۸۵ سال کی تھی۔ دس یا بیس سال عمر کا کم ہو جانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے ناحق دعوئے امامت کیا اور اسلئے تبر اللہ عمرہ کے وعید میں آگئے اور آپ ہی کے معیار کی رو سے ان کا مدعی کاذب ہونا ثابت ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ جس قدر امام زادوں نے دعوئے امامت کیا اور سلاطین زمانہ کے خلاف خروج کیا وہ قتل کئے گئے۔ یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ ان کے قتل کی وجہ خروج بالسیف تھا اور حضرت صادق نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس خاندان میں سے جو کوئی حضرت قائم سے پہلے خروج کریگا وہ قتل کیا جائیگا اور ان امام زادوں نے دعوئے امامت بھی نہیں کیا دیکھو عل مصفےٰ اگر مرزا صاحب بھی سلطان زمانہ کے برخلاف خروج بالسیف کرتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔

اب رہی آیت و لو تقول سو اسکے بارے میں رازی نے جس کی درآیت آپ کے ہاں مسلم ہے۔

دیباچہ نورالدین صلا) تفسیر کبیر جلد ۸ صـ ۲۹۱ میں بعد ذکر وجوہ کے لکھا ہے۔ واعلم ان حاصل ھذہ الوجوہ انہ لو نسب الینا قولا لم نقلہ لمنعناہ عن ذلک اما بواسطۃ اقامۃ الحجۃ فانا کنا نقیض لہ من یعارضہ فیہ وحینئذ یظہر للناس کذبہ فیکون ذلک ابطالا لدعواہ وھدما لکلامہ واما بان نسلب عنہ القدرۃ علی التکلم بذلک القول وھذا ھو الواجب فی حکمۃ اللہ تعالیٰ لئلا یشتبہ الصادق بالکاذب یعنی۔ حاصل ان وجوہ کا یہ ہے کہ اگر یہ پیغمبر منسوب کرے ہماری طرف وہ قول جس کو ہم نے نہیں کہا تو اس سے ہم اسے روکینگے یا تو بواسطہ اقامہ حجت کے کیونکہ اس کے معارضہ کے لئے کوئی کھڑا ہو جائیگا۔ اور اس وقت لوگوں کے لئے اس کا کذب ظاہر ہوگا۔ پس ہوگا یہ ابطال واسطے اسکے دعوے کے اور ہدم واسطے اسکے کلام کے اور یا ہم اس قول کے تکلم کی قدرت اس سے سلب کر لینگے اور اللہ کی حکمت میں یہ واجب ہے تاکہ صادق کاذب سے مشتبہ نہ ہو جائے۔ سو الحمدللہ یہ دونو باتیں مرزا صاحب کے حق میں ثابت ہوئیں۔ اما اول یعنی اقامہ حجۃ۔ علماء اسلام اس کے معارضہ کو اٹھے اور انہوں نے اس کے تقولات کو ظاہر کیا۔ اس کے اختلاف کلام کو واضح کیا۔ اسنے تفسیر نویسی کا دعوے کیا تو پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی بمعہ دیگر علماء کے لاہور میں آئے لیکن مرزا صاحب نے اپنی تخت گاہ سے حرکت نہ کی۔ محمدی بیگم کے نکاح اور عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی سے خدا نے اس کے کذب کو ظاہر کیا۔ امر دوم یعنی سلب قدرت بھی ہوئی۔ کیونکہ گورنمنٹ نے لیکھرام کے قتل کے بعد اس سے تحریری عہد لے لیا کہ آئندہ کسی کی موت کی پیشگوئی نہ کرے۔ پس ان ہر دو وجوہ سے مرزا صاحب کا تقول علی اللہ ہونا ثابت ہوا علاوہ بریں یہ آیت خاص رسول اللہ کے لئے ہے اور مرزا صاحب نے تحفہ حق صـ ۱۲ میں لکھا ہے کہ ماتحت خاص کو عام نہیں بنایا جاتا

احمدی - ۷۔ مرزا صاحب معصوم تھے۔ شیعہ کے نزدیک عصمت خصوصیات و مستلزمات امامت میں سے ہے اب تعریف معصوم کی عرض کی جاتی ہے المعصوم ممتنع عن جمیع محارم اللہ کما جاءت بہ الروایۃ وعن علی ابن الحسین الامام منا لا یکون الا معصوما ولیست العصمۃ فی ظاہر الخلقۃ فتعرف قیل فما معنی المعصوم قال المعتصم بحبل اللہ وحبل اللہ ھو القرآن لا یفترقان الی یوم القیامۃ والامام یہدی الی القرآن والقرآن یہدی الی الامام وذلک قولہ تعالیٰ ان ھذا القرآن یہدی للتی ھی اقوم مجمع البحرین صـ ۵۲۶ تفسیر صافی زیر واعتصموا بحبل اللہ ۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ معصوم وہ ہے جو تمام محرمات شرعیہ سے بچا ہوا ہو اور بقول امام زین العابدین سب امام معصوم ہیں لیکن اس سے مراد کوئی ظاہری یا جسمانی عصمت نہیں جس سے شناخت کی جائے بلکہ معصوم وہ ہے جو حبل اللہ کو مضبوط پکڑتے ہوئے ہو۔ اور حبل اللہ قرآن ہے الحمدللہ کہ یہ تعریف مرزا صاحب پر صادق ہے۔

عبارت منشی جی نے نقل کی ہے اس کے عنوان میں ہی تعریف معصوم ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ معصوم وہ ہے جو تمام محارم اللہ سے رکا ہوا ہو۔ یہ تعریف مرزا صاحب کے حق میں صادق نہیں آتی تھی۔ کیونکہ مرزا صاحب فاعل محارم تھے۔ مثلاً قرآن میں جابجا پابندیٔ وعدہ کی تاکید ہے کہیں اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا فرمایا کہیں عباد اللہ کی تعریف میں والموفون بعہدھم اذا عاھدوا ارشاد ہوا۔ لیکن مرزا صاحب نے کئی دفعہ وعدہ کر کے اس کا ایفا نہ کیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب نے خط مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۸۹ء بنام امام دین پنشنر میں یہ وعدہ کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ براہین احمدیہ کے کسی محل پر آپ کا جواب الجواب لکھوں مگر براہین احمدیہ میں جواب ندارد (رسالہ خط و کتابت مولوی محمد امام الدین پنشنر با مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۹ء، صفحہ ۲۸) +

(۲) منشی غلام احمد صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ "نکاح آسمانی کے راز پنہانی" صفحہ ۳ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب امتحان مختاری میں فیل ہونے کے بعد ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اور لوگوں سے رشوتیں لیتے تھے۔ یہ رسالہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کی حیات میں شائع ہوا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے خود کوئی حلفی تردید نہیں کی۔ اور نہ زمانہ محرری میں اپنی دیانتداری کو ثابت کر سکے۔

(۳) براہین احمدیہ کے لئے جو چندہ لیا اس کو خورد برد کر گئے۔ لوگوں کو ان کی دیانت پر شک اور خیانت کا یقین ہوا۔ اور بعض لوگوں کو چندہ واپس کر دیا (ایام الصلح صفحہ ۱۷۳) تاکہ باقیوں کی اشتک شوئی ہو جائے۔ ہمارے پیغمبر اکرم کی طرف دیکھیں کہ آپ قبل از بعثت الامین مشہور تھے۔

(۴) منشی محمد عبد اللہ صاحب نے رسالہ شہادۃ قرآنی کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ ان سے گجرات کے ایک مولوی صاحب (مولوی باقر علی صاحب مرحوم بٹالوی) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا غلام مرتضےٰ والد مرزا صاحب مرض اور زنگ سے سخت بیمار ہوئے اور زندگی سے مایوس ہو کر اپنے چند احباب اور ان مولوی صاحب کو بھی آخری ملاقات کے لئے بذریعہ خطوط بلایا۔ اتفاقاً یہ مولوی صاحب اور ان کا ایک حکیم دوست سب سے پہلے قادیان پہنچے۔ مرزا غلام مرتضےٰ جو کروٹ بھی نہ بدل سکتا تھا ان کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ پوچھنے پر بتایا کہ اس لئے پریشان ہوں کہ تمہاری مہمانداری کون کریگا۔ ہم نے کہا مرزا غلام قادر انہوں نے کہا اسے بیٹے کسی ضروری کام کے لئے باہر بھیجا ہے ہم نے کہا خیر غلام احمد تو ہے تو آپ نے سرد آہ بھر کر جواب دیا کہ جب وہ میری احوال پرسی نہیں کرتا۔ آپ کو کیا سمجھیگا وہ تو یہیں آوارہ پھرتا رہتا ہے المختصر مولوی صاحب نے فرمایا ہم چند روز وہاں رہے لیکن مرزا غلام احمد وہاں بالکل نہ آئے مولوی صاحب نے بیان کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر مرزا غلام مرتضٰی مجھے ڈپٹی قائم علی صاحب کے مکان پر ملے احوال پرسی

کے بعد بیٹے مرزا غلام احمد کا حال پوچھا اور بیٹے کہا اب تو اس کا چال چلن ٹھیک ہوگیا ہے کیونکہ وہ آریوں اور عیسائیوں سے مباحثے کرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا چال چلن تو کیا وہ خود قیامت تک ٹھیک نہیں ہوگا۔

(۵) مرزا صاحب نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد لکھا۔ ایسا ہی میرا بھائی (اس کا نام امام الدین تھا۔ اور یہ چوہڑوں کا لال بیگ بنا) مجھے پیش آیا۔ وہ ان باتوں میں میرے باپ کے مقابلہ کا تھا پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہئے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں (رسالہ ریویو جلد ۲ صفحہ ۵۰۸)۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اپنے باپ کے مخالف تھے۔

(۶) مرزا صاحب کی فحاشی اور سبابی ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ آپ نے علماء کو بدذات مردار خور۔ سور اور کتے کہا۔ اور یہ ان کے ہاں بھی دشنام میں داخل ہے چنانچہ براہین ص۱۵ میں دشنام کی تعریف کرتے ہیں ؎

ماہ را گفتن کہ چیزے نیست ایں　　　ہست دشنامے نہ زیں افزوں تمے

یعنی چاند کو یہ کہنا کہ یہ کچھ نہیں اس سے بڑھ کر کوئی گالی نہیں۔ اور مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ فحاش و سباب صدیق نہیں ہوتا اس لئے مرزا صاحب نہ معصوم ہیں اور نہ نبی و امام

(۷) انجام آتھم ص۷ میں لکھا ہے کہ آپ کے (مسیح) کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔ پر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں جو شخص نعوذ باللہ ایک نبی معصوم کو مکار و فریبی کہے وہ کافر ہے نہ کہ معصوم۔

(۸) سیالکوٹی نے سیرۃ مسیح موعود ص۱۲ میں مرزا صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مرزا صاحب اپنی بیوی صاحبہ پر خفا ہوئے اس پر فرمایا "یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے" پنہانی معصیت پر خوب غور کریں۔

(۹) ازالۂ اوہام ص۴۷۳ میں لکھا ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا پھر ست بچن ص۱۶۴ میں لکھا کہ مسیح کی قبر بلاد شام میں ہے پھر فرمایا کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے (سیرۃ مسیح موعود ص۴۲) ان تین اقوال میں سے دو میں تو باقرار خود مرزا صاحب کاذب ہیں اور کاذب معصوم نہیں ہوتا۔ نمونہ کے طور پر مرزا صاحب کی اتنی لغزشیں یہاں لکھی گئی ہیں جن سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب معصوم نہ تھے بلکہ عادل بھی نہ تھے اور انہوں نے خود بھی کبھی دعوئے عصمت نہیں کیا اور نہ کسی پہلے نبی یا مجدد یا امام نے ان کی عصمت پر نص کی۔ علاوہ بریں خود مرزا صاحب نے خطبۂ

براہین احمدیہ صفحہ ۳۱ میں اپنے خاطی اور مخطی ہونے کا اقرار کیا اور فرمایا نحمدک علی ما تفضلت علینا تنزیل کتاب لاریب فیہ ولا خطاء ولا نسیان وکشفت بہ علی نفوسنا الخاطئۃ المخطئۃ سبیل الحق والعرفان پھر فرمایا ونسئلک ان تصلی علی رسولک الذی . . . اخرجتنا بہ من ظلمات العمی والحرمان یعنے اے خدا ہم تیری حمد کرتے ہیں اسلئے اسپر کہ تونے ہم پر تفضل کیا ایسی کتاب کے نازل کرنے سے جس میں نہ کچھ شک ہے اور نہ بھول چوک اور اسپر کہ تونے کھولا اس سے ہمارے خاطی مخطی نفسوں پر راستہ حق وعرفان کا۔ اور ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے کہ تو رحمت بھیجے اپنے رسول پر جس سے تونے ہمیں نابینائی و بدنصیبی کے اندھیروں سے نکالا پس منشی جی کا دعوے باطل ہوا۔ انشاءاللہ تعالےٰ ہم مطاعن کادیانی ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں لکھینگے جس سے مرزا صاحب کے ایمان و اسلام کی قلعی کھولی جائے گی لیہلک من ہلک عن بینہ اور آل نبی الامہ علیہم السلام کی عصمت خود مرزا صاحب نے خطبہ براہین صفحہ ۴ میں ثابت کردی۔ فرمایا فصل علیہ وعلی جمیع اخوانہ من المرسلین والنبیین وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الصالحین الصدیقین یعنی رحمت نازل کرلے خدا اس رسول پر اور اس کے برادران انبیاء ورسل پر اور اس کی طیب وطاہر آل پر اور اس کے نیک اور سچے اصحاب پر" اس عبارت میں حضرت کی آل کو طیب وطاہر کہا ہے اور طہارت مترادف عصمت ہے اور ان کا ذکر اصحاب سے مقدم کیا ہے جس سے ان کا تقدم اصحاب پر ثابت ہوتا ہے اور اصحاب میں سے صرف صالحون کے لئے نزول رحمت کی درخواست کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب اصحاب صالح نہ تھے۔

منشی جی نے تفسیر صافی سے پوری حدیث نقل نہیں کی۔ اور ترجمہ میں بھی تصرف سے کام لیا ہے اسلئے ہم ترجمہ حدیث صافی لکھتے ہیں تاکہ منشی جی کی دیانت معلوم ہوجائے۔ حضرت امام سجاد نے فرمایا وہ امام جو ہم سے ہو وہ نہیں ہوتا مگر معصوم اور نہیں ہے عصمت ظاہر خلقت میں (منشی جی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ اس سے مراد کوئی ظاہری یا جسمانی عصمت نہیں یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اگر آپ کو سمجھ نہیں تو کسی عربی دان سے پوچھ لیں) جس سے وہ پہچانا جائے (اسکے بعد تفسیر صافی میں ہے کہ امام نے فرمایا لذالک لایکون الا منصوصا) اسلئے وہ نہیں ہوتا مگر منصوص (چونکہ یہ فقرہ مرزائیوں کے خلاف تھا اس لئے منشی صاحب نے عمداً اسے نقل نہیں کیا۔ حالانکہ حوالہ تفسیر صافی کا بھی دیا ہے۔ اور تفسیر صافی میں یہ فقرہ موجود ہے اس لئے منشی صاحب اور ان کے خلیفہ کی خدمت میں التماس ہے کہ مرزا صاحب کی عصمت پر کوئی نص لائیں (کسی نتھو خیرے کا قول نہ ہو۔ بلکہ نص رسول یا نص امام سابق ہو) سائل نے پوچھا کہ معصوم کے کیا معنے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ مضبوط پکڑنے والا ہوتا ہے حبل اللہ

یعنی قرآن کو اور نہیں یہ جدا ہوتے قیامت تک اور امام قرآن کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور قرآن امام کی طرف اب خدا را فرمائیں کہ فقرہ لا یفترقان الی یوم القیامۃ مرزا صاحب پر کہاں صادق آتا ہے۔ بچپن کی عمر میں قرآن سے دور۔ زمانہ طالبعلمی میں قرآن سے بے خبر۔ ابتدا اربعین کے قرآن کیطرف خیال آیا۔ اور تب بھی قرآن کو حبل اللہ نہیں سمجھا اور نہ اس سے معتصم رہے بلکہ قرآن کو اپنی اھوا باطلہ کا تابع کیا۔ قرآن وضو میں مسح رجلین کا حکم دیتا ہے۔ مرزا صاحب کا عمل غسل رجلین تھا۔ قرآن میں ذوی استطاعت کے لئے حکم ہے کہ وہ حج کرے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ لیکن مرزا صاحب باوجود استطاعت کے اس سے محروم رہے اور اسی طرح اور بہت سے امور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ان لوگوں میں سے تھے جن کی رسول اللہ قیامت کے دن بایں الفاظ شکایت کرینگے۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا پروردگارا انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ الغرض مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب امین نہیں تھے۔ اور جو امین نہ ہو وہ ظالم ہے۔ اور ظالم مرتبہ امامت کے لائق نہیں لا ینال عہدی الظالمین۔ مرزا صاحب کلام الہی میں اجتہاد کرتے تھے اور خود ان کے اقرار سے ان کے کئی اجتہاد غلط نکلے۔ یہ بھی منصب نبوت و امامت کے خلاف ہے کیونکہ انبیاء و امام اجتہاد نہیں کیا کرتے۔ شیعوں کے اعتقاد کیرو سے نبی و امام میں یہ باتیں ہونی چاہئیں العصمۃ لیحصل الوثوق فیحصل الغرض ولوجوب متابعتہ وضدھا والانکار علیہ وکمال العقل والذکاء والفطنۃ وقوۃ الرای وعدم السھو وکلما ینفر عنہ من دناءۃ الاباء وعھر الامھات والفظاظۃ والغلظۃ والابنۃ وشبھھا والاکل علی الطریق وشبھہ وطریق معرفۃ صدقہ ظھور المعجزۃ علی یدہ وھو ثبوت مالیس بمعتاد ونفی ما ھو معتاد مع خرق العادۃ ومطابقۃ الدعوی شرح تجرید ص ۱۹۵

یعنی اس میں عصمت ہو تاکہ اس کے قول پر وثوق ہو اور اس کی بعثت کی غرض حاصل ہو۔ اور اس لئے کہ اس کی متابعت واجب ہے لیکن اگر وہ معصیت کرے تو اس کی معصیت میں اطاعت واجب نہیں اور اس حالت میں اس پر انکار کیا جائیگا۔ اور یہ غرض بعثت کے مخالف ہے اور نیز امور میں کمال عقل وذکا وفطنت اور قوت رائے ہونی چاہئے یعنے اسے ضعیف الرائے۔ متردد و متحیر فی الامور نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ اعظم منفرات سے ہیں اور سہو سے اور ہر شے سے جس سے اسے نفرت ہو اس کو منزہ ہونا چاہئے مثل دناءۃ آباء و عھر امہات وغیرہ کے اور نیز اس میں فظاظت نہ ہو (جیسے کہ مرزا بدگو وتندخو تھے) اور راستہ پر کھانا کھانے اور اس جیسی منفرات سے بھی بری ہو (جیسے کہ مرزا نے جہلم کے مقدمہ میں ماہ رمضان میں عین عدالت میں چائے پی) اور اس کی سچائی کی معرفت کا یہ طریقہ ہے۔

کہ اس کے ہاتھ پر معجزے ظاہر ہوں جو خلاف عادۃ ہوں اور ان میں خرق عادت ہو اور دعوے کے مطابق ہوں لیکن مرزا صاحب کے ہاتھ پر کوئی معجزہ خارق ظاہر نہیں ہوا۔ اور نہ ان کے دعوے کے مطابق کوئی بات ظاہر ہوئی عبد اللہ آتھم و محمدی بیگم کے نکاح کا واقعہ وغیرہ اسپر شاہد ہے۔

احمدی۔ ۸۔ ذکر بعض علامات قرب قیامت۔

(۱) دجال۔ تفسیر صافی میں زیر آیت ولنذیقنہم من العذاب الادنی ص۲۱ لکھا ہے ان عذاب الادنی عذاب القبر قال الاکثر فی الروایۃ عن الباقر والصادق ان العذاب الادنی الدابہ والدجال سورہ سجدہ۔ عذاب ادنے سے مراد عذاب قبر ہے اور نیز اکثر روایات مرویہ امام باقر و صادق سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب ادنے دابہ اور دجال کے ذریعہ ہوگا۔ اس موقعہ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ عذاب ادنے سے مراد عذاب الرجعۃ بالسیف ہے لیکن چونکہ رجعت ثابت نہیں اس واسطے دابہ اور دجال کا عذاب یقینی ہے اور یہ ہر دو علامات قرب قیامت میں سے ہیں اب دجال کی کیفیت جہاں تک کتب شیعہ سے دیکھی گئی ہے مفصل نہیں بلکہ مجمل ہے مثلاً جناب علی سے صعصعہ نے دریافت کیا کہ دجال کا ظہور کب ہوگا آپ نے فرمایا:۔ کہ ایں علم است از اسرار مخفیات وشاید رخصت اظہار آں نہ باشد اما آنرا نشانہا و علامتہا است کہ ہمہ متصل بہم است فوت کردن و سہل داشتن نماز و بر طرف شدن امانت و رواج یافتن و حلال دانستن دروغ و افترا (پالیسی) و فروختن دین بدنیا و قطع صلہ رحم نمودن و ربا خوردن و تابع ہوا شدن ..... امرا فاجر شوند و وزرا ظالم گردند و علما خیانت پیشہ کنند ..... علانیہ فجور نمایند و ظاہر شود شہادت زور و منارہا بلند شود و مسجدہا کنگرہ دار گردد و مصحفہا حلی و حلل بہم رسانند و بہتان شائع شود و اثم و طغیان رونق گیرد و صفہائے نماز در ہم و پیہم پیوستہ باشد اما دلہا از ہم متفرق و دور بود و نقض عہد را سہل شمارند و خلف وعدہ را سہل گیرند و شریک باشند با زنان شوہران در تجارت بجہت حرص بر دنیا و آوازہائے فاسقان بلند باشد ..... زنان با مردان مانند شوند (جیسے کہ پارلیمنٹ میں شامل ہونے کے لئے انگلستان کی عورتوں نے مردوں کے دوش بدوش اپنے حقوق قائم کرانے پر صدائے احتجاج بلند کی) و مرداں بزناں تشبیہہ جویند۔ زنان چوں مرداں بر زینہا سوار شوند و از زینہا گروند عمل دنیا را بر آخرت ترجیح دہند و اختیار نمایند۔ گرگان باشند پوست میش پوشیدہ دلہا از مردار بدتر و از صبر تلخ تر۔ پس بر شما است کہ از آں قسم روزگار خود را از میاں بکنارے کشیدہ تذکرۃ الائمہ ص۱۸۵ اکمال الدین باب ۵۱ عین الحیات مجلسی و کتاب الجرائح والخرائج وغیرہ۔ اسی روایت میں اس کی ایک علامت بخوض البحر بھی لکھی ہے جس کا ترجمہ عین الحیات میں ہے بر روئے دریا ہا روں

اور پھر خرِ دجال کے ذکر میں ہے نعتہ حمار احمر خطوتہ حمارہ میل تطوی لہ الارض منہلا منہلاً... ینادی با
علی صوتہ یسمع ما بین الخافقین من الجن والانس والشیاطین مجلسی نے ترجمہ کیا ہے ہر گامش یک
میل باشد وزمین زیر پائش پیچیدہ شود الخ
مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ سوائے مکہ و مدینہ کے وہ تمام زمین پر پھر جائیگا۔ حضرت مرزا صاحب
نے اس کی نہایت مفصل تشریح فرمائی ہے جو آپ کی تصانیف میں موجود ہے اور قرار دیا ہے۔ کہ
دجال سے مراد قوم نصاریٰ ہے اور خر دجال سے مراد ریل ہے اسی ریل اور جہاز کے ذریعہ قوم نصاریٰ
کا تسلط روئے زمین پر عالمگیر ہوگیا ہے اگر علامات مذکورہ بالا پر غور کیا جائے تو حضرت صاحب کا یہ
اجتہاد بالکل حق بجانب ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں جو ظہور دجال سے مخصوص
تھیں اگر یہ نصاریٰ اس سے مراد نہیں تو بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ دوسری کوئی قوم اسوقت
ان علامات سے متصف نہیں پائی جاتی۔ پس اس حقیقت سے انکار کرنا گویا بدیہات سے انکار کرنا ہے
شیعہ۔ پہلے ہم دجال کے بارے میں احمدیوں کے اختلاف کو ظاہر کرتے ہیں۔ منشی خادم حسین نے
لکھا ہے کہ دجال سے مراد قوم نصاریٰ ہے اس تاویل میں تمام نصاریٰ آ گئے اور ظاہر ہے کہ ان میں شہنشاہ
ہند و وایسرائے ہند و تمام حکام شامل ہیں پس تیغ آ گئے جب یہ دجال و مفسد ہیں تو قرآن دلالت کرتا ہے
ان اللہ لا یحب المفسدین (اللہ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا) اور دوسری جگہ ہے ولا تتبع سبیل
المفسدین (تو مفسدوں کی راہ کی پیروی نہ کر۔ اگر یہ دجال ہوتے تو ان کی اطاعت فرض نہ ہونی چاہئے
تھی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جن کو احمدی دجال و مفسد کہتے ہیں ان کی اطاعت کو مثل اطاعت خدا
و رسول واجب جانتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب نے ضرورۃ الامام صہ ۲۳ (رسالہ احمدی جلد ۲ نمبر ۱ صہ ۲۹
میں لکھا ہے: کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر
بادشاہ ہیں۔ الخ پھر انگریزوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ مرزائیو! کچھ شرماتے ہو یا نہیں۔ جن بیچاروں
کو دجال بناتے ہو ان کے ڈر سے ان کی اطاعت کے گیت بھی گاتے ہو۔ یہ منافقانہ چال نہیں تو کیا ہے۔
(۲) مرزا صاحب ازالۂ اوہام صہ ۲۴۲ میں فرماتے ہیں:۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اس زمانہ کے
پادریوں کی مانند کوئی اب تک دجال پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہوگا اور صفحہ ۲۴۴ میں فرماتے
ہیں۔ لہذا انہی لوگوں کو جو پادری صاحبان کا گروہ ہے۔ دجال معہود ماننا پڑا۔ خر دجال کے بارے
میں ازالہ صفحہ ۶۸۵ و صہ ۵۳۶ طبع اول میں فرماتے ہیں۔ اور اس کا (دجال کا) گدھا بھی درحقیقت
اسی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ کا منشا ہے (رسالہ احمدی جلد ۲ نمبر ۹ صہ ۲۱) پھر ازالہ

المسیح دوم صـــ۳۶۶ــ میں لکھتے ہیں "۔اس جگہ ہمارے نبی نے کھلے کھلے طور پر ریل گاڑی کی طرف اشارہ فرمایا ہے چونکہ یہ عیسائی قوم کا ایجاد ہے جن کا امام و مقتدا یہی دجال کا گروہ ہے اس لئے ان گاڑیوں کو دجال کا گدھا قرار دیا گیا۔" اس جگہ دو سوال ہیں (۱) اگر دجال پادری ہی ہیں تو یہ تو نبی کریم کے پہلے بھی دنیا میں اپنا کام کرتے تھے۔ ان کے گرو پولوس نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اگر آپ پولوس کو دجال قرار دیتے تو اس سے شاید بہتر ہوتا۔ تاریخ کلیسیا کو پڑھو ان پادریوں نے اس زمانہ سے پہلے کیا کچھ نہ کیا۔ سارے یورپ کو عیسائی بنالیا۔ آپ کے استدلال کی رو سے اس وقت مثیل مسیح کو آنا چاہئے تھا۔ اور خر دجال کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دجال کا بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ واقعات کی رو سے یہ غلط ہے کیونکہ ریل نہ کسی پادری نے بنائی اور نہ کسی پادری کے ایما سے اس کی ایجاد ہوئی پھر خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ عیسائی قوم کی ایجاد ہے۔ ناظرین! خدا را غور کریں یہ کسی امام و ملہم کی باتیں ہیں یا کسی دیوانے کی۔ خدا نے سچ کہا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ من عند غیر اللہ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ مرزا صاحب کے اقوال میں اختلافات کثیرہ ہیں پھر یہ عجیب تماشا ہے کہ حدیثوں میں خر کو دجال کی سواری تبلایا گیا ہے اور یہاں خود مرزا صاحب اسی سواری پر سواری کرتے تھے بلکہ مرنے کے بعد لاہور سے بٹالہ تک آپ کی لاش بھی اسی ریل گاڑی میں بلکہ گھوڑے گدھے لادنے کی گاڑی میں گئی پس مرزا صاحب کے استدلال کی رو سے مرزا جی خود بدولت ہی دجال ہوئے جن کو اپنی سواری سے اتنی محبت تھی کہ مرنے پر بھی اس کو نہ چھوڑا اور اس کی آخری سواری کر ہی لی۔

تیسرا قول۔ نعثل[۱] امروہی صاحب نے تشحیذ جلد ۸ نمبر ۷ صـــ۳۶۸ــ میں لکھا ہے کہ ہم نے اس قوم (نصاریٰ) با اقبال و اجلال کو جو دجال قرار دیا ہے وہ بلحاظ دین و مذہب کے ہے نہ باعتبار دنیاوی امور کے۔ دنیاوی امور میں ہم اس کے تابع اور خیر خواہ فرمانبردار ہیں الخ یہاں اور ہی راگ گایا گیا ہے غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ان لوگوں کو ایک بات پر قرار ہی نہیں۔ اور یہی جھوٹے کی بڑی نشانی ہے۔

اب دجال کی شخصیت پر کتب اہل سنت سے بحث کرتے ہیں (۱) مسلم بروایت انس بن مالک قال النبی

---

[۱] شاید کسی کو خیال آئے۔ کہ ہم نے امروہی صاحب کو نعثل کیوں کہا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ امروہی صاحب زندہ رہے تو یہ مرزا جی کے خلیفہ ثالث ہونگے اور ام المومنین عائشہ صاحبہ نے حضرت عثمان عفان کو نعثل کا خطاب دیا تھا۔ دیکھو روضۃ الاحباب۔ مماثلت کے لحاظ سے آپ اس خطاب کے مستحق ہیں۔ اور اگر آپ اس خطاب سے انکار کریں تو ہم آپ کو ناخلف کہینگے جیسے آپ نے مولوی ثناء اللہ کو بیوی صاحبہ کی حدیث نہ ماننے کے لئے ناخلف کہا ہے۔

(دیکھو رسالہ احمدی جلد ۲ نمبر ۹ بابت ستمبر ۱۹۱۲ء صـ۲ـ)

مابعث نبی الا انذر امتہ من الاعور الکذاب الدجال الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور وان بین عینیہ مکتوب کافر نبی کریم نے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کو کانے اور سخت جھوٹے دجال سے ڈراتا رہا وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہے۔

ا۔ پادری کذاب نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر پادری جھوٹ کم بولتے ہیں اور عدالتوں میں قسم بھی نہیں کھاتے اور ان کا بیان بغیر قسم کے سچا مانا جاتا ہے۔ اگر ادعائے ابنیت مسیح کے لئے ان کو کذاب دجال کہتے ہیں تو یہ ادعا حضرت رسول کے معاصر پادریوں کا بھی تھا چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ یعنی نصاریٰ نے کہا کہ مسیح فرزند خدا ہے وقالت الیہود عزیر ابن اللہ پ ۱۱ یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے پس جب کہ ان دونوں گروہوں میں سے کسی کو بھی خود رسول نے دجال موعود نہیں کہا تو چودھویں صدی میں کسی متنبی کے اجتہاد کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

ب۔ اس کی دوسری صفت اعور ہے یعنی وہ کانا ہوگا۔ اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ اس کی بصیرت دینی کی آنکھ کانی ہوگی۔ اور دوسری آنکھ بصیرت امور دنیوی کی محفوظ ہوگی۔ لیکن یہ تاویل اول تو ابعد تاویلات سے ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے حقیقت سے مجاز اور ابعد مجازات کی طرف جانا روا نہیں۔ خصوصاً جب کہ کوئی نص خفی تک بھی اس تاویل کی تائید نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کا دین سے بے بہرہ ہونا مطلوب ہوتا تو حدیث میں لفظ اعمیٰ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ بصیرت دنیاوی کی آنکھ کا اللہ کے ہاں اعتبار ہی نہیں اسی لئے وہ ان لوگوں کو جو امور دین میں بصیرت نہیں رکھتے اعمیٰ فرما رہا ہے ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ پ ۱۵ ع چونکہ آپ لوگوں نے اس آیت کو پیش کیا ہے اسی لئے اسی سے ہم نے بھی جواب دیا۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں صاف قرینہ عقلی موجود ہے جس سے اعمیٰ کے معنے دین میں نابینا لئے گئے ہیں لیکن اعور الدجال میں کوئی قرینہ نہیں جس سے اعور کے حقیقی معنی ترک کئے جائیں۔ چہارم۔ اعمیٰ کا لفظ ہر زبان میں مجاز پر استعمال ہوتا ہے لیکن اعور کا لفظ اس معنے میں جو آپ نے کئے استعمال نہیں ہوتا۔

ج۔ فصل ممیز دجال کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا لیکن پادریوں کی آنکھوں کے درمیان لفظ کافر نہیں لکھا ہوا۔ اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ کفر کور کا مترادف ہے اور کور (Cover) انگریزی میں ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ نیز انگریزوں کی ٹوپی کے اگلے حصہ کو بھی کہتے ہیں جو آنکھوں کو دھوپ سے بچاتا ہے یہ تو واقعی قابل داد ہے۔ لیکن حدیث میں تو یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ اور اس ٹوپی پر تو لفظ منسوب صادق نہیں

نہیں آتا۔ دوم حدیث میں آنکھوں کے درمیان ہے اور ٹوپی کا یہ حصہ آنکھوں کے اوپر سر کے دو حصوں کے درمیان میں ہوتا ہے۔

الغرض اسی قسم کی حدیثیں صحاح اہل سنت میں اور بھی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال معہود ایک فرد اور ایک شخص ہے نہ ایک جماعت اور اسلئے پادری جو لکھو کھا ہیں دجال معہود نہیں ہیں اب شیعوں کی کتابوں سے دجال کے حالات تلاش کرتے ہیں۔ منشی صاحب نے حضرت صعصعہ بن صوحان رضی اللہ عنہ کی حدیث کا آخری حصہ چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اصل مضمون سے اس کو زیادہ تعلق تھا۔ اور اسی سے دجال کی کیفیت بھی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے ہم اس حصہ کو کتاب اکمال الدین باب ۱۵ صفحہ ۲۹۱ سے بیان نقل کرتے ہیں خیر المساکن یومئذ بیت المقدس لیاتین علی الناس زمان یتمنی احدہم انہ من سکانہ فقام اصبغ بن نباتہ فقال یا امیر المومنین من الدجال فقال الا ان الدجال صاید بن صاید فالشقی من صدقہ والسعید من کذبہ یخرج من بلدۃ یقال لہا اصفہان من قریۃ تعرف بالیہودیہ عینہ الیمنی ممسوحۃ والاخری فی جبہتہ تضی کانہا کوکب الصبح فیہا علقۃ کانہا ممزوجۃ بالدم بین عینیہ مکتوب کافر یقراہ کل کاتب وامی یخوض البحار وتسیر معہ الشمس بین یدیہ جبل من الدخان وخلفہ جبل ابیض یری الناس انہ طعام یخرج حین یخرج فی قحط شدید تحتہ حمار اقمر خطوۃ حمارہ میل تطوی لہ الارض منہلا منہلا لا یمر بماء الا غار الی یوم القیامہ ینادی باعلی صوتہ یسمع ما بین الخافقین من الجن والانس والشیاطین یقول یا اولیائی انا الذی خلق فسوی وقدر فہدی انا ربکم الاعلی وکذب عدو اللہ انہ اعور یطعم الطعام ویمشی فی الاسواق وان ربکم لیس باعور ولا یمشی ولا یزول تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا الا وان اکثر اتباعہ یومئذ اولاد الزنا واصحاب الطیالسۃ الخضر یقتلہ اللہ عز وجل بالشام علی عقبۃ تعرف بعقبۃ افیق لثلث ساعات مضت من یوم الجمعہ علی یدی من یصلی خلفہ المسیح ابن مریم الا ان بعد ذالک الطامۃ الکبری قلنا وما ذالک یا امیر المومنین قال خروج دابۃ الارض من عند الصفا معہا خاتم سلیمان بن داؤد وعصی موسی الخ یعنی جب یہ علامات جو پہلے منشی صاحب نے نقل کی ہیں بکلی ظاہر ہو چکیں تو اس دن بہترین مساکن بیت المقدس ہوگا۔ اور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ہر ایک اُن میں سے خواہش کریگا کہ میں اس کے رہنے والوں میں سے ہوں (یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ان علامات کے ظہور پر تمام زمین میں ظلم و تعدی کا بازار گرم ہوگا اور کہیں امن کی جگہ نہ ہوگی سوائے بیت المقدس کے لیکن اس زمانہ میں تمام زمین ظلم سے نہیں بھری اور مقامات کو

جانے دیجئے ابھی ہندوستان میں اللہ کے فضل سے اور گورنمنٹ کی حسن تدبیر سے ہر طرح کا امن و امان حاصل ہے) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابھی علامات پوری نہیں ہوئیں +

اصبغ بن بنانہ نے عرض کی اے مولا دجال کون ہے آپ نے فرمایا وہ صاید بن صاید ہے۔ بدبخت ہے وہ جو اس کی تصدیق کرے اور سعید ہے وہ جو اسے جھٹلائے وہ خروج کرے گا ایک شہر سے جس کا نام اصفہان ہوگا۔ اور ایک گاؤں سے جس کا نام یہودیہ ہوگا (اس کی تائید مسلم کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو انس صحابی سے مروی ہے قال رسول اللہ یتبع الدجال من یہود اصفہان سبعون الفا علیہم الطیالسہ حضور نبی نے فرمایا کہ پیروی کرینگے دجال کی ستر ہزار یہودی اصفہان شہر کے جن پر چادریں ہونگی (مرقع قادیانی بابت اکتوبر ۱۹۰۷ء) اس کی دائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ پیشانی میں ہوگی۔ اور ایسی چمکیگی جیسے صبح کا ستارہ اس میں گوشت کا ٹکڑا ہوگا گویا وہ خون سے ملا ہوا ہے لکھا ہوگا اس کی دو آنکھوں کے درمیان لفظ کافر پڑھیگا اس کو ہر کاتب و اُمّی (اس کی تائید بھی مسلم کی حدیث سے ہوتی ہے قال النبی ان الدجال ممسوح العین علیہا ظفرۃ غلیظۃ مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہ کل مومن کاتب وغیر کاتب یعنے دجال کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ پر ناخنہ ہوگا جس کو گوشت موٹا یا کھال کہا جاوے۔ لکھا ہوگا اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر جس کو ہر مومن کاتب وغیر کاتب پڑھیگا (مرقع قادیانی محولہ بالا ص۳۱) چلیگا سمندروں پر یا غوطہ لگائیگا سمندروں میں . . . اس کے سامنے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا اور اس کے پیچھے سفید پہاڑ جسے لوگ سمجھینگے کہ کھانا ہے اس کا خروج سخت قحط میں ہوگا (اس کی تائید بھی احادیث اہل سنت سے ہوتی ہے) اگر یخوض البحر سے یہ مراد ہو کہ جہاز میں بیٹھے گا تو یہ صفت میاں محمود پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی جہاز میں بیٹھ کر دریا پر چلے اور جدہ وغیرہ گئے) سفید پہاڑ لوگوں کو طعام نظر آئے گا درحقیقت وہ طعام نہ ہوگا۔ اس کی تائید بھی احادیث اہل سنت سے ہوتی ہے (دیکھو سیف چشتیائی ص۲۴۸) اس کا خروج قحط میں ہوگا۔ لیکن جس زمانہ میں آپ خروج دجال تبلا رہے ہیں یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد تب تو ہندوستان میں قحط نہ تھا علاوہ بریں حدیث سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ساری دنیا میں قحط ہوگا (نہ صرف ہند میں) اسکے نیچے سرخ گدھا ہوگا جس کا ایک قدم ایک میل کا ہوگا (پادری لوگ عموماً سیکنڈ کلاس میں سفر کیا کرتے ہیں اور اس کا رنگ سبز ہوتا ہے نہ سرخ) نہیں گذریگا کسی پانی پر مگر وہ خراب ہو جائیگا قیامت تک (انگریزوں کا حال بالکل برعکس ہے یہ جس پانی پر گذرتے ہیں اس کو اچھا کر دیتے ہیں

وہ بلند آواز سے ندا کریگا جس کو تمام جہاں جن وانس وشیاطین سنینگے کہیگا اے میرے دوستو! بہ تحقیق میں تمہارا بڑا رب ہوں جسنے پیدا کیا ہے (پادریوں نے دعوئے خدائی نہیں کیا) جھوٹا ہوگا اللہ کا دشمن (اگر انگریز دجال ہوتے تو دجال کے لیئے عدو اللہ کا لفظ آیا ہے اور عدو اللہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ لا تتخذو عدوی وعدوکم اولیاء تم میرے اور اپنے دشمنوں کو اولیاء نہ بناؤ۔ پھر مرزا صاحب نے کیوں ان کو اولی الامر بنایا) اور وہ کانا ہوگا کھانا کھائیگا اور بازاروں میں چلیگا اور تمہارا رب کانا نہیں نہ وہ چلتا ہے اور نہ اس کو زوال ہے۔ بلند ہے اللہ ایسی باتوں سے اس کے اکثر پیرو زنازادے اور اصحاب طیالسہ ہونگے (کیا انگریز زنازادے ہیں۔ ہرگز نہیں) قتل کرے گا اللہ اس کو شام میں عقبہ افیق پر جمعہ کے تین ساعت گزرنے پر اس امام کے ہاتھ سے جس کے پیچھے حضرت مسیح بن مریمؑ نماز پڑھینگے یعنے امام ثانی عشر مہدی ولد حسن عسکری علیہما السلام جیسے کہ حضرت نے اسی حدیث میں فرمایا (اہل سنت کی حدیث میں ہے کہ شام میں باب لُد پر قتل ہوگا) اس کے بعد دابۃ الارض کا خروج صفا کے پاس سے ہوگا۔ اس کے ساتھ حضرت سلیمان کی انگشتری اور حضرت موسےؑ کا عصا ہوگا الخ اور مجمع البحرین میں ہے دجہ دجبہ عقیب ظہور المہدی کما جاءت بہ الروایۃ (دجال کا خروج مہدی کے ظہور کے بعد ہوگا لیکن پادری ہندوستان میں مرزا صاحب کے ظہور کیا وجود سے پہلے موجود تھے) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ابھی تمام علامات خروج دجال پوری نہیں ہوئیں۔ اور نہ ابھی دجال کا خروج ہوا ہے اور نیز باطل ہوا منشی جی کا قول کہ شیعوں کی کتابوں میں دجال کی مفصل کیفیت نہیں اب اس فرقہ متبدعہ کا حال سنئے ان کی مقبولہ کتاب سے انہی کا دجال ہونا ثابت ہوتا ہے تکملہ مجمع البحار ص۱۱ میں تحت دجل لکھا ہے فیہ ستکون فی اخر الزمان دجالون کذابون کلہم یزعم ان رسول اللہ (ن) یحتمل ان یراد ادعاء النبوۃ او یراد جماعۃ یدعون اھواء فاسدۃ وینسبون اعتقادہم الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کاھل البدع کلہم یعنے حضرت نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں بہت سے کذاب دجال ہونگے جن میں سے ہر ایک یہ زعم کریگا کہ وہ رسول اللہ ہے نہایہ میں ہے کہ محتمل ہے کہ اس سے مدعیان نبوت مراد ہوں یا مراد ہو وہ جماعت جو ادعاء اھواء فاسدہ کرے اور اپنے فاسد اعتقادوں کو آں حضرت کی طرف منسوب کرے مثل تمام اہل بدع کے۔ لیکن یہ آخری تاویل صاحب نہایہ کی درست نہیں بلکہ الفاظ حدیث کی رو سے پہلا گروہ ہی مراد ہے مرزا صاحب نے دعوئے نبوت ورسالت کیا۔ دیکھو اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء بعنوان ایک غلطی کا ازالہ کے ص۱ سطر ۱۲ میں لکھا ہے "چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں

سے ایک یہ وحی اللہ ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ دیکھو ص ۴۹۸
براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز (مرزا غلام احمد) کو رسول کرکے پکارا گیا ہے جب
ہم اس دعوے کو حدیث مذکور سے ملاتے ہیں تو یہ حدیث مرزا جی پر بالکل صادق آتی ہے اس سے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے چیلے آنے شروع ہو گئے ہیں اور ان سب کے بعد جنکی تعداد حدیث میں ۳۰ بتلائی
گئی ہے انکا گرو فضل الدجال لاہور آئیگا آپنے لکھا ہے کہ دجال کے ذریعہ عذاب ہوگا لیکن انگریزوں اور پادریوں کے ذریعہ کبھی کوئی عذاب نہیں ہوا

احمدی -۲- دابہ۔ واضح ہو کہ کتب شیعہ میں دابہ کی تشریح ۳ قسم پر مذکور ہے ایک
تو موافق اہل سنت کے دوسرے جناب علیؑ سے مروی ہے کہ میں ہوں دابۃ الارض دیکھو تفسیر
عمدۃ البیان ص ۱۵۰ تفسیر صافی ص ۳۷۷ تیسرے امام مہدی کو بھی دابۃ الارض سے موسوم کیا
گیا ہے نجم الثاقب ص ۳۶ غایت المقصود جلد ۳ ص ۷۷

لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس دابہ سے مراد طاعون کا کیڑا لیا ہے اور اسی تناسب کو
تکلمہم کے معنی جہاں دوسروں نے کلام کرنے کے لئے ہیں حضرت صاحب نے کاٹنے کے لئے ہیں بعض
علماء اہل سنت نے اس کو فحش نحوی غلط ظاہر کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی شیعہ عالم بھی غلط ٹھرائیں
اس واسطے ایسوں کی تسلی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مفسر صادق نے اسی لفظ کی تعریف میں لکھا ہے
وقرء تکلمہم بالتخفیف من الکلم بمعنی الجرح یہ تفسیر عذاب اور اس کے مفہوم کو بخوبی ظاہر کرتی ہے۔

شیعہ۔ منشی صاحب لکھتے ہیں کہ دابۃ الارض سے مراد طاعون کا کیڑا ہے ان کے امام نے ازالہ اوہام
حصہ دوم ص ۵۱۰ طبع دوم اور ص ۷۱۵ طبع اول میں لکھا ہے کہ دابۃ الارض سے مراد علماء و واعظین ہیں
جن میں آسمانی قوت نہیں اور اس کی مزید تائید عمر ثانی میاں محمود کے دور خلافت میں ان کے پرچے
تشحیذ جلد۔ المبر ا ص ۲۱ میں بھی کی گئی ہے کہ دابۃ الارض علماء ہیں۔ اور امروہی صاحب نے شمس بازغہ
کے ص ۱۲۱ میں فرمایا ہے کہ دابۃ الارض سے ریل گاڑی مراد ہے۔ اب فرمایئے ہم آپ کو سچا کہیں یا مرزا
صاحب کو یا امروہی صاحب کو۔

ب۔ تفسیر در منثور جلد ۵ ص ۱۱۶ میں ابن جریر وغیرہ نے قتادہ و ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ تکلمہم کے معنے تحدثہم (کہنا۔ بات کرنا) ہیں۔

رازی نے تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۵۵ میں لکھا ہے فتکلمہم بالعربیہ یعنی دابۃ الارض عربی میں لوگوں
سے کلام کریگا اور شیعوں کے طور پر الجوامع و تفسیر صافی میں حضرت باقرؑ سے مروی ہے فقال کلم اللہ
من قرء تکلمہم بالتشدید چونکہ ابن جریر کی تفسیر روایتہ اور تفسیر کبیر درایتہ آپ کے نزدیک منتخب

ہیں (دیباچہ نورالدین ص۸۵) اس لئے آپ کی تاویل باطل ہے۔

(ج) احادیث شیعہ میں مذکور ہے کہ دابۃ الارض کے ساتھ خاتم سلیمان بن داؤد و عصاء موسیٰ علیہم السلام ہوگا۔ اور اس کی تائید احادیث اہل سنت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور بحوالہ بالا ص۱۱۶ میں ابوہریرہ و ابن عباس سے اور نیز رازی نے کتاب مذکور میں لکھا ہے معہا عصا موسیٰ و خاتم سلیمان۔ لیکن نہ علماء و واعظین کے پاس نہ ریل گاڑی کے ساتھ اور نہ طاعون کے کیڑے کے پاس یہ چیزیں ہیں پس آپ کی سب تاویلات تفسیر بالرائے ہیں اور مفسر بالرائے جہنمی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض اہل سنت کا یہ قول کہ دابۃ الارض ایک حیوان ہوگا غلط ہے کیونکہ حیوان کے پاس ایسی متبرک چیزوں کے ہونے کے کیا معنے۔ اور اگر حضرت علی کے اس قول کو لیں کہ دابۃ الارض کی دُم نہیں ہوگی بلکہ اس کی داڑھی ہوگی (معالم التنزیل بغوی) تو ہمارے عقیدہ کی اور بھی تائید ہوتی ہے الحاصل اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دابۃ الارض ایک انسان بلکہ ممتاز انسان ہوگا جسکے ساتھ تبرکات انبیاء ہونگے۔ اور ذہبی نے کتاب المیزان میں ابن عیینہ سے روایت کی ہے قال کان جابر الجعفی یقول دابۃ الارض علی علیہ السلام یعنے حضرت جابر فرمایا کرتے تھے کہ دابۃ الارض حضرت علی علیہ السلام ہیں اور حضرت علیؑ نے خطبات میں خود بھی فرمایا ہے انا صاحب العصا و المیسم وانا دابۃ التی تکلم الناس میں ہوں صاحب عصا و میسم و دابہ ہوں جو لوگوں سے کلام کریگا نہایہ میں ہے المیسم ھی الحدیدۃ التی یوسم بہا۔ (تحت لغت وسم)

(د) دابۃ الارض کے وقت خروج کے بارے میں جیسے احادیث شیعہ میں لکھا ہے کہ صفا سے ہوگا ویسے ہی سیوطی نے درمنثور جلد ۵ ص۱۱۵ میں بروایت ابن عمر اور رازی نے جلد ۶ ص۵۸۱ میں بھی یہی لکھا ہے اور درمنثور ص۱۱۶ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عمر نے صفا میں وہ جگہ بھی تبلائی جہاں سے نبی کریم نے خروج دابۃ الارض کو بیان فرمایا تھا۔ اس روایت سے بھی مرزائیوں کی تاویلات رکیکہ باطل ہیں۔

(ذ) دابۃ الارض کے وقت خروج کے بارے میں درمنثور جلد ۵ ص۱۱۶ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اس وقت حضرت عیسےٰ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہونگے۔

(ر) درمنثور جلد ۵ ص۱۱۵ میں ابن عمر کی روایت میں ہے کہ حضرت نبی نے فرمایا کان اوّل خطوۃ تضعہا بانطاکیۃ۔ دابہ پہلا قدم صفا سے خروج کے بعد انطاکیہ میں رکھیگا۔

(س) کتاب مذکور کے ص۱۱۶ میں ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ دابۃ الارض کے خروج کے بعد

دجال کا خروج ہوگا۔ اس سے بھی مرزائی تاویل باطل ہوتی ہے۔ کیونکہ پادریوں کا ظہور پہلے ہُوا اس کے بعد طاعون شروع ہُوا۔

(ص) ایضاً۔ احمد و سمریہ و ابن مردویہ نے ابی امامہ سے روایت کی ہے ان النبی قال تخرج الدابہ فتسم الناس علی خراطیمہم الخ نبی کریم نے فرمایا کہ دابۃ الارض نشان کریگا لوگوں کی ناکوں پر لیکن طاعون کا کیڑا ناک پر نہیں کاٹتا۔ بلکہ عموماً پاؤں اور ٹانگوں پر کاٹتا ہے۔

(ط) ایضاً۔ ابی ہریرہ و ابن عباس سے مروی ہے کہ دابۃ الارض بلند آواز سے ندا کریگا۔ ان الناس کانوا بایاتنا لا یوقنون (کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے) لیکن طاعون کے کیڑے کی آواز تو کیا شکل بھی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتی۔

(ع) کتاب مذکور کے صفحہ ۱۱۶ میں ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ دابۃ الارض مومن کی پیشانی کو خاتم سلیمان سے نشان کریگا تو وہ روشن ہو جائیگی (دوسری حدیث میں ہے اسپر لکھا جائیگا کہ یہ سچا مومن ہے) اور عصا کافر کی ناک پر ماریگا (دوسری حدیث میں ہے اسپر لکھا جائیگا یہ حقیقی کافر ہے) پس مومن و کافر متمیز ہو جائینگے یہ علامت بھی آپ کے دابہ میں نہیں پائی جاتی۔ اگر دابہ طاعون کا کیڑا ہے تو چاہئے تھا کہ اس سے صرف مرزا کے دشمن و مکفر ہی مرتے اور ان کا کوئی مرید ہلاک نہ ہوتا۔ لیکن باوجودیکہ مرزا صاحب نے الہام بھی شائع کیا کہ میرا کوئی مرید طاعون سے نہیں مریگا۔ پھر بھی ہزاروں مرے۔ ان کی مختصر کیفیت الذکر الحکیم نمبر ۶ میں دیکھو۔ الحاصل ان تمام احادیث سے مرزا اور مرزائیوں کی تاویلات کا بطلان بخوبی واضح ہوگیا۔ اور اگر مرزائیوں میں کچھ بھی غیرت ہوگی تو آئندہ ایسی تاویلات کا نام تک نہ لینگے۔

شیعوں کے ہاں متفقہ قول یہی ہے کہ دابۃ الارض حضرت علی ہیں دیکھو نجم الثاقب میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ در اخبار بسیار آمدہ است کہ دابۃ الارض حضرت علی است۔ سنیوں کے قول کی موافقت ہماری کسی صحیح و معتبر حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور امام مہدی کا لقب دابۃ الارض ہونا بھی قول احاد سے ہے۔ جس کو صرف صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور اسی سے صاحب نجم الثاقب نے نقل کیا ہے اور اس کی تشریح بھی فرما دی ہے۔

علی ابن ابراہیم نے تفسیر میں مجلسی نے مراۃ العقول جلد اصفحہ ۱۵۱ میں اور صاحب کتاب البصائر نے حضرت صادق سے اور کتاب سلیم بن قیس الہلالی میں ابی الطفیل سے و نیز دیگر کتب میں منقول ہے کہ دابۃ الارض سے حضرت علی مراد ہیں۔ اور مجلسی نے کتاب مذکور میں لکھا ہے الاخبار

فی ذالک کثیرہ اور دتھا فی کتاب البحار کہ اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کو میں نے بحار میں درج کیا ہے۔

اب رہی قراۃ بالتخفیف یہ ابن عباس و ابن جبیر وغیرہ سے مروی ہے اور تفسیر ابن عباس آپ کے ہاں غیر معتبر ہے۔ دیکھو مجموعہ کا القول الفصل۔ دوم یہ قراۃ متفق علیہا نہیں۔ سوم آپ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ اور یہ قرأت اختیار کرنے سے تحریف قرآن موجودہ لازم آتی ہے جس میں بالتشدید قرات ہے۔ چہارم یہ قراۃ ہمارے مضر نہیں کیونکہ ہمنے پہلے بیان کر دیا کہ دابۃ الارض الف کا فر پر عصا ماریگا جس سے زخم ہوجائیگا۔ پنجم۔ صراح صفحہ ۸۷ میں جرح کے معنے لکھے ہیں خستہ کردن و دریدن لیکن جرم طاعون کے کاٹنے پر یہ معنی درست نہیں آتے۔ بہرحال آپ کی تاویل مردود ہوئی۔ دابۃ الارض کی آیت پ ۲۰ میں ہے اور اسکے عین بعد یہ آیت ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا الخ جس سے رجعت ثابت ہوتی ہے اور جس کی تشریح ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خروج دابہ یوم رجعت کو ہوگا۔ لیکن چونکہ ابھی رجعت نہیں ہوئی۔ اس لئے خروج دابہ بھی نہیں ہوا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف آخری زمانہ میں خروج دابہ ہوگا۔ لیکن طاعون پہلے بھی ہزاروں دفعہ ہوئے۔ غرض اس مضمون کے جس پہلو پر نظر غائر کی جائے آپ کی تاویل کا بطلان ہی نظر آتا ہے۔

احمدی۔ ۳۔ یاجوج و ماجوج۔ تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ دونوں قبیلوں کے نام ہیں یافث بن نوح کی اولاد سے اور یہ کہ یاجوج دراصل ترک ہیں اور ماجوج پہاڑی لوگ ہیں اصل عبارت یہ ہے قیل ہما قبیلتان من ولد یافث بن نوح وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجبل وفی العلل عن الھادی جمیع الترک والسقالب ویاجوج وماجوج والصین من یافث سورۂ کہف ص ۱۳ مجمع البحرین میں ہے یاجوج وماجوج یھمزان ولا یھمزان فمن ھمزھما وجعلھما مشتقین من اجنۃ الحجر وشدتہ وقوتہ ومنہ اجیج النار وھو توقدھا وحرارتھا سموا بذالک لشدتھم وکثرتھم وقیل ھم ولد یافث بن نوح وعن الضحاک ھم من الترک وفی الخبر عنہ۔۔۔۔ یشربون انھار المشرق یمنعھم اللہ من مکۃ والمدینۃ وبیت المقدس۔۔۔۔ وعن بعض المورخین یاجوج وماجوج امتان عظیمتان وفی بعض الاخباران یاجوج وماجوج اثنان وعشرون قبیلۃ وقبیلۃ واحدۃ منہا کانت خارج السد لما ردمہ ذوالقرنین نامھم سترکھم خارج السد فلذالک سموا ترکا فقال القوم لذی القرنین ھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینہم سدا زیر لفظ اج ص ۲۳۵۔ ۱۵۲ پھر سورۂ انبیاء میں جہاں آیت آتی ہے تفسیر صافی میں لکھا ہے القمی قال اذا کان

فی اخر النہمان خروج یاجوج وماجوج الی الدنیا ویاکلون الناس صفحہ ۳۷ باوجود ایسی تصریحات کے کسی عالم سنی وشیعہ کو جراُت نہیں پڑتی تھی کہ کسی نوع انسانی کو یا کسی قوم کو یاجوج وماجوج سے نامزد کر سکیں۔ سوائے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے کہ انہوں نے بربنائے تفہیم ربانی دو قوموں کو ان اسماء سے جو صفاتی ہیں نامزد کیا اور خدا کے فضل سے خود بائیبل اور کتب تاریخ انگریزی سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی +

شیعہ۔ منشی صاحب نے اس جگہ اس قدر اجمال سے کام لیا ہے کہ مقصود عبارت سے مفقود ہو گیا ہے۔ صافی سے چند حوالے دیدئے اور اپنے مرزا صاحب کا نام لے دیا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ اس لئے ناظرین کی خاطر ہم ان کے یاجوج وماجوج کی تشریح بھی کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۵۴ میں لکھا ہے "ایسا ہی یاجوج وماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں۔ جو پہلے زمانہ میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن خدا تعالے فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کرینگی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہونگی۔ جیسا کہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے وترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض یعنے یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے ہر ایک دوسرے پر حملہ کرینگی اور جس کو خدا چاہیگا فتح دیگا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز و روس ہیں۔ اس لئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو الخ مولوی نورالدین نے اپنے نام کی کتاب صفحہ ۱۱ میں ان کا نام تو نہیں لیا مگر یہ لکھا ہے کہ ہمارے مفسروں نے تو فرمایا ہے کہ وہ پہاڑ چاٹتے ہیں اور ان کو پیاز کے برابر کر دیتے ہیں مگر میں بحمد اللہ دیکھتا ہوں کہ انہوں نے پہاڑ دیا۔ لوگوں کا مال عزت۔ جاہ و سلطنت بلند پروازی۔ ہمت و استقلال سب کچھ کھا کر موسے کے سانپ کی طرح ڈکار بھی نہیں لیا۔

اسی قسم کی تاویل مرزا قادیانی کے پیشرو احمد خان نیچری نے کی تھی۔ اور راولپنڈی کے تاج الاخبار مورخہ ۹۔ جون ۱۸۹۰ء میں ان کا ایک مضمون یاجوج وماجوج کے متعلق شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے کتاب حزقیل ۳۸ ء کی بنا پر لکھا تھا کہ یاجوج ایک قوم اور ماجوج ایک ملک ہے۔ اور سد سکندری وہ ہے جس کو جی وانگتی فغفور چین نے درمیان ۲۴۰ء و ۳۵ء قبل مسیح چین اور تاتار یا منتھا کی سرحد پر بنوایا۔ اور مولوی نورالدین نے تصدیق براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ جیسے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ باختر کے شمال میں یعنے بخارا کی جانب یاجوج وماجوج کا مسکن ہے بالکل ٹھیک ہے

انتہیٰ آخری تاویل کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی بھی ماجوج کی اولاد سے ہیں۔ کیونکہ باقرار خود آنجناب ان کے آباؤ اجداد بخاری وسمرقندی الاصل تھے (ازالہ ص۱۲۱) اور بقول حکیم جی بخارا کے شمال میں یاجوج و ماجوج کا مسکن ہے پس مرزا جی بھی یاجوجی ماجوجی ہوئے۔

خیر سے ہو یا قادیانی انہم فی کل وادٍ یہیمون کے مصداق ہیں (۱) وہ اقوال جو تفسیر صافی سے نقل کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر تو شیعوں کے یا ان کے ائمہ علیہم السلام کے اقوال نہیں اور اسی لئے صاحب صافی نے انہیں قیل لکھ کر نقل کیا ہے صرف ایک روایت جو علل سے نقل کی گئی ہے شیعوں کی ہے۔ اور ان اقوال سے بھی مرزائی تاویلات کی تائید نہیں ہوتی اسی لئے منشی صاحب نے ان سب کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ اور جتنا ترجمہ کیا بھی اس میں بھی خیانت سے کام لیا مثلاً پہلا قول یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج دو قبیلے یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج پہاڑ سے لیکن منشی جی نے ان دو قولوں کو ایک کر دیا۔ اور خیانت یہ کی ہے کہ ترکوں کو یاجوج اور پہاڑیوں کو ماجوج لکھا ہے حالانکہ اصل قول یہ ہے کہ یاجوج ترکوں سے ہیں لیکن کتب فریقین سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ یافث کی اولاد سے ہیں اور عجیب الخلقہ ہیں چنانچہ **حیٰوۃ الحیوان** دمیری جلد ۲ ص۳۳۰ کے حاشیہ پر یاجوج و ماجوج کے ذیل میں لکھا ہے کہ ایک گروہ ان میں ایسا ہے جن کے کان ہاتھی کے کانوں جیسے ہیں اور اس کی تائید حضرت حذیفہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو تفاسیر شیعہ و سنی میں منقول ہے۔ حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ **مراۃ العقول** جلد ۴ صفحہ ۳۴۴ میں حدیث والناس من ولد آدم ماخلا یاجوج و ماجوج (یعنی آدمی حضرت آدم کی اولاد سے ہیں سوائے یاجوج و ماجوج کے) کی شرح میں لکھتے ہیں فیمکن حملہ علی ان المراد انہم لیسوا من الناس وان کانوا من ولد آدم یعنے ممکن ہے یہ مراد ہو کہ یاجوج و ماجوج اگرچہ آدم کی اولاد سے ہیں لیکن وہ آدمی نہیں ہیں اور اس میں کچھ استبعاد نہیں کہ بنی آدم سے عجیب الخلقہ مخلوق پیدا ہو۔ اخبار بین حضرات عموماً اخبارات میں نیچر شکن واقعات پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کے ہاں عجیب الخلقہ مخلوق پیدا ہوتی ہے اور اس کی تائید مرزا صاحب کے ازالہ ص۳۳۶ کی اس عبارت سے ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں "کہ وہ حی و قیوم خدا جو اس بات پر قادر ہے جو انسان کو حیوان بلکہ شر الحیوانات بنا دے الخ" پس جبکہ ایک انسان سیرۃً شر الحیوانات بن سکتا ہے تو خلقۃً و صورۃً بھی اسکے بعض اجزا حیوانات کے مشابہ ہو سکتے ہیں اس کا ایک اور ثبوت مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ ص۵۰ کے حاشیہ میں یوں دیا ہے "ایک فصلی مکھی جو پلید اور ناپاک زخموں پر بیٹھتی ہے اور اکثر گدھے یا

بیل وغیرہ جو زخمی و مجروح ہوں ان کو ستاتی ہے اس کے اس عجیب خاصہ پر کوئی فلسفی دلیل عقلی نہیں بتلا سکتا کہ وہ اکثر برسات میں تکون کے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی اولاد صرف کیڑے ہوتے ہیں کہ جو ایک ایک سیکنڈ میں دس دس بیس بیس تیس تیس اس کے اندر سے نکلتے ہیں کیا یہ عقل کے برخلاف ہے یا نہیں کہ مادہ اور نر دونوں نوع واحد میں داخل ہوں اور ان کے بچے ایسے ہوں کہ اس نوع سے بکلی خارج ہوں" کانوں کے معمول سے زیادہ ہونے کے لئے فیل افریقہ کی مثال قدرت خدا کو یاد دلاتی ہے ناصر اللہ عالیجناب معلے القاب کہف الحاج سکرر والاتبار نواب فتح علیخان صاحب بہادر قزلباش ۔سی- آئی- ای رئیس اعظم لاہور و تعلقہ دار اودھ نے سیاحت فتح خانی ص۱۵۰ میں لنڈن کے چڑیا گھر کا ذکر کرتے ہوئے اس ہاتھی کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے۔ "یہ ہاتھی قد و قامت میں ہندوستان کے ہاتھیوں کی مانند ہے مگر اس کا سر چھوٹا اور پچھلا حصہ ابھرا ہوا ہے کان اسقدر بڑے ہیں کہ پشت و شکم کا بھی تھوڑا حصہ فطرت نے ان کی جگہ کے لئے خاص کر دیا ہے۔"

۲- مجلسی و دیگر محدثین و مفسرین نے حضرت خذیفہ سے روایت کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یاجوج ایک امت اور ماجوج ایک امت ہے اور ہر ایک امت چار چار سو امت کی ہے نہیں مرتا ان میں سے کوئی مرد جب تک اپنی پشت سے ہزار فرزند نہ دیکھ لے۔ وہ ۳ قسم کے ہیں۔ ایک قسم تو مثل درختوں کے بلند ہے دوسری قسم کا طول و عرض مساوی ہے تیسری قسم دراز گوش ہے جو ایک کان کو فراش بناتے ہیں اور دوسرے کو لحاف۔ ان کا ہراول شام میں اور ساقہ خراسان میں ہوگا۔ مشرق کی نہروں اور بحیرہ طبریہ کو ختم کرینگے۔

مسٹر نور الدین بھیروی نے رسالہ گائڈ تو دی گلڈ ہال لنڈن کی روایت پر تو اعتبار کیا۔ لیکن اسلامی روایات سے نفرت ظاہر کی۔ ہاں کیوں نہ ہو آخر ماجوج کے حواری تھے۔ یہ گائڈ ہی وہ تاریخی ثبوت ہے جس کا منشی جی نے حوالہ دیا ہے لیکن نور الدین ص۱۴۲ کا مضمون بھی صاف نہیں۔ ایک جگہ یاجوج ماجوج کو ایک انسان کہا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "پھر یہ بھی روایۃً یقین کیا گیا ہے کہ ہمارے شہر لنڈن کی بنیاد اسی حمد آوار یاجوج ماجوج نے ڈالی تھی" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمد آور ایک تھا لیکن من بعد ذکر کیا ہے کہ گلڈ ہال کے دراندڑے میں دو بت یاجوج ماجوج کے رکھے ہیں پس پہلے تو آپ کے تاریخی ثبوت میں یہ اختلاف ہے دوم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انگریز ان کی قوم یا اولاد سے ہیں۔ سوم بفرض محال اگر مان لیا جائے۔ کہ انگریز یاجوج ماجوج کی اولاد ہیں لیکن روس کا

ان سے کوئی تعلق نہیں۔ پس آپ لوگوں نے ان کو کس بنا پر ماجوج بنایا۔ چہارم۔ گلڈ ہال کے بتوں کا قد ۱/۲ ۱۴ فٹ لکھا ہے اور اس پر حکیم جی نے کچھ استبعاد نہیں کیا۔ لیکن جب مسلمان یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کی ایک شاخ مثل درختوں کے طویل القامت ہے تو آپ لوگ فوراً اعتراض کر دیتے ہیں کہ کیا بنی آدم ایسے بھی ہوتے ہیں۔

اب بائیبل کا ثبوت بھی ملاحظہ کریں۔ نور الدین ص۱۶۲ میں لکھا ہے کہ بائیبل کی کتاب حزقیل کے باب ۳۸ میں ہے "اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجونگا اور وے جانینگے کہ میں خداوند ہوں" اور اسی باب میں ہے "تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس مسک اور توبال کا سردار ہے" چونکہ مندرجہ بالا عبارت میں ماجوج کے بعد روس ہے اس لئے حکیم جی نے روس کو تو ماجوج بنا دیا۔ اور اس سے قبل جزیروں میں رہنے والوں کا ذکر ہے اور انگلستان بھی جزیرہ ہے اس لئے ان کو یاجوج کا خطاب دے دیا۔ مرزا جی اور ان کے خلیفہ اول کے اجتہاد کا مدرک کتاب حزقیل کی مندرجہ بالا آیت اور مکاشفات یوحنا ہے اول تو یہ کتابیں بوجہ محرف ہونے کے مدرک اجتہاد نہیں ہو سکتیں دوم مکاشفات یوحنا خود محققین علماء نصاریٰ کے نزدیک مشکوک ہے۔ چنانچہ روز نے اپنی کتاب کے ص۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے محققین پروٹسٹنٹ مکاشفات کو نہیں تسلیم کرتے۔ اور دیونیسیش نے کہا ہے کہ بعض قدماء نے اس کو کتب مقدسہ سے خارج کیا تھا۔ اور یہ کہ اس کتاب کو یوحنا حواری کی طرف منسوب کرنا غلط ہے اس کا مصنف حواری نہیں بلکہ وہ نیک آدمی بھی نہیں اور نہ مسیحی ہے اور سرن تھس ملحد نے اس کو یوحنا کی طرف منسوب کیا ہے (تاریخ یوسی بس کتاب ۷ باب ۲۵) مزید تحقیق کے لئے ہماری کتاب حقیقتہ بائیبل دیکھو جبکہ محققین نصاریٰ کے نزدیک یہ کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تو وائے برحال ان مدعیان اسلام کے جو ایسی کتاب کو مدرک اجتہاد و تحقیق قرار دیں۔ کیا اس عتاب کو بھول گئے جو رسول خدا نے حضرت عمرؓ پر کیا تھا جب کہ انہوں نے بائیبل کی عبارات کو اسلام میں داخل کرنے کا مشورہ دیا۔ سرور کائنات بہت خفا ہوئے اور پر عتاب لہجہ میں فرمانے لگے یا ابن الخطاب اتتھوکون کما تھوکت الیہود والنصاریٰ واللہ لقد جئتکم بیضاء نقیہ لو کان موسیٰ حیا ما کان وسعہ الا اتباعی اور مشکوٰۃ ص۵۳ میں ہے روی الدارمی عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ بنسخۃ من التورات فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بوجہ رسول اللہ صلعم فنظر عمر فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ فقال رسول اللہ

والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعوہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل حاصل کلام یہ ہے
کہ حضرت عمر توریت کا ایک نسخہ لیکر حاضر خدمت جناب رسولؐ ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ نسخہ توریت ہے
حضرت خاموش رہے وہ پڑھنے لگے اور حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکر نے کہا تجھ پر رونے
والیاں روئیں اے عمر چہرہ رسول کو نہیں دیکھتا۔ اسپر حضرت عمر توبہ کرنے لگے حضرت نے فرمایا کہ اگر موسیٰ
ظاہر ہو جائے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کے پیچھے لگو تو تم راہ راست سے گمراہ ہو جاؤ۔ اس سے ثابت ہوتا
ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کو اتنی بات بھی سخت ناگوار گذرتی تھی کہ کوئی شخص آپ کے سامنے محرف
بائبل پڑھے[1]۔ لیکن چودھویں صدی کے مدعی مہدویت کی تحقیقات کا مدار اسی بائبل کی آیات پر ہے
اگر کسی احمدی کو ہمارے بیان میں شک ہو تو اس کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ کسی حدیث رسول سے یہ
ثابت کر دے کہ یاجوج انگریز و ماجوج روس ہیں اور اگر ایسا ثابت نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں ہو
سکتا تو انہیں تقول علی اللہ و علی الرسول صلعم سے ڈرنا چاہئے۔ کاش کہ بائبل سے ہی یہ ثبوت کافی
و کامل بہم پہنچا سکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بھی ان کی مدد نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اول تو حزقیل کے مندرجہ
بالا حوالہ میں اردو ترجمہ بائبل مطبوعہ فیض بخش سٹیم پریس شہر فیروزپور ۱۹۰۸؁ء میں روش لکھا ہے
اور بائبل کے ایک قدیم انگریزی ترجمہ [illegible] میں یہ عبارت ہے

38/2 son of man, let thy face against Gog, the land of magog, the chief prince of meshech & Tubal & prophecy against them.

اس عبارت میں مسک اور توبال ہی لکھا ہے روش کا نام نہیں۔ پس بائبل کا ثبوت بھی خام نکلا
۱۹۰۶؁ء میں شہر لنڈن میں ایک کتاب مسمّٰے بہ Prophetical Suggestions شائع ہوئی ہے۔
اس کے مصنف نے صفحہ ۲۸۸ میں آیات و مضمون مندرجہ بالا کتاب حزقیل کی نسبت یہ لکھا ہے +

The revised version speaks of Gog as prince of Rosh, meshech & Tubal. The similarity of the first of these names to Russ has apparently given rise to the suggestion that in Gog & magog the Russians are specially refd: to. The applicability of Rosh to the Russians seems doubtful.

[1] دین کے بارے میں کتب محرفہ بائبل کو اصل قرار دینا ہی گناہ عظیم ہے۔ ہاں اگر کسی آیت یا حدیث کی تائید میں کوئی آیت بائبل کی نقل آئے اس کو تائید میں پیش کرنے سے مصدقاً لما معکم کی تصدیق ہوتی ہے لیکن مسئلہ زیر بحث میں معاملہ برعکس ہے کسی حدیث سے روسیوں و انگریزوں کا یاجوج و ماجوج ہونا ثابت نہیں ہوتا +

یعنے مرمہ آیت کتاب خرقیل یاجوج کو روش۔ مسک اور توبال کا سردار بیان کرتی ہے۔ ان ناموں میں سے پہلے نام یعنے روش کی لفظ روس سے مطابقت کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج سے روسی مراد ہیں لیکن لفظ روش کا اطلاق روسیوں پر مشتبہ معلوم ہوتا ہے اس پادری کی تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ اس آیت میں تحریف کی گئی۔ لفظ روش اس میں پہلے موجود نہ تھا لیکن انیسویں صدی میں یہ اضافہ کیا گیا۔ پادریوں کی ایک بڑی معتبر کتاب Studies in the Scriptures. Series 1 صفحہ ۲۰۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے We must remember that many passages found in the modern copies are additions which do not properly belong to the Bible. (ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ نسخوں کے بہت سے حصے اضافہ کئے گئے ہیں جو در اصل بائیبل سے تعلق نہیں رکھتے) پس ایسی محرف کتاب پر اعتبار ہی کیا ہے۔ دوم۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ لفظ روش سے روسی مراد نہیں۔ اور اس لفظ کا اطلاق روسیوں پر خود محققین علماء نصاریٰ کے نزدیک بھی مشتبہ ہے اس لئے خصم کو اس سے استدلال کرنے کا حق نہیں۔ سوم اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برفرض تسلیم صحت بائیبل غایت مافی الباب یہ ہے کہ روسی ہی یاجوج و ماجوج دونوں ہیں لیکن مرزائی انگریزوں کو یاجوج اور روسیوں کو ماجوج بتاتے ہیں اور یاجوج و ماجوج کے بارے میں قرآن فرماتا ہے حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون پ۱۷ یعنے یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کھول دئے جاویں اور ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوئے چلے آویں۔ لیکن روسی اپنے ملک سے باہر کہیں ڈھلکتے ہوئے نہیں گئے بلکہ اپنی سلطنت کی چار دیواری میں ہی مقید ہیں پس اس تاویل کی رو سے بھی خروج یاجوج و ماجوج نہیں ہوا۔

(۳) پ۱۶ ۲ میں خداوند عالم ذکر یاجوج و ماجوج میں فرماتا ہے قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض یعنے یاجوج و ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں اس کے ذیل میں ایک قول یہ لکھا ہے کہ ان کا خروج ایام ربیع میں ہوگا اور نہ چھوڑینگے کسی سبزی کو مگر کھا جائینگے اور نہ کسی خشک شے کو مگر اسے اٹھا لینگے۔ بخاری جلد ۴ آخر کتاب الفتنۃ میں زینب بنت جحش سے روایت ہے ان رسول اللہ دخل علیہا یوماً فزعا یقول لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب افتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل ھذہ و حلق باصبعیہ بالابہام والتی تلیہا قالت زینب بنت جحش فقلت یا رسول اللہ انہلک و فینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایک دن لا الہ الا اللہ کہتے تشریف لائے اور

فرما رہے تھے۔ کہ افسوس ہے عرب کے لئے اس شر سے جو یاجوج و ماجوج کی دیوار ٹوٹنے سے قریب ہوا ہے۔ اور تفسیر درمنثور جلد ۴ صـ ۳۳۷ میں متعدد احادیث صحیحہ بطریق اہل سنت رسول اللہ سے مروی ہیں جن میں لکھا ہے فیسیرون الی خراب الدنیا فیموجون فی الارض فیفسدون فیہا یخرجون یاجوج و ماجوج فلا یترکون احدا الا قتلوہ صـ ۳۳۸ فیفسدون فی الارض ویحاصرون المومنین فی مدینۃ ایلیاء صـ ۳۳۶ لا یاتون علی شئی الا اھلکوہ وغیرہ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج زمین میں فساد کرینگے۔ مومنوں کو شہر ایلیا میں محصور کرینگے نہ گزرینگے کسی شے پر مگر اس کو ہلاک کر دینگے اور نہ کسی شخص پر مگر اس کو قتل کر دینگے۔ مسلمان ان سے بھاگ کر اپنے قلعوں اور شہروں کی طرف چلے جاوینگے اور ان کی طرف اپنے مویشی بھینکدینگے۔ صرف اہل حصون ہی ان کی دستبرد سے بچینگے۔ ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج وحشی قومیں مفسد لٹیرے۔ سفاک۔ مسلمانوں پر ظلم کرنے والے ہونگے۔ لیکن مرزائی صاحبان جن کو یاجوج ماجوج کہ رہے ہیں یعنی انگریز و روس۔ روس کو تو جانے دو۔ اس سے ہمیں پالا نہیں پڑا لیکن انگریزوں کو ہم پر حکومت کرتے ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا۔ ان کے زیر حکومت آیا۔ ہم لوٹے گھسوٹے گئے۔ یا امن وچین میں رہے۔ خود مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت کئے گئے ہیں۔ ازالۃ الاوہام حصہ دوم صـ ۲۵۵ میں لکھتے ہیں:۔ کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ (انگریزی) کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے ہرگز نہیں پا سکتے۔" پس خود مرزا جی کے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ انگریزوں کی حکومت بڑی با امن ہے۔ پس جب کہ ان میں یاجوج کی صفت بھی نہیں پائی جاتی تو کوئی عقلمند ان کو اس نام سے کیسے نامزد کر سکتا ہے۔

۴۔ حدیث میں وارد ہے کہ وہ مشرق کی نہروں اور بحیرہ طبریہ کو پی جائینگے اور آپ کے امروہی صاحب نے شمس بازغہ میں حدیث مہدی میں مشرق سے قادیان مراد لیا ہے پس یہاں بھی آپ کی تاویل کی رو سے مشرق سے مراد قادیان ہی ہونا چاہئے لیکن قادیان میں کوئی نہر نہیں۔ پس قادیان مشرق میں نہیں۔ اور اگر مشرق سے ہندوستان مراد لیں۔ تو بھی حدیث کے الفاظ صادق نہیں آتے کیونکہ انگریزوں نے اس کی نہروں کا پانی پی نہیں لیا۔ بلکہ یہاں کی زمینوں کی آبپاشی کے لئے اسے استعمال کیا ہے۔ اور اگر نہر نکالنے کو ہی آپ پینا کہتے ہیں تو انگریزوں و روسیوں نے تو مغرب میں بھی نہریں نکالی ہیں۔ پھر حدیث میں مشرق کی تخصیص کا فائدہ؟ غرض آپ کی تاویلات رکیکہ ہر وجہ سے اوھن من بیت العنکبوت ہیں۔

درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۳۲ میں بروایت ابن جریر ؒ مروی ہے یشربون الفرات والدجلۃ وبحیرۃ

طبریہ۔ یعنی فرات و دجلہ و بحیرہ طبریہ کو پی جاوینگے۔ لیکن روس و انگریز مرزاجی کی زندگی میں فرات و دجلہ پر پہنچے ہی نہیں اور نہ اس کا پانی پی گئے اور نہ ان سے کوئی نہر نکالی

۵۔ تفسیر قمی کی پوری عبارت یہ ہے عن ابی عبد اللہ لیس رجل منہم یموت حتی یتولد لہ من صلبہ الف ذکر ثم قال ہم اکثر خلق خلقوا بعد الملائکۃ۔ اور امیر المومنین سے روایت ہے فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکا وکان وعد ربی حقا قال اذا کان قبل یوم القیامۃ فی اخر الزمان انہدم ذالک السد وخرج یاجوج وماجوج الی الدنیا واکلوا الناس وھو قولہ تعالیٰ حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی نہیں مرتا جب تک اس سے ہزار بیٹے پیدا نہ ہوں (اس کی تائید حذیفہ یمانی کی روایت سے بھی ہوتی ہے در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۳۷) اور یہ ملائکہ کے بعد تعداد میں سب مخلوق سے زیادہ ہیں جب اللہ کا وعدہ آخری زمانہ میں قبل قیامت کے آئیگا تو یہ سد گر جائیگی اور یاجوج ماجوج اس دنیا کیطرف نکلینگے اور لوگوں کو کھائینگے۔ اب بتلائیے۔ انگریزوں پر کونسی صفت صادق آتی ہے۔

۶۔ تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۳۷ میں بروایت احمد مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن جریر۔ ابن منذر اور بیہقی لکھا ہے اور معاد بحار میں بھی ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دجال بطال کو قتل کرنے کے بعد ہوگا۔ اگر بر فرض تسلیم پادریوں کو دجال اور انگریزوں کو یاجوج ماجوج مانا جائے۔ اور قتل دجال سے عیسٰے کی موت کا ثبوت اور اس سے عیسائیت کا اضمحلال تسلیم کیا جائے تو یہ ۱۹۰۲ء میں ہوا جب کہ **ازالہ** طبع ہوا۔ چاہئے تھا کہ ۱۹۰۲ء کے بعد انگریز ہندوستان میں آتے۔ لیکن انگریز شاید مرزاجی کے وجود سے پہلے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ پس مرزا صاحب کی تاویل باطل ہوئی +

۷۔ یوم خروج کی حالت خدا فرماتا ہے وترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض (اور چھوڑینگے ہم اس دن ان کے بعض کو کہ بعض میں ازدحام کریں)

معاد بحار میں ہے ای ترکنا یاجوج وماجوج یوم انقضا امر السد یمرجون فی الدنیا مختلطین لکثرتہم ویکون حالہم کحال الماء الذی یتموج باضطراب امواجہ یعنے چھوڑینگے ہم یاجوج وماجوج کو جس دن امر سد منقضی ہو جائیگا کہ موج ماریں دنیا میں مختلط ہوں بوجہ اپنی کثرت کے اور ہو ان کا حال مثل حال پانی کے جو موج مارتا ہے۔ اضطراب امواج سے۔ یہ بات بھی انگریزوں و روسیوں پر صادق نہیں آتی۔ روسی ایک اور علاقہ پر حکومت کرتے ہیں۔ اور انگریز دوسرے پر نہ ان کے ملکوں سے باہر ان کی کثرت ہے۔ مرزاجی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کرکے پھر ایک دوسرے

پر حملہ کرینگی یعنی انگریز و روس کے درمیان لڑائی ہوگی (ازالہ صفحہ ۲۵۴) اول تو یہ تاویل الفاظ قرآن سے نہیں نکلتی۔ دوم۔ یومئذ کے لفظ سے ثابت ہے کہ ان کے خروج کے دن ہی ایسا ہوگا۔ لیکن مدعی مسیحیت بھی مر گئے اور بقول ان کے ان کا دجال بھی فنا ہوگیا لیکن ترکنا بعضھم یموج فی بعض کا وعدہ پورا نہ ہوا۔ سوم۔ بنا بر تاویل مرزا صاحب چاہئے تھا کہ جس وقت انگریز و روس کی سرحدیں پاس پاس ہوئیں اس وقت ان میں جنگ ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ان میں عہد نامہ ہوا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہی انگریز و روس جن کی جنگ کی پیشگوئی جلی حروف میں ازالہ صفحہ ۲۵۵ میں شائع کی گئی تھی۔ آج متحد ہیں اور جرمنی کے خلاف لڑ رہے ہیں آئندہ کا علم خدا کو ہے۔ عہد و پیمان ہو کر پھر ٹوٹ جاتے ہیں متحدہ دول مخالف ہو جاتی ہیں۔ لیکن بفرض محال اگر ان دو قوموں کو یاجوج و ماجوج مانا بھی جائے تو ترکنا الخ کی تاویل غلط ٹھیرتی ہے۔

۸۔ ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے کتاب مجمع الروائق میں باسناد خود حضرت سلمان فارسی سلام اللہ علیہ سے حدیث بساط روایت کی ہے جس میں جناب علی و امام حسن و محمد بن حنفیہ و محمد ابن ابی بکر و عمار یاسر و مقداد اسود رضوان اللہ علیہم کا بساط پر سوار ہو کر دیار یاجوج و ماجوج میں جانا۔ اور ان کی تینوں قسموں کو ملاحظہ فرمانا مذکور ہے۔ ایسی چشم دید روایت کے موجود ہوتے ہوئے ژٹل قافیوں پر کون کان دھر سکتا ہے (حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۱۳۳)

۹۔ متفقہ حدیث میں ہے کہ یاجوج و ماجوج تمام زمین میں پہنچینگے مگر مکہ۔ مدینہ و بیت المقدس میں راہ نہ پاوینگے۔ لیکن انگریز و روس بیت المقدس میں جاتے ہیں۔

۱۰۔ ابو رافع نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے فیبعث اللہ علیہم نغفاً فی اعناقھم فیدخل فی آذانہم فیھلکون بھا فقال النبی والذی نفس محمد بیدہ لان دواب الارض لتسمن وتشکر من لحومہم سکراً یعنے آخر اللہ تعالےٰ ان کی گردنوں پر کرم بھیجے گا جو ان کے کانوں میں داخل ہونگے اور وہ ان سے ہلاک ہو جائینگے حضرت نے فرمایا مجھے اللہ کی قسم ہے۔ زمین کے چوپائے ان کا گوشت کھا کر موٹے اور مست ہو جائینگے۔ نواس بن سمعان کی حدیث میں ہے فیرسل علیہم نغفا فی رقابھم فیصبحون موتی کموت نفس واحدۃ (در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۳۷) اسی کے قریب الفاظ حضرت حذیفہ ابن مسعود

لے جلال الدین سیوطی کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۱ سے ۱۵۳ تک بڑے زور سے دعوے کیا گیا ہے کہ ان کے پاس صحت احادیث کا معیار کشف بھی ہے صفحہ ۱۵۱ میں سیوطی کو اہل کشف سے شمار کیا ہے اور یہ کہ انہوں نے بہتیری حدیثوں کی تشریح بذریعہ کشف کی ہے اور پھر صاحب کشف کی تصحیح کو علماء حدیث کی تصحیح پر ترجیح دی ہے۔ جن سے سیوطی کی توثیق معلوم ہوتی ہے ۔

کعب اور عبداللہ بن عمرو بن العاصی وغیرہ سے بھی مروی ہیں ص۳۲۸ اس کی تائید مکاشفہ یوحنا باب ۲۰ آیت ۷ تا ۱۰ سے بھی ہوتی ہے۔

"اور جب ہزار برس[1] پورے ہو چکینگے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جاویگا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہونگی یعنی یاجوج وماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلیگا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت[2] کے برابر ہوگا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیل جاوینگے اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لینگے۔ اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائیگی۔ اور ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈالا جاویگا جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی[3] بھی ہوگا اور وہ رات دن ابدالآباد عذاب میں رہینگے"۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہؤا کہ مرزا صاحب کی تاویلات درست نہیں اور چونکہ احادیث سنی و شیعہ میں یاجوج وماجوج کے بارے میں ایسی تصریحات وارد ہیں جو انگریزوں اور روسیوں پر چسپاں نہیں ہوتیں اس لئے علماء فریقین کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ ان تصریحات کو خواہ مخواہ ان پر چسپاں کریں۔ ان کا ایمان رسول کریم کی پیشگوئیوں اور یومنون بالغیب پر ہے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ قومیں کہاں ہیں اور ہمیں دکھاؤ ایسے جلد باز کو یہ کہنا چاہئے کہ ہر ایک چیز کے وجود کا یقین صرف دیکھنے سے ہی نہیں ہوتا۔ ہمیں لنڈن کے وجود پر یقین ہے اگرچہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ کیونکہ جن لوگوں نے اسے دیکھا ہے بوجہ تواتر کے صدور کذاب اس گروہ سے محال ہے اسی طرح یاجوج وماجوج وسد ذوالقرنین کے وجود کی شہادت ہمیں ایسے شخصوں سے پہنچی ہے جن سے بوجہ عصمت صدور کذب محال ہے یعنے حضرت علیؑ وحسنین علیہم السلام۔ پس جس طرح بہشت و دوزخ کے وجود پر ہمیں ایمان بالغیب ہے اسی طرح ان تمام پیشگوئیوں پر بھی ہمیں ایمان بالغیب ہے جن کے ظاہر ہونے کا زمانہ ابھی نہیں آیا۔

احمدی ۔۴۔ کسوف وخسوف در ماہ رمضان فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۰۰ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی کے قیام سے پہلے دو نشان ظاہر ہونگے کہ آدم کے زمین پر آنے سے لیکر آجتک ظاہر نہیں ہوئے وہ یہ کہ سورج کو گہن لگے گا نصف ماہ رمضان میں اور چاند کو اُسکے آخر میں۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اے فرزند رسول دستور تو یہ ہے کہ سورج کو آخر ماہ میں گہن لگتا

---

[1] مکاشفہ میں اس کا ذکر نہیں کہ کب سے یہ مدت شمار کرنی چاہئے اس لئے وقت کو توجہ دو بجد اکرو
[2] حدیث کی تصدیق ہے۔
[3] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خروج یاجوج وماجوج سے پہلے ایک جھوٹا نبی بھی ہوگا۔ اس سے اغلباً مرزا صاحب قادیانی مراد ہیں ۔

ہے۔ اور چاند کو نصف ماہ میں تو آپ نے فرمایا ہم اس کو خوب جانتے ہیں جو تم کہتے ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں نشانات ایسے ہیں کہ ہبوط آدم سے اب تک ایسے نہیں ہوئے۔ ایسی ہی ایک حدیث **اکمال الدین** میں بھی ہے جس میں شہر رمضان کا تو ذکر نہیں مگر آخر حدیث میں یہ الفاظ مولف کے اپنی طرف سے بڑھائے گئے ہیں فعند ذالک یسقط حساب المنجمین یعنے یہی وقت ہوگا کہ منجمین کا حساب غلط ٹھرایا جاویگا۔ مگر نظام قدرت اور قانون الہی یعنی قرآن پر نظر کی جائے تو یہ سلسلہ اسی دستور پر جاری رہتا ہے اور رہتا ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ لیکن سیدھی راہ یہ ہے کہ حدیث کا جو حصہ مطابق قرآن و قانون قدرت ہے اس کی تصدیق کر کے باقی کو حوالہ بخدا کیا جائے۔ جیسے کہ امام محمد باقر کے اپنے الفاظ سے مترشح ہے جو اس شخص معترض کے جواب میں فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس حدیث کی عجیب تشریح فرمائی ہے جس سے الفاظ حدیث کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے اور مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جن تاریخوں میں عموماً سورج گرہن ہوتا ہے یعنے ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ اس کی درمیانی تاریخ لے لیجائے اور جن تاریخوں میں چاند گہن ہوتا ہے یعنی ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ان کی آخری تاریخ اور واضح ہو کہ یہ گہن ٹھیک ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں ۱۳ و ۲۸ کو واقع ہو چکے ہیں اور حضرت نے اپنی تصدیق پر ان سے استدلال فرمایا ہے

شیعہ۔ جو حدیث آپ نے روضۂ کافی سے نقل کی ہے وہ ضعیف ہے دیکھو **مراۃ العقول شرح فروع کافی** جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ حدیث نمبر ۲۵۸۔

دوم۔ منشی جی نے کافی کی حدیث کی عبارت بایں الفاظ لکھی ہے آیتان یکونان قبل قیام القائم لیکن ہمارے پاس جو کافی کا نسخہ ہے اس میں قبل القائم لکھا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو علامتیں حضرت قائم کے ظہور سے پہلے ہونگی۔ لیکن کسوفین مذکورین مرزا صاحب کے ظہور کے بعد ہوئے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۰ھ[1] میں دعوے مہدویت کیا (عسل مصفےٰ صفحہ ۵۱۹) اور ۱۳۱۱ھ ہجری میں کسوفین ہوئے۔

سوم۔ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ایسے گہن حضرت آدم کے وقت سے لیکر اس وقت تک کبھی

---

[1] مرزائی کہا کرتے ہیں کہ جو شخص ۲۳ سال تک دعوے نبوت کرتا رہے اور اتنی مدت میں نہ مرے اور نہ ہلاک ہو تو وہ اپنے دعوے میں صادق ہے اس معیار کی رو سے بھی مرزا جی کا دعوے باطل ہے کیونکہ ۱۳۰۰ھ میں انہوں نے دعوے کیا اور ۱۳۲۶ھ میں مر گئے تو صادق نہ ہوئے اور کتاب نور الدین صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ ۱۳۰۰ھ میں مرزا جی کی عمر ۴۰ سال تھی تو ۱۳۲۶ھ میں ۶۶ سال کے ہوئے اور الہامی عمر ۷۵ یا ۸۰ سال کی تھی۔ بہ سبب دعوے باطل کے خدا نے ان کی عمر کم کر دی ◆

نہ ہوئے ہونگے اور دار قطنی میں حضرت محمد بن علی سے مروی ہے ان للمھدی آیتین لم تکونا منذ خلق السماوات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منہ یعنے مہدی کے لئے دو آیتیں ہیں جو نہیں ہوئیں جب سے آسمان وزمین پیدا ہوئے۔ لیکن جن گہنوں کا آپ پتہ دے رہے ہیں وہ کئی دفعہ پہلے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حدائق النجوم صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۷ و واسٹرونومی مصنفہ مسٹر نارمن لوکیر صفحہ ۱۰۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ قمری دور ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے اور شمسی دور ۱۸ سال ۱۰ دن (کبھی ۱۱ و ۱۲ دن) ۷ گھنٹے ۴۲ منٹ اور ۳۳ سیکنڈ کا۔ ایک دور کے بعد چاند و سورج گہن پھر اسی ترتیب سے واقع ہونے شروع ہو جایا کرتے ہیں کہ جس ترتیب سے دور گذشتہ میں واقع ہوئے۔ اس قاعدہ کے بموجب مسٹر کیتھ نے اپنی کتاب یوز آف دی گلوبس میں کسوف وخسوف کی جدول صفحہ ۲۷۳ سے ۲۷۶ تک شائع کی ہے اور کلیہ قواعد بیان کئے ہیں جن کی رو سے ابتدائی سنہ ہجری سے ۱۳۱۲ سنہ ہجری تک جن سالوں میں اسی التزام سے چاند و سورج گہن ماہ رمضان المبارک میں واقعہ ہوئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

نقشہ مظہرہ سنین وقوع کسوفین در ماہ رمضان المبارک

ایک گہن دوسرے گہن سے کتنے عرصہ بعد ہوا	دور اول	دور دوم	دور سوم	دور چہارم	دور پنجم	دور ششم
	رمضان ۱۸ھ	رمضان ۲۴۱ھ	رمضان ۴۶۴ھ	رمضان ۶۸۷ھ	رمضان ۹۱۰ھ	رمضان ۱۱۳۳ھ
ایک سال بعد	″ ۱۹ھ	″ ۲۴۲ھ	″ ۴۶۵ھ	″ ۶۸۸ھ	″ ۹۱۱ھ	″ ۱۱۳۴ھ
۴۳ ″ ″	″ ۶۲	″ ۲۸۵	″ ۵۰۸	″ ۷۳۱	″ ۹۵۴	″ ۱۱۷۷
۱ ″ ″	″ ۶۳	″ ۲۸۶	″ ۵۰۹	″ ۷۳۲	″ ۹۵۵	″ ۱۱۷۸
۲۲ ″ ″	″ ۸۵	″ ۳۰۸	″ ۵۳۱	″ ۷۵۴	″ ۹۷۷	″ ۱۲۰۰
۲۲ ″ ″	″ ۱۰۷	″ ۳۳۰	″ ۵۵۳	″ ۷۷۶	″ ۹۹۹	″ ۱۲۲۲
″ ″	″ ۱۰۸	″ ۳۳۱	″ ۵۵۴	″ ۷۷۷	″ ۱۰۰۰	″ ۱۲۲۳
۴۴ ″ ″	″ ۱۵۲	″ ۳۷۵	″ ۵۹۸	″ ۸۲۱	″ ۱۰۴۴	″ ۱۲۶۷
۴۴ ″ ″	″ ۱۹۶	″ ۴۱۹	″ ۶۴۲	″ ۸۶۵	″ ۱۰۸۸	″ ۱۳۱۱
۱ ″ ″	″ ۱۹۷	″ ۴۲۰	″ ۶۴۳	″ ۸۶۶	″ ۱۰۸۹	″ ۱۳۱۲

اس نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۲۳ سال کے ایک دور قمری میں ۱۰ دفعہ ماہ رمضان میں کسوفین ہوئے اور

سنہ ۱۳۱۲ ہجری تک ساٹھ دفعہ۔ اور چونکہ مرزا صاحب نے اپنے دور کو ابتدائے آفرینش سے ساتوان ہزار سال قرار دیا ہے تو ابتدائے دنیا سے ان کے وقت تک قریباً ۳۰۰ دفعہ ایسے گہن ہو چکے ہیں +

جب مرزا صاحب علیہ ما وجب کو یہ جتلایا گیا کہ تیرھویں اور اٹھائیسویں ماہ رمضان کو چاند و سورج گہن بہت دفعہ ہو چکے ہیں تو آپ نے چالاکی سے یہ شرط لگا دی کہ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو (رسائل اربعہ صفحہ ۴۲۶) اور نیز فرمایا کہ اگر کسی کا یہ دعوے ہے کہ کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں ماہ رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف وخسوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۶) اب ہم ذیل میں ایک اور نقشہ دیتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ کن کن مدعیوں کے زمانے میں اس ترتیب سے ماہ رمضان میں چاند و سورج گرہن ہوئے +

نام مدعی مہدویت یا نبوت ورسالت	سنہ پیدائش یا وفات یا دعوے جو معلوم ہے	حوالہ کتاب	سنین ہجری جنکے ماہ رمضان میں کسوفین ہوئے بموجب لو زآف دی گلوبس
۱۔ امام استاد و ہادینا خلیفۃ اللہ الاکبر حضرت مہدی موعود ابن الحسن العسکری علیہما السلام	سنہ ۲۵۵ھ سال ولادت	ابن خلکان وغیرہ	سنہ ۲۴۱ ہجری و سنہ ۲۴۲ ہجری
۲۔ عباس	سنہ ۶۹۰ھ میں دعوے کیا	عسل مصفےٰ	۷۷۶ و ۷۷۷
۳۔ تویزری	شروع صدی ہشتم	حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۳۱	۷۳۱ و ۷۳۲
۴۔ محمد بن عبد اللہ مصری	۹۱۷ میں دعوے کیا	ہدیۂ مہدویہ صفحہ ۱۸۹	۹۱۰ و ۹۱۱
۵۔ عیسےٰ ابن مہرویہ شامی	۲۹۱ میں مرا	تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵۸	۲۸۵ و ۲۸۶
۶۔ سید احمد بریلوی	تیرھویں صدی کے شروع میں	تواریخ احمدی	۱۲۰۰-۱۲۲۲ و ۱۲۲۳
۷۔ محمد عبد اللہ مہدی کذاب	۲۹۶ میں دعوے کیا	عسل مصفےٰ	۲۸۵-۲۸۶ و ۳۰۸
۸۔ محمد احمد سوڈانی مدعی مہدویت	۱۲۹۹ " " "	"	۱۲۶۷ و ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲
۹۔ محمد عبد اللہ بن عمر	۱۳۰۱ " " "	"	۱۳۱۱ و ۱۳۱۲
۱۰۔ محمد علی باب	سنہ ۱۲۳۹ سے سنہ ۱۲۹۹ تک	"	سنہ ۱۲۶۷ ہجری
۱۱۔ شیخ محمد خراسانی	دسویں صدی ہجری تک	ہدیۂ مہدویہ صفحہ ۱۶۱	۹۱۰-۹۱۱-۹۵۴ و ۹۵۵
۱۲۔ ڈوئی امریکانی مدعی مسیحیت ورسالت	سنہ ۱۳۲۵ میں مرا	اخبار ابزرور لاہور و حقیقۃ الوحی	۱۳۱۱ و ۱۳۱۲

۱۳- مہدی شامی	۱۲۱۳ھ میں دعوےٰ کیا	عمل مصفےٰ	۱۲۱۰-۱۲۲۲ و ۱۲۲۳
۱۴- حسن بن صباح	۴۸۳ میں دعوےٰ ۵۱۸ھ میں موت	"	۵۰۸ و ۵۰۹
۱۵- عبدالمومن	از ۴۹۰ھ تا ۵۵۸ھ	"	۵۰۸-۵۰۹-۵۳۱-۵۵۳ و ۵۵۴
۱۶- محمد بن تومرت ہندی	از ۴۸۵ تا ۵۲۴	ابن خلکان ج ۲ ص ۳	۵۰۸ و ۵۰۹
۱۷- ثمود	سال دعوے ۱۱۱۸ھ	عمل مصفےٰ	۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۱۳۳ و ۱۱۳۴

مندرجہ بالا نقشہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۷ مدعیان مہدویت و مسیحیت و نبوت و رسالت کے زمانوں میں ماہ رمضان میں چاند و سورج گرہن اسی ترتیب سے ہوئے جس ترتیب سے ۱۳۱۱ھ میں ہوئے۔ اس پر مرزا صاحب نے چالاکی سے حقیقۃ الوحی ص ۱۹۵ میں یہ لکھ دیا کہ مہدی موعود کے وقت میں دو دفعہ ایسے گرہنوں کا ہونا احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک بار تو ۱۳۱۱ھ میں ہندوستان میں پھر ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں ہؤا۔ لیکن اول تو احادیث میں ایک دفعہ کے گرہن کا ذکر ہے۔ دوم۔ ماہ رمضان میں جو گرہن ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں ہوئے وہ چودھویں رات اور انتیسویں دن کو ہوئے۔ حالانکہ حدیث کی تاویل آپ کے مذہب کے رو سے یہ ہے کہ تیرھویں رات اور اٹھائیسویں دن کو خسوف وکسوف ہو۔ سوم مندرجہ بالا نقشہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶ مدعیوں کے وقت میں دو دو دفعہ ایسے گرہن ہوئے اور بعض کے زمانہ میں تین اور چار دفعہ ایسے گرہن ہوئے۔

واضح ہو کہ ان گرہنوں کی نسبت مختلف روائتیں ہیں سنیوں کی روایت ابن ماجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کو نصف ماہ رمضان میں اور چاند کو شب اول ماہ مبارک میں گرہن لگیگا لیکن یہ روایت ان کے محدثین کے نزدیک بھی ضعیف ہے **کافی** کی حدیث بتلاتی ہے کہ چاند کو آخر ماہ رمضان اور سورج کو وسط میں گرہن ہوگا۔ لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے البتہ **اکمال الدین** صفحہ ۳۶۸ کی حدیث صحیح ہے اس میں حضرت باقر نے فرمایا ہے کہ ۵ ماہ رمضان کو چاند گرہن اور ۱۵ کو سورج گرہن ہوگا۔ اور اسپر آپ کی تاویلی صورت بھی کام نہیں کرتی۔

قانون قدرت کا نام نیچریوں سے اخذ کیا گیا ہے اور یہی دلیل ہے اور آپ نیچریوں کے کاسہ لیس ہیں۔ سنیئے۔ اس قانون قدرت کے جواب میں ہم انہی الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے ماسٹر مرلی دھر آریہ کے جواب میں کہے جس نے شق القمر کا استبعاد ثابت کیا تھا۔ سرمہ چشم آریہ ص ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ شق القمر (یا کسوفین) کا استبعاد عقلی درحقیقت ایسا نہیں ہے جیسا کہ نادان نیم حکیم (یا نیم نیچری) خیال کرتے ہیں۔ ابھی تک کسی عقل نے خواص قمری و شمسی پر احاطہ نہیں کیا اور نہ یہ ثابت

کیا کہ خدا تعالےٰ ان چیزوں کو بنا کر بکلی بے تعلق ہوگیا ہے اور اب یہ چیزیں اس سے باغی ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے دونوں ہاتھ محو اور اثبات کے ابدی طور پر کھلے ہیں اور اپنی بے انتہا اور ناپیدا کنار قدرتوں سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ اس میں (قمر) میں حکیم مطلق نے انشقاق و انفصال کی دونوں خاصیتیں رکھی ہوں جن کا ظہور اوقات مقررہ سے وابستہ ہو۔ اور ازلی ارادہ سے وہی وقت ظہور مقرر ہو جبکہ ایک نبی سے ایسا ہی معجزہ مانا گیا ۔ الخ اور اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ میں لکھتے ہیں۔ "اور یہ کہنا کہ خدائے تعالےٰ کی وہی قدرت قابل تسلیم ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کا نام جہالت رکھیں یا تعصب و دیوانگی۔ اگر خدائے تعالےٰ کی قدرتوں میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان کے اندازۂ فہم سے زیادہ نہ ہوں تو بس پھر اس کی قدرتیں ہوچکیں۔ قدرت ربانی تو اس کا نام ہے کہ عقل انسانی اس کے اسرار تک نہ پہنچ سکے اگر ہم تمام الٰہی قدرتوں کی تمام و کمال حقیقت پر احاطہ کرسکتے ہیں تو گویا ہم نے خدا پر ہی احاطہ کرلیا ہے" الخ

پس اے حق کے طالبو! جبکہ مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے کہ خدا کے دونوں ہاتھ محو و اثبات کے ابدی طور پر کھلے ہیں۔ تو پھر اس میں کیا استبعاد ہے کہ وہی خدائے قدیر ایک ہاتھ سے منجموں کے قاعدے کو محو کردے کیا شمس و قمر کو بنا کر خدا ان سے بے تعلق ہوگیا ہے یا یہ چیزیں اس سے باغی ہوگئی ہیں یا کہ خدا کے محو کا ہاتھ نعوذ باللہ لنجا ہوگیا ہے۔ اور کیا یہ ممکن نہیں کہ جیسے حکیم مطلق نے ان دو جرموں میں انشقاق و انفصال کی دونوں خاصیتیں رکھیں جن کا ظہور نبی کریم کے زمانہ سے وابستہ کیا ایسے ہی اسی حکیم قدیر نے خسوف و کسوف مذکور کی ایسی خاصیتیں رکھی ہوں جن کا ظہور حضرت مہدی کے ظہور کے قریب زمانہ سے وابستہ ہو تاکہ اسلام کی صداقت پر آسمان کے یہ دو روشن نور گواہ عادل ٹھیریں اور حضرت مہدی کی جلالت شان بھی معلوم ہو۔ ادھر نبی کریم و ائمہ دین کی قوت کشفی کی حقیقت بلوہ گر ہو۔ اور ادھر ولہ اسلم من فی السماوات والارض کا منظر نظر آئے۔

پس یہ کسوفین نہ قرآن کے مخالف ہیں اور نہ حقیقی قانون قدرت کے اس لئے ظالم ملحدوں ہی کا کام ہے کہ من عند انفسہم ان کی تاویل کریں اور یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض کے مصداق ٹھیریں۔ اگر آپ یہ ثابت کریں کہ صاحب اکمال الدین نے حدیث مذکور میں فعند ذالک یسقط حساب المنجمین اپنی طرف سے بڑھایا ہے تو میں آپ کو سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں۔ اگر ہم خسوف و کسوف (جس کو انگریزی میں اکلپس کہتے ہیں) کی وہ تعریف دیکھیں جو زمانہ حال کے منجمین نے کی ہے تو کوئی استبعاد عقلی بھی نہیں رہتا۔ انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں گرہن کی تعریف یہ لکھی ہے کہ یہ اصطلاح

عائد ہوتی ہے۔ ان تمام حالتوں پر جن میں ایک جرم سماوی کلاً یا جزاً سیاہ ہو جائے دوسرے سے یا براہ راست مداخلت سے اور یا مداخلت شعاع سے جو پہلے کو روشن کرے پس اس اصطلاح میں شامل ہیں چھوٹے ستاروں کے ٹرانسٹ سیاروں کا چھپ جانا چاند یا سیاروں سے وغیرہ

Strictly speaking the term eclipse extends to all cases in which one celestial body is wholly or partially obscured by another, either by direct intervention or by the interception of light illuminating the former, so that the term includes transits of inferior planets, the concealment of stars by the moon or by a planet or the concealment of a setillite by its primary.

پس ممکن ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ اجرام سماوی ایسے ظاہر ہوں جن سے خسوف و کسوف حدیث صحیح کے مطابق ظاہر ہوں اور یہ مستبعد عقلی بھی نہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے الفاظ سے تو یہ مترشح ہوتا ہے کہ ایسے گرہن ابتدائے آفرینش سے نہ ہوئے ہونگے اور اس لئے وہ نجومیوں کے قاعدے کو محو کرنے والے اور خدا کی وسیع قدرت کا ثبوت دینے والے ہونگے۔

احمدی۔ ۵۔ طاعون۔ کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے عن سلیمان بن خالد قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قدام القائم موتان موت الاحمر و موت الابیض حتیٰ یذھب من کل سبعۃ خمسۃ فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون دیکھو صفحہ ۳۴۸

واضح ہو کہ عام طور پر ہندوستان میں طاعون پھوٹنے سے پہلے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا اور جو تباہی مابعد میں اس عالمگیر مرض سے تمام اطراف ملک میں پھیلی اس کا نظارہ پہلے ہی سے دکھایا گیا تھا۔ اور آپ نے اشتہار دیدیا تھا کہ وقت ہے توبہ کرکے اپنے مولے کو راضی کرلو ورنہ پیچھے پچھتاؤ گے سو طاعون تو ایک مدت سے پھوٹی ہوئی ہے اور رہی موت تلوار سے سو وہ طاعون سے پہلے کی علامت ہے وہ بھی غالباً پوری ہو چکی ہے۔ خواہ بذریعہ تلوار کے خواہ بذریعہ توپ و تفنگ کے۔ تفسیر صافی میں مرض فالج اور امراض ناگہانی کو اشراط الساعۃ میں قرار دیا ہے۔

شیعہ۔ چالاک منشی صاحب نے حدیث اکمال کا ترجمہ نہیں کیا تاکہ ان کے دعوے کی صداقت یا اس کا کذب معلوم ہوتا۔ لوگوں کو دکھلانے کے لئے حدیث کو لکھ دیا تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ شیعوں کی کتابوں

سے بھی مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوئی۔ سنو! یہ حدیث ہی تمہارے دعوے کو باطل کرتی ہے اس
کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ سلیمان بن خالد راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا
کہ قائم سے پہلے دو موتیں ہونگی۔ سُرخ موت و سفید موت۔ یہاں تک کہ ہر سات سے پانچ ہلاک
ہونگے۔ سُرخ موت تلوار اور سفید موت طاعون ہے یعنی طاعون ہندوستان میں مرزا جی کی ولادت و
دعوے مہدویت کے بعد شروع ہوا کیونکہ آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۸ھ یعنی قریباً
۱۸۹۰ء میں دعوئے مہدویت کیا (عسل مصفٰے ص۵۱۱ و ۵۱۹) اور طاعون ہندوستان میں ۱۸۹۶ء میں
پھوٹا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیث کے مطابق ابھی مہدی علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب
کا دعوے جھوٹا ہے۔ آپ کا دوسرا دعوے کہ مرزا صاحب کو عام طور پر ہندوستان میں طاعون پھوٹنے
سے پہلے الہام ہوا تھا۔ اور طاعون کی عالمگیر تباہی کا نقشہ پہلے ہی دکھایا گیا تھا۔ اس دعوے کو ریویو
آف ریلیجنز بابت اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بایں الفاظ بیان کیا ہے:۔ کہ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت میں
طاعون کے آنے کی **صاف اور کھلے کھلے** الفاظ میں پیشگوئی کی جب کہ ملک میں طاعون کا نام و نشان
بھی نہ تھا۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ ۱۸۹۶ء میں پہلے بمبئی میں طاعون نمودار ہوا بلکہ پنجاب کے
ضلع جالندھر میں اور خصوصاً جالندھر کے قریب پھگواڑہ میں طاعون شدت سے ہو رہا تھا (نزول المسیح
ص۱۵۳) اور ڈاکٹروں نے اس کے پھیلنے کا خطرہ ظاہر کیا تھا۔ اور طاعون کی سابقہ تاریخ اور ریلوے کی
آمد و رفت شہادت دے چکی تھی۔ کہ اس کی ترقی بہت دور تک جائیگی۔ اس لئے لگے ہاتھ مرزا جی نے
۶۔ فروری ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار شائع کر دیا کہ پنجاب میں طاعون آنے والا ہے توبہ کرو مجھے مانو وغیرہ
اگر مرزائی یہ ثابت کریں کہ مرزا جی نے کھلے اور صاف الفاظ میں طاعون کی پیشگوئی اس وقت کی تھی
جب کہ ہندوستان میں اس کا نام و نشان نہ تھا تو ہم **مبلغ پانچسو روپیہ انعام** دینے کو تیار ہیں
اور اگر ایسا الہام نہ دکھا سکیں تو کم از کم ایک دفعہ تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ دیں اس اشتہار سے
مرزا جی کا ایک اور کذب بھی ظاہر ہوا آپ نے لکھا تھا کہ یہ امر میرے پر مشتبہ رہا۔ کہ اس نے (فرشتہ نے)
یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلیگا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلیگا۔ اس الہام
کے مطابق شدت طاعون کا وقت ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کاذب کا کذب ظاہر کرنے
کو خدا نے طاعون کی شدت کو تین چار سال تک ملتوی کر دیا اور ۱۹۰۲ء میں پنجاب میں طاعون کی
عام شدت ہوئی (تقریر لاٹ صاحب پنجاب بر تقریب دربار جالندھر مورخہ ۲۷۔ مارچ ۱۹۰۲ء)
پھر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا جی نے اشتہار دیدیا تھا کہ وقت ہے توبہ کر کے اپنے مولے

کو راضی کر لو۔ لیکن جب مسلمانوں نے توبہ و انابت شروع کی اور اپنے مولےٰ کو راضی کرنا چاہا اور حاجی شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اشتہار دیا کہ سب مسلمان میدان میں نکلیں۔ اور اللہ کے حضور میں گریہ وزاری کریں۔ تب مرزا جی ہی مزاحم ہوئے۔ کہ بغیر میرے مانے کچھ نہیں بنے گا (دیکھو دافع البلا) حالانکہ اپنے مطلب کے لئے عبد اللہ آتھم کی موت کو بقول ان کے اونٰے رجوع اور بغیر مرزا صاحب پر ایمان لانے کے ٹال دیا تھا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ماننے والے بھی طاعون سے نہیں بچے مسٹر فضل ایڈیٹر بدر قادیان اسی عذاب میں ہلاک ہوئے۔ یہ تو اسبق السابقین میں سے تھے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے اسی عذاب کے پنجہ میں گرفتار ہوئے ۔

حدیث میں ترتیب کا خیال درست نہیں کیونکہ جیسی بلاخیز طاعون اس صدی میں ہوئی ہے ویسی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس لئے موت احمر بھی ایسی ہونی چاہئے ویسے تو لڑائیاں ہمیشہ ہوتی رہیں لیکن ایسی موت احمر جس میں دنیا کی آبادی کا ½ حصہ ہلاک ہو جائے۔ تاریخ میں نہیں ملتی۔ پس طاعون تو پہلے ہوئی اور موت احمر کا نمبر اس کے بعد آیا۔ اور چونکہ اس کی برپا کردہ مصیبت طاعون سے زیادہ ہے اس لئے حدیث میں اس کو پہلے بیان کیا گیا۔ اور واقعات نے اس حدیث کی صحت پر بھی مہر لگا دی۔ کیونکہ طاعون پہلے ہوئی جو ذکر میں موخر ہے۔ اور اس طاعون سے پہلے ایسی عظیم الشان موت احمر کوئی نہیں ہوئی جس میں ہر سات سے پانچ ہلاک ہوئے ہوں۔ اس کا زمانہ اب شروع ہوا ہے۔ ادھر طاعون ہے اور ادھر سرخ موت (عالمگیر جنگ) اور حدیث بتلا رہی ہے کہ ان دو موتوں سے ہر سات سے پانچ ہلاک ہونگے اور ان کے بعد مہدی کا زمانہ آنے والا ہے۔ چونکہ مرزا صاحب ان دونوں موتوں کے بیچ میں یا پہلے اپنے مقر کو سدھار گئے ہیں اس لئے وہ مہدی موعود اور مسیح مسعود نہیں بلکہ مجمع البحار والے ...... موعود ہیں۔

احمدی۔ ۶۔ فساد ایران و فساد عثمانیہ۔ علیقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ فساد دولت عثمانیہ و سلطنت کسرویہ و اضمحلال دین اسلام کو علائم قربیہ مہدی آخر الزمان سے بیان فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ خاندان کسرےٰ مدت ہوئے تباہ ہو چکا۔ یہاں سلطنت کسرویہ سے دولت ایران مراد ہے بعینہ منقول از رسالہ البرہان لاہور جلد ۲ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۲ء ص ۶۲ حضرت مرزا صاحب نے دولت عثمانیہ کے بارے میں برسوں پہلے اس اشتہار میں ذکر فرما دیا تھا۔ جو حسین کامی ترکی سفیر کے چند روزہ اقامت قادیان کے بعد آپ نے شائع فرمایا۔ اس وقت سلطان عبد الحمید خان حکمران تھے اور بعد کو ینگ ٹرکش پارٹی کے فساد عظیم کا شکار ہو گئے اور ایران کے متعلق بھی آپ کا یہ الہام عرصہ سے مشتہر ہو چکا تھا ؏

تزلزل در ایوان کسرےٰ فتاد

اس وقت ایران میں تزلزل کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ مگر بعد کو جو اس ملک کی درگت بنی۔ وہ اخبار بین دنیا سے مخفی نہیں۔

شیعہ۔ یہ درست ہے کہ اضمحلال دول اسلامیہ علائم قریبۂ ظہور مہدی علیہ السلام سے ہے چنانچہ حدیث منقولہ از رسالہ برہان سے واضح ہوتا ہے اس کی مزید توضیح البرہان جلد ۳ نمبر ۲ صفحہ ۱۰ میں ہے کافی میں محمد بن یعقوب کلینی نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے کہ اسنے صادق آل محمد سے اس امر ظہور کی بابت دریافت کیا تو فرمایا۔ یہ امر اس وقت واقع ہوگا کہ مسلمانوں میں آپس میں نفاق پھیل جائیگا۔ ان کی سلطنت سست و مضمحل ہو جائیگی اور دوسرے لوگ ان کے مال و سلطنت میں طمع کرینگے۔ عرب لوگ، اطاعت سر سے نکال پھینکینگے اور ہر صاحب قوت و جمعیت اپنی قوت و جمعیت کو جمع و مہیا کریگا اور خروج کریگا۔ اور اس وقت شاہی شام سے خروج کریگا۔ اسی زمانہ میں حسنی حرکت کریگا تب صاحب الامر (مہدی) میراث و تبرکات رسول کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگا ...... اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور مہدی بعد طوائف الملوکی ہے الخ

سبحان اللہ یہ ہیں سچے اماموں کی پیشگوئیاں کہ ایک ہزار سال قبل ان واقعات کا صحیح نقشہ کھینچ دیتے ہیں جو بعد مدت مدید کے ظاہر ہونے والے ہیں۔

انوار نعمانیہ میں سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمتہ نے اس کی مزید تشریح میں ایک اور حدیث نقل کی ہے جس سے اور بھی ہمارے ایمان کو جلا ہوتی ہے۔ معصوم نے علائم کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا و اختلاف من العجم وسفک دماء فیما بینھم یعنے عجم میں اختلاف ہوگا اور ان کی آپس میں خونریزی ہوگی۔ اگر عجم سے اہل ایران مراد ہیں تو مشروطہ و مستبدہ کے جھگڑوں میں اس پیشگوئی کا وقوع صاف طور پر ظاہر ہوا۔

نعمانی نے باسناد خود حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امیرؑ وقائع آیتہ کو بیان فرما رہے تھے کہ ایک جماعت نے پوچھا کہ کب اللہ زمین کو پاک کریگا (یعنے ظہور مہدی کب ہوگا) آپ نے فرمایا لایکون ھذا حتی تراق دماء کثیرہ علی الارض بلا حق یعنی یہ نہیں ہوگا جب تک زمین پر بہت سے خون ناحق نہ گرائے جائیں۔ الغرض خون کی ندیاں بہنے والی ہیں۔ یہاں تک کہ تمام زمین ظلم و جور سے بھرپور ہو جائیگی۔ اس کے بعد ظہور مہدی موعود ہے لیکن مرزا صاحب کے ظہور کے بعد فساد دولت عجمیہ و عثمانیہ ہوا پس یہ مہدی موعود نہیں ہیں۔ باقی رہا مرزا جی کا الہام اس کی حقیقت خود ان کو بھی معلوم نہ تھی۔ دوم یہ الہام ہی مجمل ہے کیونکہ اس میں یہ بیان نہیں کہ کب تزلزل پڑا۔ پس فتنا و صیغۂ ماضی ہے۔ جو اشارہ ہے کہ حضرت عمر کے ہاتھ سے ایوان کسرے میں تزلزل پڑا۔ سوم اگر یہ فساد دولت ایران

کی طرف اشارہ ہے تو یہ حدیث ابن قیس سے چرایا گیا ہے جو اوپر درج ہوئی۔ اور دولت عثمانیہ کے بارے میں جو اشتہار مرزاجی نے ۲۴-مئی ۱۸۹۷ء کو دیا اس میں یہ لکھا تھا کہ رومی سلطنت کے ارکان دولت بکثرت ایسے ہیں جن کا چال چلن سلطنت کو مضر ہے...... اور کہ رومی سلطنت انہیں لوگوں کی شامت اعمال کے سبب خطرہ میں ہے۔ اور ۲۵-جون ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں لکھا کہ کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو۔ اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔ نزول المسیح ص۱۸۷ و ۱۸۸ یہ ہیں مرزا صاحب کے الفاظ جن پر اتنے دعوے کئے جاتے ہیں۔ لیکن کون عقلمند ہے جو ایسی باتوں کو پیشگوئیوں میں شمار کرے۔ عنوان ہے فساد دولت عثمانیہ اور حوالہ دیتے ہیں۔ اس عبارت کا جس میں ارکین دولت عثمانیہ کا ذکر ہے۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ انعقاد پارلیمنٹ کے وقت کسی رکن دولت عثمانیہ نے غداری قوم وملت سے نہیں کی۔ بلکہ خود سلطان نے خلاف عہد کیا تو معزول کیا گیا۔ اس کے بعد جنگ بلقان میں صرف شوکت پاشا پر غداری کا الزام لگا۔ لیکن اس کی غداری کا دھاگا پھیلنے نہ پایا تھا کہ وہ گولی سے مار دیا گیا۔ لیکن مرزا صاحب کی کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اس سے بڑھ کر تو ہماری پیشگوئیاں اللہ کے فضل سے پوری ہوئیں ہم نے آغاز ۱۹۱۴ء میں اشتہار نوروز میں پیشگوئی کی کہ اس سال آسٹریا میں ایک بڑی بھاری موت ہوگی جس سے جنگ عظیم شروع ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہم نے اشتہار نوروز میں پیشگوئی کی کہ اس سال ہندوستان میں بعض ناعاقبت اندیش اپنے افعال شنیعہ کی وجہ سے سخت تکالیف اٹھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سازش لاہور کے مجرم اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اسی طرح ہم نے لکھا کہ ترکستان کے سرحدی گورنمنٹ کے لئے موجب تکلیف ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کوئٹہ کی سرحد پر سرحدیوں نے حملہ کیا۔ ہماری دعا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کو ان مہموں میں کامیابی اور فتح ہو کیونکہ ہمارے لئے تو گورنمنٹ کا سایہ ابر رحمت سے کم نہیں۔

اب اس مضمون کا تیسرا حصہ شروع کرتے ہوئے منشی خادم حسین صاحب فرماتے ہیں اسکے بعد بعض خاص شبہات کا جواب عرض کیا جاتا ہے جو اکثر شیعہ صاحبان کے دل میں اغلباً خطور کرینگے۔

شبہ اوّل۔ شرف امامت ومہدویت تو خاندان نبوت کے ہی شایاں تھی یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ ان کے سوا بھی کوئی شخص امامت کی اہلیت رکھ سکتا ہے اور اس فضیلت میں انکا شریک ہو سکتا ہے

جواب۔ ہم کو اس امر حق سے انکار نہیں کہ سرچشمۂ ہدایت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اہل بیت کرام کو بھی اسی سرچشمہ سے فیض پہنچا اور دوسروں کو بھی اور نہ ہم کو اس سے انکار ہے

کہ جناب علی سے لیکر مہدی علیہ السلام تک جو بارہ امام ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے وقتوں میں بے شک امت کے رہنما و ملت کے پیشوا تھے لیکن ہدایت و امامت کو انھی تک محدود کرنے کے لئے کوئی زبردست دلیل منقول و معقول نظر نہیں آتی۔

یہ ایک نہایت معرکۃ الآرا بحث ہے مگر چونکہ طوالت سے ڈرتا ہوں اس واسطے نہایت مختصراً انشاء اللہ دو تین ثبوت اسکے پیش کرتا ہوں۔

(۱) ائمہ کی شان امامت میں سے لکھا ہے کہ وہ متوسمین یعنی غور کرنے والے ہوتے ہیں قال امیر المومنین فی قولہ عز وجل ان فی ذلک لآیۃ للمتوسمین۔ قال کان رسول اللہ المتوسم وانا من بعدہ والائمۃ من ذریتی المتوسمون اصول کافی صفحہ ۱۳۳

اور سلمان فارسی کی نسبت بھی لکھا ہے سمعت اباجعفر یقول کان سلمان من المتوسمین رجال کشی ترجمہ سلمان فارسی ٭

(۲) ائمہ محدث ہوتے ہیں ان اوصیاء محمد محدثون الائمۃ علماء صادقون مفہمون محدثون اصول کافی ص۱۲۶ اور سلمان بھی محدث تھا۔ رجال کشی ص۹ و ص۱۳

(۳) ائمہ اسم اعظم جانتے تھے نحن عندنا من الاسم الاعظم اصول کافی ص۱۲۰ سلمان بھی رجال کشی ص۹

(۴) امامت اہل بیت کے لئے مخصوص ہے مگر سلمان بھی اہل بیت سے ہے رجال کشی ص۱۰

(۵) ائمہ کو باب اللہ کہا گیا ہے کافی ص۱۱۵ اور سلمان کو بھی رجال کشی ص۱۰ ان سب احادیث سے ثابت ہوگیا کہ سرچشمۂ نبوت کا فیض صرف اپنے اہل بیت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انکے غیر پر بھی ہے۔

شیعہ۔ ہمارے منشی صاحب کو جوش میں یہ یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا فرما آئے ہیں۔ ابتدائے رسالہ میں حضرت مہدی امام ثانی عشر کی ولادت سے ہی منکر تھے اور اب خدا کی شان دیکھئے نہ صرف ان کی ولادت کے ہی قائل ہو گئے بلکہ ان کو مہدی اور رہنمائے امت و پیشوائے ملت بھی لکھ دیا۔ حضور پہلے اعتراض کو واپس لے لیجئے۔ اور آئندہ اشتہ میں اس اعتراض کو درج نہ کیجئے۔ کیونکہ جب آپ ان کی امامت کے معتقد ہیں تو ولادت کے ضرور ہوئے ٭

دوم احادیث خاصہ و عامہ میں ایک ہی مہدی کے آنے کا ذکر ہے۔ اگر امام ثانی عشر ہی مہدی ہیں تو اب مرزا صاحب کی مہدویت باطل ہوئی۔

اب اس بات کا ثبوت بھی سنئے کہ امامت کیوں مخصوص بخاندان نبوت ہے

(۱) تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۳ ص۲۹ میں تا دیل الاحادیث کے ذیل میں حضرت عمر ثانی میاں محمود

صاحب کے درس سے مولوی نیاز احمد نصراللہ صاحب نے لکھا ہے کہ میاں صاحب نے درود کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ اس میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے درود میں یہ سکھایا ہے کہ اللہ تو محمد صلعم اور آپ کی اولاد ازواج پر (ازواج کا لفظ زائد ہے کیونکہ ازواج میں نبوت و امامت نہیں) اس طرح رحمت کر جس طرح تو نے ابراہیم اور آپ کی اولاد ازواج پر (یہاں بھی ازواج زائد ہے) رحمت کی اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم حضرت نبی کریم سے بڑے تھے تو یہ دعا سکھلائی نہیں کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم کا درجہ حضرت ابراہیم سے بڑا ہے۔ تو اس سے مراد کیا ہوگی؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح حضرت ابراہیم کی اولاد میں نبوت رہی۔ اسی طرح حضرت نبی کریم کی اولاد میں بھی نبوت (غالباً امامت مراد ہے) قائم رہے۔ صرف نبوت کی ہی خصوصیت کے لئے آپ نے یہ دعا سکھلائی[ل] چنانچہ آپ کے اہل بیت میں نبوت (اغلباً فرع نبوت یعنی امامت مراد ہے) قائم ہوئی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین کون ہوئے۔ رسالہ مذکورہ کے صـ ۔۔ میں لکھا ہے تیسرے دور میں حضرت ابراہیم پھر انکی اولاد میں تبلیغ کرنیوالے قائم ہوئے مثلاً حضرت اسمٰعیل حضرت اسحاق و حضرت یعقوب حضرت یوسف علیہم السلام پس جیسے حضرت ابراہیم کے بعد انکے حقیقی جانشین و سچے اوصیا انکی اولاد تھی ویسے ہی خاتم النبیین کے بعد انکے حقیقی جانشین اور سچے اوصیا نفس رسول اور آپ کی اولاد عترۃ اہل بیت ہے پس دیگر مدعیان خلافت برحق نہ ہوئے۔ دیکھئے رسول اللہ کے پہلے ایک دور حضرت ابراہیم کی اولاد کا اسحاق و یعقوب سے شروع ہوا۔ جب تک یہ دور رہا سب انبیاء اولاد حضرت یعقوب بن اسحاق سے ہوئے۔ آپ کے مسلمات کے بموجب یہ دور حضرت عیسےٰ پر ختم ہوا۔ وہ بھی اسرائیلی تھے۔ اس دور میں ایک نبی بھی غیر از نبی اسرائیل نہیں آیا۔ اس کے بعد دور اسماعیلی شروع ہوا۔ اور اس کی ابتدا حضرت محمد مصطفےٰ سے ہوئی۔ پس جیسے دور اسحاقی میں تمام انبیاء اسرائیلی تھے اور اس سلسلہ کے خاتمہ تک ایسا رہا ویسا ہی ضرور ہے کہ دور اسماعیلی میں بعبارۃ آخریٰ دور محمدی میں سب ائمہ اولاد اسمٰعیل و محمد صلے اللہ علیہم سے ہوں۔ اور چونکہ اس سلسلہ نے قیامت تک منتہی ہونا ہے اس لئے اس دور میں قیامت تک جتنے ائمہ ہونگے وہ سب اولاد محمد و اسماعیل سے ہونگے اس کی تائید حدیث صحیح و متواتر المعروف بہ حدیث الثقلین کرتی ہے کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا الجدی ابدا الن یفترقا حتی یردا علی

[ل] مضمون عصمت میں جو حدیث منشی جی نے تعریف معصوم میں لکھی ہے اس میں بھی یہی فقرہ موجود ہے حدیث ثقلین نے توضیح کردی کہ رسول اللہ کے بعد قابل تمسک و اتباع قرآن و عترۃ طاہرہ رسول ہے اور (بقیہ نوٹ صـ ۱۵۰ پر ملاحظہ فرماویں)

الحوض رہینے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت۔ اگر تم ان سے تمسک کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں جدا نہ ہونگے جب تک حوض کوثر پر میرے پاس نہ آویں) ۲۰ شخصوں نے اسے روایت کیا ہے اس کے متعلق مفصل بحث عبقات الانوار کی مجلدات ثقلین میں ملاحظہ فرمائیں) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متمسک بہم رسول اللہ نے اپنے بعد قرآن اور اہلبیت کو رکھا ہے اور وعدہ ہے کہ یہ قیامت رہینگے پس قیامت تک متمسک بہم یہی ہیں اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت قیامت تک عترت اہل بیت نبوت میں رہنی ہے اس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے خدا فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولی بہ بعض فی کتاب اللہ الخ پ ۲۱ ع ۱۷۔ پیغمبر اولی ہے مومنوں پر ان کی جانوں سے اور اس کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔ اور اسکے اولوا الارحام رشتہ دار بعض اولی ہیں بعض سے مومنوں پر کتاب اللہ میں یہ آیت صاف بتلاتی ہے کہ بعد نبی کے حق اولویت امت پر ذوی الارحام پیغمبر کو ہے اور حق اولویت کو ہی امامت کہتے ہیں کون ذوی الارحام نبی من المطہرین مہاجر ہو ظاہر آیا یا باطناً۔ دوسری جگہ پ ۳ ع ۱۵ میں فرماتا ہے ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنو یعنے ابراہیم کے ساتھ خصوصیت کے حقدار تو وہ تھے جنہوں نے اس کی پیروی کی (اسمٰعیل واسحاق ویوسف ویعقوب وغیرہ) اور یہ نبی اور جو ایمان لائے ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعد نبی اولوا الارحام نبی اولی الناس بہ ابراہیم ہیں اور یہ مومن بھی ہیں بہ ایمان حقیقی۔ پس ایک تو یہ ملحق ہوئے رسول سے کما قال عز وجل والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملھم من شئی الخ جو مومن ہیں بہ ایمان حقیقی اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا۔ ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملحق کر دیا۔ اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ رسول کا اول المومنین ہونا ثابت ہے اور ان کی ذریت کا مومن حقیقی ہونا اوپر کی آیت سے۔ پس یہ درجات رسول سے ملحق ہوئے۔ رسول امام خلائق تھے پس یہ بھی امام خلق ہوئے۔ دوم ان سے یہ ثابت ہوا کہ اولی الناس بہ ابراھیم بعد نبی اولوا الارحام نبی ہیں اس لئے جس درجہ امامت کے لئے حضرت ابراہیم نے عرض کی تھی ومن ذریتی اس درجہ کے اہل و مالک بھی یہی حضرات ہیں۔ اس لئے کسی منحول بچہ کا دعوے امامت باطل ہوا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) عترۃ اہل بیت معصوم ہے جس کی مزید توضیح آیۂ تطہیر کرتی ہے حدیث صافی و حدیث ثقلین کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بعد رسول اللہ کے صرف عترۃ طاہرہ اہل بیت ہی معصوم ہیں اہل بیت پیغمبر کی مزید توضیح یہ آیت کرتی ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اور قربیٰ کی تشریح آیۂ مباہلہ کرتی ہے جس میں حسنین و علی و فاطمہ علیہم السلام کا قربا و اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے اور حسین کے بعد نو امام علیہم السلام صلب حسین سے مطابق تاویل آیت وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ)

باقی رہی مجددیت وہ البتہ دوسروں کو بھی ملتی ہے۔ لیکن وہ بھی انہی کو جو ان اہل بیت کے متمسک ہیں چنانچہ مجمع البحار گجراتی ص۱۷۷ میں ابو جعفر امامی و سید مرتضیٰ علم الہدےٰ کو مجددین سے قرار دیا ہے اور یہ ہر قرن میں آتے رہتے ہیں لیکن امامت کبریٰ مخصوص بہ ائمہ اثناء عشر علیہم الصلوٰۃ والسلام از خاندان نبوت ہے۔ اور مہدویت موعودہ تو خاصہ و عامہ کے نزدیک عترۃ رسول اللہ میں سے ایک کے لئے ہے چنانچہ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائیؒ۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا۔ المہدی من عترتی (مہدی میری عترت سے ہے اور احمد ترمذی۔ ابوداؤد و ابن ماجہ نے نبی کریم سے اخراج کیا ہے لولم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ فیہ رجلا من عترتی اھل بیتی یملاء الارض قسطا وعدلا اور ابو نعیم نے اخراج کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا لیبعثن اللہ رجلا من عترتی افرق الثنایا اجلا الجبھہ یملاء الارض عدلا یفیض المال فیضا واخرج احمد والماوردی انہ قال البشر وا بالمہدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس وزلزال فیملاء الارض عدلا وقسطا ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدی عترت رسول اور اہل بیت رسول ہیں سے ہے۔ عترت کے معنی بھی دیکھ لیں مصباح المنیر میں ہے العترۃ نسل الانسان قال الازھری روی ثعلب عن ابن الاعرابی ان العترۃ ولد الرجل وذریتہ وعقبہ من صلبہ ولا تعرف العرب من العترۃ غیر ذالک یعنے عترت نسل انسان کو کہتے ہیں ابن الاعرابی سے مروی ہے کہ عترت کہتے ہیں کسی آدمی کے بیٹے کو اس کی ذریت اور اس کی پشت میں سے۔ اس کے عقب کو اور عرب کے نزدیک عترۃ کے معنی اسکے ماسوا معروف نہیں صراح ص۱۵۷ خویشان و نزدیکان نہایہ ابن اثیر جو لغت میں آپ کے ہاں منتخب ہے۔ دیباچہ نور الدین ص۵۷ میں لکھا ہے وفیہ خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی عترۃ الرجل اخص اقاربہ وعترۃ النبی بنو عبد المطلب وقیل اھل بیتہ الاقربون وھم اولادہ وعلی واولادہ .... والمعروف ان عترۃ اھل بیتہ الذین حرمت علیھم الزکوۃ یعنے عترۃ رجل سے مراد اس کے اخص اقارب ہیں۔ اور عترۃ نبی بنو عبد المطلب ہے اور کہا گیا ہے کہ عترۃ نبی اس کے اقرب اہل بیت ہیں اور وہ اس کی اولاد اور علی اور اس کی اولاد ہے اور معروف یہ ہے کہ عترۃ نبی اس کے وہ اہل بیت ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ اب اس کا ثبوت سنئے کہ ذریت علی و فاطمہ عترت رسول ہے طبرانی نے مرفوعاً عن النبی روایت کی ہے ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب واخرج الطبرانی وغیرہ انہ قال کل بنی ادم ینتمون الی عصبتہم الا ولد فاطمہ فانا ابوھم وانا عصبتہم قال محمد الصبان الشافعی فی اسعاف الراغبین وفی روایۃ صحیحۃ کل بنی انثیٰ عصبتہم لابیہم ما خلا ولد فاطمہ فانی انا ابوھم

وعصبتم الی غیر ذالک بہت سی روایات صحیحہ و آیہ قرآنیہ وابنائنا وابناءکم سے ثابت ہے کہ اولاد علی و فاطمہ اولاد۔ ذریت و عترت رسول اللہ صلعم ہے۔

یہ بحث واقعی معرکۃ الآرا ہے مگر مجھے بھی طوالت کا ڈر ہے اس لئے عنان قلم کو یہیں روک کر مضمون کے بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا اس میں ہمیں کلام نہیں لیکن بحث تو امامت میں ہے۔ کافی سے جو حدیث ائمہ کے متوسمین ہونے کے بارے میں آپ نے نقل کی ہے اسی باب میں حدیث نمبر ۴ حضرت ابی عبداللہ سے مروی ہے فی قول اللہ عزوجل ان فی ذالک لآیات للمتوسمین فقال ھم الائمہ وانھا لبسبیل مقیم قال لا یخرج منا ابدا۔ اور حدیث نمبر ا و ۲ میں ہے کہ امام نے وانھا لبسبیل مقیم کے ذیل میں فرمایا والسبیل فینا مقیم اور سبیل امامت کو کہتے ہیں دیکھو مرآۃ العقول جلد ا صفحہ ۱۴۶ شرح حدیث نمبر ا متوسمین در اصل رسول اللہ اور ائمہ اثنا عشر ہیں۔ چنانچہ اخبار علوی میں ہے آیہ متوسمین کے ذیل میں جناب علی نے فرمایا فکان رسول اللہ لیعرف الخلق بسیماہم وانا بعدہ المتوسم والائمۃ من ذریتی المتوسمون الی یوم القیامہ اور حضرت رضا سے مروی ہے فالمتوسمین رسول اللہ ثم امیر المومنین من بعدہ ثم الحسن ثم الحسین والائمۃ من ولد الحسین الی یوم القیامۃ اور سلمان کے بارے میں فرمایا من المتوسمین یعنے ان میں سے ہے بوجہ انکے اتباع کامل کے اگر سلمان محدث تھا تو حضرت فاطمہ و حضرت مریم بھی محدثہ تھیں۔ لیکن جیسے وہ امام نہ تھیں ویسے ہی سلمان بھی امام نہ تھے اور نہ باوجود ایسے مراتب عالیہ رکھنے کے انہوں نے دعوے امامت کیا بلکہ وہ اہل بیت کی خدمت کرنے کو سعادت سمجھتے تھے۔ اور اسی لئے وہ حضرت فاطمہ کے گھر جاکر اکثر دفعہ ان کے جو پیسا کرتے تھے (کتاب الخرائج باب ۴ فصل ۲) سلمان کے محدث ہونے کے بارے میں حضرت صادق علیہ السلام سے رجال کشی میں روایت ہے قال فی الحدیث الذی روی فیہ ان سلمان کان محدثا قال انہ کان محدثا عن امامہ لا عن ربہ لانہ لا یحدث عن اللہ الا الحجۃ۔ اسی طرح صدوق رح نے علل الشرائع میں روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے پوچھا گیا من کان یحدثہ فقال رسول اللہ وامیر المومنین وانما صار محدثا دون غیرہ لانھما کانا یحدثانہ بما لا یحتملہ غیرہ من مخزون علم اللہ ومکنونہ (نفس الرحمان باب ۶) خلاصہ یہ ہے کہ سلمان محدث تھا۔ رسول اللہ اور اپنے امام علی کی طرف سے کیونکہ وہ اسے بتلایا کرتے تھے مخزون و مکنون علم خدا پس سلمان و فاطمہ صرف محدث تھے امام نہ تھے لیکن ائمہ محدث بھی تھے۔ اور امام بھی تھے سلمان عارف کامل تھے۔ اپنے مقام کو بھی پہچانتے تھے اور ائمہ اہل بیت کے مدارج کو بھی پس جب ایسے عارف کو کبھی جرأت نہ ہوئی۔ کہ مدعی امامت ہو تو بدیگراں چہ رسد بلکہ باوجود ایسی شان

رفیع رکھنے کے اس کا یہی مذہب تھا کہ امامت قیامت تک مخصوص باولاد رسول ہے۔ چنانچہ کتاب عدد القویہ لدفع المخاوف الیومیہ تالیف علی ابن یوسف برادر علامہ میں سلمان سے ایک حدیث دربارہ ملاحم مروی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ مرویہ سلمان ہیں کہ آخری خلیفہ مہدی ہوگا ھناک یقوم القائم من ولد الحسین اور وہ حسین کی اولاد سے ہوگا۔ اور ارشاد القلوب دیلمی جز ثانی میں حضرت سلمان سے ایک لمبی حدیث اوصیاء محمد کے بارے میں مروی ہے جس میں بارہ اماموں کی امامت و صحابت کا ذکر ہے آخر میں ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا منا والذی نفسی بیدہ مہدی ھذہ الامۃ الذی تملاء الارض بقسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا قال فای ھؤلاء سمیت افضل قال علی بعدی افضل امتی وحمزۃ وجعفر افضل اھل بیتی بعد علی والحسن والحسین ولعبۃ الاوصیاء من ابنی واشار الی الحسین منہم المہدی الخ خلاصہ یہ ہے کہ مہدی موعود اہل بیت اور بارہ اماموں میں سے ہوگا۔ اور اس سے زمین عدل و انصاف سے بھر جائیگی بعد اس کے کہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ اور محمد بن جریر طبری نے کتاب مناقب اہل البیت میں حضرت سلمان سے روایت کی ہے قال قلنا یوما یا رسول اللہ من الخلیفۃ بعدک حتی نعلمہ قال لی یا سلمان ادخل علی ابی ذر والمقداد وابی ایوب الانصاری وام سلمۃ زوجۃ النبی من وراء الباب ثم قال لنا اشھدوا و افھموا عنی ان علی ابن ابی طالب وصی ووارثی وقاضی دینی وعداتی وھو الفاروق بین الحق والباطل وھو یعسوب المسلمین وامام المتقین والقائد الغر المحجلین وحامل غدا لواء رب العالمین ھو وولداہ من بعدہ ثم من ولد الحسین ابنی ائمۃ تسعۃ ھداۃ مہدیون الی یوم القیامۃ الخ (کشف الیقین باب ۱۵۵۔ نفس الرحمان باب ۵) یعنے ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہے۔ آپ نے ابوذر۔ ابوایوب وغیرہ کو گواہ رکھ کر کہا کہ علی میرا وصی و وارث۔ مسلمانوں کا سردار۔ پرہیزگاروں کا پیشوا ہے۔ وہ اور اسکے بعد اسکے دو بیٹے پھر امام حسین کی اولاد سے نو امام یہی ہدایت یافتہ امام ہیں قیامت تک۔ اس روایت مذکورہ کو ابن جریر نے لکھا ہے جسکو آپ کے خلیفہ اول نے روایتہً ائمہ سلف کے بعد انتخاب کیا ہے (دیباچہ نور الدین ص ۲)

شبہ دوم۔ مانا کہ سلمان فارسی کو اہل بیت و محدث و متوسم کے قابل فخر خطاب دئے گئے۔ لیکن کیا سلمان کے سوا بھی کسی کے حق میں اس قسم کے اوصاف و القاب مروی ہیں

جواب۔ ہاں سلمان کے سوا بھی مروی ہیں مثلاً

(۱) امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے کلا انہ کان منا لم یطع اللہ فلیس منا وانت اذا اطعت اللہ فانت منا اھل البیت یعنے اسی طرح جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ وہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں اور تو بھی اگر خدا کا فرمانبردار ہو

تو تو اہل بیت میں سے ہے واضح ہو کہ یہ ذکر امام موصوف نے اپنے سگے بھائی زید پر جو کہ تاریخ میں زید النار کر کے مشہور ہے عتاب کرتے ہوئے فرمایا ہے ناسخ التواریخ جلد ۹ کتاب ۲ صہ ۲۳

شیعہ۔ حضرت سلمان اہل بیت نہیں ہے بلکہ بوجہ کامل اتباع اہلبیتؑ اہلبیتؑ کیطرف منسوب ہے جیسے قول ابراہیم و نوح فمن تبعنی فانہ منی سے مستفاد ہوتا ہے کیونکہ تابع نوح و ابراہیم نہیں بن گئے بلکہ بوجہ کامل اتباع کے ان کی طرف منسوب ہیں۔ اسی طرح جو اہل بیت کی کامل اطاعت و اتباع کرے وہ بھی ان کی طرف حقیقۃً منسوب ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ حقیقی اہل بیت بن جاتا ہے ذرا تدبر کریں آپ نے یہ دعوے کیا کہ سلمان کے سوا، اور کے حق میں بھی اس قسم کے القاب و اوصاف مروی ہیں لیکن جو عبارت نقل کی اس سے تو یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ حسن الوشا اہل بیت رسول ہے۔

احمدی۔ ۲۔ تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ جب آیت یستبدل توما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی یہ کون لوگ ہیں اس وقت سلمان آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ نے سلمان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا فقال ھذا و قومہ والذی نفسی بیدہ لو کان الایمان منوطا بالثریا لتناولہ رجال من فارس یعنے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ یہ سلمان اور اس کی قوم ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا پر جا پہنچیگا تو فارس کے لوگ اس کو پھر دنیا میں لے آئینگے تفسیر صافی آخر سورہ محمدؐ صہ ۱۷۹

(۳) پھر اسی تفسیر میں زیر آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم لکھا ہے قیل وھم الذین جاؤا بعد الصحابۃ الی یوم الدین فان دعوتہ و تعلیمہ یعم الجمیع و فی المجمع عن الباقر ھم الاعاجم و من لا یتکلم بلغۃ العرب قال و روی ان النبی قرا ھذہ الایۃ فقیل لہ من ھولاء فوضع یدہ علی کتف سلمان و قال لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھولاء سورۂ جمعہ صہ ۳۱۳ اس جگہ یہ یاد رہے کہ مرزا صاحب بھی فارسی النسل تھے۔ اور انہوں نے اس امر کو اپنی کتابوں میں ظاہر فرمایا ہے۔

شیعہ۔ اول تو یہ دونوں روایتیں صاحب صافی نے کتب اہل سنت سے نقل کی ہیں۔ چنانچہ پہلی حدیث آخر کتاب تفسیر ترمذی میں ہے دیکھو مشکوٰۃ جلد ۲ صہ ۴۸۶ اور دوسری مشکوٰۃ جلد ۲ صہ ۵۷۷ میں ابوہریرہ سے مروی ہے جسپر بخاری و مسلم کا بھی اتفاق ہے (عسل مصفےٰ صہ ۴۵۰) رجال من فارس کی تشریح آگے آتی ہے حضرت باقرؑ کی حدیث بھی صاف ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی عربی کے اصحاب زیادہ تر اعاجم ہونگے لیکن خود مہدی عرب ہوگا کما جاء فی احادیث کثیرۃ اور ان تمام سے یہ معلوم ہوا کہ بعد نہ صحابہ غیر فارس کے لوگ با ایمان ہونگے دوم۔ حدیث اول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہو تو بھی فارس کے آدمی اسے حاصل

کر دیگے۔ لیکن مرزا صاحب پنجاب کے آدمی ہیں نہ فارس کے اور اسی لئے آپ کی تمام تصانیف میں قادیانی لکھا ہوتا ہے اور قادیان پنجاب میں ہیں۔ اگر آپ فارسی ہوتے تو ابتداء ہی سے ان کے آباؤ اجداد یا یہ خود فارسی یا اصفہانی اپنے ناموں کے ساتھ لکھتے۔ جب ایسا نہیں تو آپ فارسی بھی نہیں اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ واقعات سے تو ان کا فارسی الاصل ہونا ثابت نہیں ہوتا تو انہوں نے کتاب البریہ میں یہ لکھ دیا کہ عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ نمبر ۶) لیکن الہامات بے دلیل کو کون مانتا ہے خصوصاً نسب کے لئے تو شہرت بلدیہ کی ضرورت ہے نہ الہام کی۔

سوم۔ عسل مصفےٰ ص۱۵۰ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد کسی وجہ سے سمرقند اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہکر بزمانۂ حکومت خاندان مغلیہ ہندوستان آئے اور مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام حصہ اول ص۱۲۰ و ۲۴۷ میں اپنا سمرقندی یا بخاری الاصل ہونا بیان کیا ہے اور سمرقند فارس سے نہیں دیکھو اٹلس مطبوعہ ۱۸۲۵ء ص۳۳ جس میں فارس کا نقشہ ہے اور حدود فارس کے پرے شمال مشرق کی طرف حدود روس میں بخارا ہے اور بخارا کے مشرق میں سمرقند ہے پس جب کہ سمرقند فارس میں نہیں تو سمرقندی الاصل کو کوئی ذی شعور اور عقلمند رجل فارسی نہیں کہہ سکتا۔ اور اس آیت و حدیث کے مصداق اہل فارس ہیں (عسل مصفےٰ ص۲۰۴)

چہارم۔ یہ حدیث دو قسم کی ہے ایک میں حضرت سلمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا وکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس اگر ایمان معلق بہ ثریا ہوتا تو بھی فارس کا ایک آدمی اس کو حاصل کرتا۔ اور یہ حدیث حضور نے سلمان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائی جس سے صاف ثابت ہے کہ اس سے مراد حضرت سلمان ہیں۔ مرزا صاحب غلطی سے اس حدیث کو اور رجال من فارس کی حدیث کو ایک سمجھ رہے ہیں (ازالہ ص۵۵) لیکن در اصل یہ ایک نہیں۔ کیونکہ پہلی حدیث حضور نے سلمان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائی اور اس میں ایک فارسی کا ذکر تھا تو اس سے مراد خود سلمان ہے دوسری حدیث و آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے ذیل میں فرمائی۔ اس میں بھی حضرت نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا اور فرمایا لنالہ رجال من ھؤلاء (بخاری و مسلم) اور دوسری حدیث میں ہے کہ سلمان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا ھذا وقومہ پھر فرمایا لنالہ رجال من فارس پس جو حدیث و آخرین منہم کے ذیل میں ہے اس سے وہ مراد ہیں جو حضرت کے زمانہ میں آپ کی ظاہری صحبت سے مستفیض نہیں ہوئے۔

پنجم۔ اس حدیث میں ایک لطیف نکتہ ہے۔ ترمذی کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت رسول

اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے صحابہ اور اے عرب اگر تم پھر جاؤ گے خدا تمہارے بدلے میں ایک قوم لائیگا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہونگے۔ صحابہ نے پوچھا کہ ہمارے بدلے کونسی قوم لائی جائیگی۔ حضرت نے اپنا ہاتھ سلمان کے کندھے پر رکھ کر فرمایا یہ اور اس کی قوم دوسری حدیث میں ہے یہ اور اسکے اصحاب اگر ایمان ثریا پر بھی ہو تو اس کو فارس کے آدمی پالینگے۔ آیت کا خطاب ظاہراً صحابہ وعرب کو ہوا۔ اور ان کا پھر جانا ازمنہ مشائخ ثلاثہ اور جنگہائے معاویہ وعائشہ وخوارج وزمانہ بنی امیہ وبنی عباس میں ظاہر ہے اس کے بعد یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم کا دور شروع ہوا وہ فارس جس کو حضرت عمرؓ نے فتح کیا تھا۔ شیعہ ہوگیا۔ اور رجال من فارس نے ایمان کو حاصل کر لیا جب کہ وہ ثریا پر تھا۔ اور یہ رجال فارسی حضرت سلمان کے ہم قوم واصحاب ہیں اور حقیقی فارسی بھی ہیں۔ اور لایکونوا امثالکم کے بھی مصداق ہیں۔ اور انہی کی تعریف میں حضرت نے وہ حدیث فرمائی ہے۔ جس کو حاکم نے اپنی تاریخ میں اور دیلمی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اھل فارس یعنے اسلام میں سب سے بڑے نصیبے والے اہل فارس ہیں کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ عسل مصفے صفحہ ۴۵۲) پس الحمد للہ اس حدیث سے حقیت مذہب شیعہ کالشمس فی وسط النہار واضح ہوگئی اور فارس خصوصاً اصفہان وقم واھواز طبرستان شیراز سے ہزاروں علماء ربانی اٹھے جنہوں نے دین حقہ کا نور تمام دنیا میں پھیلایا الحمد للہ ثم الحمد للہ علےٰ ذالک

احمدی - ۴ - تفسیر صافی میں زیر آیت ویوم یبعث من کل امۃ شہیدا وھو نبیہا وامامہا القائم مقامہ لیشہد لہم وعلیہم بالایمان والکفر فی المجمع والقمی عن الصادق لکل زمان وامۃ امام یبعث کل امۃ مع امامہا خدا نے جو فرمایا کہ اس دن ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ کھڑا کرینگے یہ گواہ اس امت کا نبی ہوگا اور بعد نبی کے اس کا قائم مقام امام جو کہ اس امت کے حق میں یا اس کے برخلاف گواہی دینگے۔ ایمان کی یا کفر کی اور تفسیر مجمع وقمی میں ہے کہ ہر ایک امت کا امام ہوتا ہے اور ہر ایک امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔ اس حدیث کے ساتھ وہ حدیث مشہور ملاؤ۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اصول کافی صفحہ ۲۴۸

شیعہ - خداوند عالم فرماتا ہے ویوم نبعث من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا یعنے جس دن ہم اٹھائینگے ہر ایک امت سے ایک شہید اور ان تمام پر اے رسول تم کو شہید بنادینگے۔ شہید کے معنے گواہ نہیں بلکہ حاضر علی الشئ گواہ کے معنے عربی میں لفظ شاہد موضوع ہے لفظ شہید ایک ایسا لفظ ہے جس سے حقیقت و وسعت علم شہداء کا پتہ چلتا ہے اور رسول اللہ کی وسعت علمیہ معلوم ہوتی ہے کہ

آپ تمام شہداء امم اولین پر شہید ہونگے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو شہداء و امم اولین کی نسبت علم حقیقی حاصل ہے اس لئے اصحاب فیل کے ذکر میں خدا فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل (آیا نہیں دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل سے۔ الم تر پر خوب غور کریں۔ اس کی توضیح یہ آیت بھی کرتی ہے فسیری اللہ عملکم ورسولہ (دیکھینگے تمہارے عمل اللہ اور اس کا رسول) رویت اعمال ایک ہی صیغہ میں خدا و رسول دونوں کے لئے ایک ہی طرح کی بیان ہوئی ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون (تم عمل کرو۔ دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول اور مومنین حقیقی) اس میں روایت اعمال میں المومنون بھی شامل ہیں ان مومنوں کی تشریح سورۂ حج کی یہ آیات کرتی ہیں وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و اعتصموا باللہ ھو مولاکم فنعم المولی ونعم النصیر (جہاد کرو اللہ کی راہ میں جو حق جہاد ہے اسی نے تم کو مجتبےٰ مرتضٰی بنایا۔ اور نہیں کی دین میں کچھ تنگی۔ تمہارے باپ ابراھیم کی ملت ہے اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے پہلے سے اور اس میں تاکہ رسول تم پر شہید رہے اور تم لوگوں پر شہید رہو پس نماز قائم رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کو پکڑو۔ وہی تمہارا مولا ہے پس وہ اچھا مولا اور نصیر ہے) اس آیت کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہ عامہ مسلمین کے بارے میں نہیں بلکہ اخص خواص کے لئے ہے یہ کون ہیں ذریت ابراھیم سے مجتبےٰ مرتضٰی پسندیدہ لفظ مجتبےٰ قرآن میں معصومین کے لئے ہی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کے بارے میں ہے ثم اجتبٰہ ربہ۔ حضرت ابراھیم کے حق میں اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم حضرت یوسف کے لئے وکذالک یجتبیک ربک اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے مخاطب بھی معصومین ہی ہیں۔ ابراھیم و اسمٰعیل علیہم السلام نے دعا کی ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک (اے خدا ہم دونوں کو خاص اپنے لئے مسلمان بنا۔ اور ہماری ذریت سے بھی امۃ مسلمہ خاص اپنے لئے کر) دوسری جگہ فرمایا رب اجعلنا مقیمی الصلوٰۃ ومن ذریتنا امامت کے لئے بھی ان کے لئے دعا مانگی ومن ذریتی یہ دعا ابراھیم کی اپنی ذریت کے لئے عموماً اور اسمٰعیل کی ذریت کے لئے خصوصاً تھی۔ خداوند عالم نے یہ دعا قبول کی اور اس قبولیت کا ذکر سفر اول توریت قرأت ۲۷ میں بھی ہے۔ خدا فرماتا ہے قد استجبت لک فی اسمٰعیل وکثرتہ وبرکتہ وانمیتہ جدا جدا الیولد اثنا عشر عظیما وشریفا واجعلہ رئیسا لشعب عظیم میں نے اسمٰعیل کے حق میں تیری دعا قبول کی ہے۔ میں نے اسے بڑھایا اور برکت کیا ہے اس سے بارہ بزرگ پیدا ہونگے اور میں اس کو بڑی جماعت کا سردار بناؤنگا۔ یہ ذریت خود ابراھیم کو بہت محبوب

تھی۔ اس لئے عام ذریت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے خود حضرت خلیل نے دعا کی وابعث فیھم رسولا منھم ان میں ایک رسول بھیج ان میں سے اور خدا نے بھی اس ذریت کے لئے خاتم النبیین جیسا افضل الکل رسول بھیجا جس کے دین نے سب دینوں کو منسوخ کر دیا جس کے آنے سے قبلۂ اسرائیلی و اسحاقی قبلۂ اسمٰعیلی سے بدلا گیا۔ پس جیسے اب قیامت تک قبلۂ ظاہری قبلۂ اسمٰعیلی ہے ویسا ہی قبلۂ باطنی بھی ذریت اسمٰعیل سے ہونا چاہئے اس لئے اب کسی اسحاقی کی کیا مجال کہ اس مرتبہ کا دعوے کرے۔ الحاصل ان وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اب امامت قیامت تک ذریت اسمٰعیل و ذریت محمد میں رہے گی اور اسی ذریت کے ائمہ کو خدا نے شہداء للناس فرمایا ہے **فخر رازی** اسکے ذیل میں لکھتا ہے وثبت ایضا انہ لابد فی کل زمان بعد زمان الرسول من الشھید الخ یعنے اس سے ثابت ہوا کہ بعد زمانۂ رسول کے ہر ایک زمانہ میں ایک شہید ہونا چاہئے اسی کو حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیہ (یعنے جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے) میں امام زمان کہا گیا ہے اور امامت منصوص ہے ائمہ اثنا عشر سے پس ثابت ہوا کہ ان میں سے ایک امام ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے اب تک گیارہ گذر چکے ہیں اور بارھواں امام زندہ موجود لیکن غائب ہے اور شہید للناس ہے ان کے افعال و اعمال کو جانتا ہے اور قیامت کے دن بطور شہید پیش ہوگا۔ لیکن مرزا صاحب کو تو لوگوں کے ظاہر و مشہور حال معلوم نہ تھے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ وہ مردہ شوخی کی کمائی کھاتا ہے۔ جب مولوی صاحب نے ان کا کذب ظاہر کیا تو انہوں نے جھٹ کہ دیا کہ اجتہادی غلطی سے ایسا ہوا۔ کیا ایسا شخص بطور شہید کے پیش ہونیکی قابلیت رکھتا ہے؟ اخبار الفضل ۵ جولائی ۱۹۱۵ء

احمدی ۔ ۵۔ قولہ تعالےٰ انما انت منذر ولکل قوم ھاد امام صادق فرمود ہر امامے ہدایت کنندہ آن قومے است کہ آں امام درمیان ایشاں است۔ حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۷ اور تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے عن الصادق کل امام ھاد للقرن الذی ھو فیھم ومثلہ فی الاکمال ورواہ القمی والعیاشی وغیر واحد من الخاصۃ والعامۃ فی غیر واحد من الاسانید والقمی ھو ورد علی من انکران فی کل عصر وزمان اماما وانہ لا یخلوا الارض من حجۃ سورہ رعد

ان روایات میں امام صادق کی حدیث قابل غور ہے کہ آپ نے فرمایا کل امام ھاد للقرن الذی ھو فیھم یعنے ہر ایک امام اسی قرن کا ہادی ہے جس میں وہ ان لوگوں میں ہوتا ہے اب قرن کی تشریح کے لئے دیکھو مجمع البحرین صفحہ ۵۶۶ میں لکھا ہے کہ قرن کی میعاد انسانوں کی اغلب میعاد عمر کے برابر ہوتی ہے جو کہ ستر برس ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی سال بھی اور ۳۰ سال بھی۔ اب جو لوگ امام غائب کو اسی قرن

کا امام اور ہادی قرار دیتے ہیں جن کو غائب ہوئے ہزار برس ہو گیا ہے وہ اس تشریح کو غور سے مطالعہ کریں قرن کی میعاد تو زیادہ سے زیادہ اسی برس ان کی معتبر لغت قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہے۔

شیعہ۔ ناظرین خدا را غور کریں کہ یہ کس شبہ کا جواب ہے۔ شبہ اول از طرف خود یہ کیا کہ خاندان نبوت ہی کو شرف امامت کیوں حاصل ہے۔ اس کا جواب بھی جو اوٹ پٹانگ دیا وہ آپ نے دیکھ لیا فضیلت سلمان کو لے آئے جس کا کوئی منکر نہیں لیکن سوال تو امامت کا تھا۔ یہ ثابت کیا ہوتا کہ ہاں خاندان نبوت کے علاوہ بھی شرف امامت مل سکتا ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت کرتے۔ پھر دوسرا شبہ فضیلت سلمان ہی کے باب میں ہے لیکن اس میں آپ اتنا بھی ثابت نہ کر سکے کہ جو اوصاف و القاب سلمان کو ملے وہ کسی اور کو بھی ملے۔ اس کے ذیل میں نمبر ۲ و ۳ جوابات متعلق قوم سلمان تھے لیکن ان سے بھی یہ ثابت نہیں کہ جو القاب و اوصاف سلمان کے ہیں وہ تماماً اس قوم کے بھی ہیں نمبر ۴ وہ کو تو دونوں شبہوں کے جوابوں سے کوئی تعلق نہیں شاید بیماری کی وجہ سے فرو گذاشت ہو گئی ہو۔ اس لئے ہم بھی معذور جانکر چھوڑ دیتے ہیں۔ خیر اب اس کا جواب بھی سن لیں۔ قرن عموماً بمعنی زمانہ آتا ہے اور قرن کی تشریح تفسیر قمی کے منقولہ حوالہ میں عصر و زمان لکھا ہے پس اشکال مندفع ہے اور صاحب مجمع نے اس حدیث کے قرن کی تعریف ۸۰ سال یا ۳۰ سال کی نہیں۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں تو ۸۰ روپیہ انعام کے مستحق ہوں خواہ مخواہ تجاہل عامیانہ کرنا آپ جیسے مسٹروں کے لئے زیبا نہیں صاحب مجمع نے ذو القرنین کے ذکر کے بعد فما بال القرون الاولیٰ کے ذیل میں لکھا ہے ای ما حال الامم الماضیہ یہاں قرن کے معنے امت جماعت کے لئے ہیں پھر لکھا ہے والقرن اھل زمان واحد اس کے معنے صراح ص۲۲۲ میں ہیں۔ اہل یک روزگار از مردم نہایہ میں قرن کے معنے یہ بھی لکھے ہیں ھو مطلق من الزمان مطلق زمانہ پر بھی قرن کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ لفظ تو قرآن میں بھی کئی جگہ استعمال ہوا ہے وہاں اس کے معنے دیکھ لیں۔ وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثا و رئیا پ۱۶ ع۸۔ وانشانا من بعدھم قرنا اخرین۔ قریباً آٹھ مقامات پر قرآن میں لفظ قرن آیا ہے اور عموماً جماعت و قوم کے معنے میں ہے اسی لئے مجلسی نے بھی اس لفظ کا ترجمہ قوم کیا ہے جو صحیح ہے۔ ثانیاً مراۃ العقول جلد ۱ ص۱۴۵ باب ان الائمۃ ھم الھداۃ حدیث نمبر ۱ میں اس کو ضعیف کالموثق لکھا ہے۔ ثالثاً۔ قرآن کی آیت انما انت منذر و لکل قوم ھاد کی تفسیر میں آپ کے ہاں بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے قیامت تک ہادی ہیں۔ پس جس طرح رسول اللہ بعد موت کے بھی ہادی ہیں اسی طرح امام مہدی غیبت میں بھی ہادی ہیں۔ رابعاً۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک امام موجود رہتا ہے اور ہمنے پہلے ثابت کر دیا

کہ یہ ذریت رسول میں سے ہوتا ہے اور ان کا بارھواں اب امام ہے اور یہی مہدی موعود ہے۔

خامساً۔ ہادی بعد پیغمبر امام معصوم ہی ہوسکتا ہے کیونکہ غیر معصوم خود محتاج ہدایت ہے وہ ہادی مطلق نہیں ہوسکتا کما قال افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون ہادی وہی ہوسکتا ہے جو مہدی ہو۔ اور امام ثانی عشر بالاتفاق مہدی بھی ہے اور ہم نے ثابت کر دیا کہ وہ زندہ بھی ہے پس اس زمانہ کا ہادی وہی ہے چونکہ شیطان خناس قلوب میں وسواس ڈالتا ہے تو امام زمان اسکے مقابلہ میں علاوہ تصرف ظاہری کے ہدایت باطنی بھی فرماتا ہے جو تحریک دلوں میں نیکی کے لئے ہوتی ہے وہ امام زمان ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور جس وقت حکم خدا ہوگا پردہ غیبت کو اٹھا کر حضرت علانیہ ہدایت خلق کرینگے عجل اللہ فرجہ وسهل اللہ مخرجہ

احمدی۔ شبہ سوم۔ امامت بارہ اماموں تک محدود ہے اور ان کے سوا دوسرا کوئی امام کس طرح ہوسکتا ہے۔

جواب۔ خداوند کریم نے اول تو آدم سے لیکر رسول اللہ کو کسی خاص قوم یا ملک کے لئے مخصوص نہیں کیا بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک قوم میں ایک نبی یا امام یا نذیر پیدا ہوتا رہا ہے تاکہ خلق پر اتمام حجت ہوتا رہے جیسے کہ فرمایا وان من امة الا خلا فیها نذیر ؁۲۲-۱۵۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے التقی قال فی کل زمان امام صافی ؁۲۲۲ ابن بابویہ نے لکھا ہے اعتقادنا فی عددهم انهم مائة الف واربعة وعشرون الف نبی لکل نبی منهم وصی عہدہ البیان ؁۳۹۷ اور اصول کافی میں ہے کہ جسطرح آدم سے محمد تک خلفائے برحق مامور ہوتے رہے اسی طرح بعد رسول کے بھی ہونگے باب ذکر الصحیفہ والجفر پھر موسٰے کے اثنا عشر نقیبا سے بارہ امام نکالتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ بارہ نقیب موسٰے کی عین حیات میں مقرر کئے گئے تھے اور ان کے مثیل رسول اللہ بارہ انصار کو قرار دے چکے جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے وہ نقیب مقرر ہوئے اور اسی طرح عیسٰے کے حواری بھی بارہ تھے مگر وہ بھی عیسٰے کی زندگی میں مقرر ہوئے اب یاد کرو وہ حدیث جس کو ابن بابویہ نے اکمال الدین میں ذکر کیا ہے مے باشد دریں امت مثل آنچہ در امم سابقہ واقع شدہ است مانند موافقت دو پائے نعل و پرہائے تیر با ہمدیگر حق الیقین باب رجعت ؁۱۴۳ تو جو لوگ رسول اللہ کے زمانہ سے قیامت تک بارہ یا ہزار سال سے لیکر قیامت تک صرف ایک امام غائب کو امام العصر و صاحب الزمان قرار دیتے ہیں ان کو اس قسم کی نظیر سابقہ امم سے نکالکر دکھانی چاہئے اور پھر آں حضرت نے اپنے علماء امت کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا ہے جیسے مجلسی نے

لکھا ہے روایت شدہ از حضرت رسول کہ علمائے امت من مانند پیغمبران بنی اسرائیل اند و تفسیر علماء در بعضے از روایات بائمہ شدہ است حیات القلوب جلد ۳ صہ۱۳ اس حدیث کی رو سے بھی یہ تحدید بالا تک اڑ جاتی ہے فتدبر۔

شیعہ - آپ کے جواب کا پہلا جملہ تشریح طلب ہے کیونکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ بعض انبیاء کسی خاص قوم یا ملک کے لئے مخصوص ہوئے والی عاد اخاھم صالح والی مدین اخاھم ھود۔ صالح مخصوص بہ عاد ھود مخصوص بہ مدین۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک قوم میں ایک نذیر آیا پہلے قوم کے ساتھ ملک بھی لکھا تھا۔ لیکن یہاں ملک کو اڑا دیا۔ آپ کا امام ازالہ صہ۵۵ میں فرماتا ہے۔ "نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیاء کے ہی حصہ میں رہا۔ اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے" فرمائیے یورپ افریقہ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ کینیڈا۔ کوئینز لینڈ۔ تسمانیہ۔ آسٹریلیشیا۔ نیوزیلینڈ وغیرہ میں کون کون نبی آئے ہنومان جی کی طرح کسی کا نام لے لو۔ اصول کافی کے باب ذکر الصحیفہ میں آٹھ حدیثیں ہیں لیکن جو حدیث آپ نے نقل کی ہے وہ ان میں نہیں۔ جتنے انبیا گذرے ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے۔ اور انکے اوصیا پر بھی لیکن تمام انبیاء کی سنت سے یہ پایا جاتا ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنے مابعد کے وصی کو خود مقرر کیا جیسے کہ کسی نے کہا ہے ؎

قبل تعیین وصی و وزیر ۔۔۔ ھل تری فات نبی وھجر

کسی نبی کا وصی پنچایت یا اجماع خلق سے نہیں ہوا۔ اور ہمارے نبی کو حکم ہے۔ فبھدٰھم اقتدہ پھر کیسے ممکن ہے کہ خاتم النبیین اس سبیل انبیاء سے انحراف کرتے اور کسی کو اپنا وصی مقرر نہ کرتے ہمارے اعتقاد کے رو سے اور آپ کی متفقہ احادیث سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت رسول نے جناب علی ولی اللہ کو غدیر خم میں اپنا وصی مقرر فرمایا۔ اور بارہا اپنی زندگی میں آپ کو کہا انت وصی وخلیفتی من بعدی میرے بعد تو میرا وصی و خلیفہ ہے لیکن ثلاثہ کے حق میں کوئی ایسی نص نہیں۔ اگر ہوتی تو سقیفہ میں پیش کی جاتی۔ نہ پیش کرنا دلیل ہے کہ ان کی وصایت پر نص نہیں تھی جن نصوص کو آج آپ لوگ پیش کرتے ہیں اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ حضرت ابوبکر نے بھی ان کو پیش کیا تو ہم ایکہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ نہیں تو مدعی سست و گواہ چست کی مثال صادق آوے گی۔ پس جب آپ کے مذہب کی خشت اول ہی کج ہے تا ثریا میرود دیوار کج۔ موسےٰ اور عیسےٰ کے نقباء و حواری ان کے اوصیا تھے۔ اور آپ نے بھی اقرار کیا کہ ان کو ان دو پیمبروں نے خود مقرر کیا۔ لیکن جن کو آپ امام اور خلیفہ کہہ رہے ہیں۔ ان کو رسول اللہ نے خود مقرر نہیں کیا۔ الغرض امامت کے بارہ اماموں تک محدود

ہونے کی نفی ہیں آپ کوئی عقلی و نقلی دلیل پیش نہیں کرے۔ اب ہم سے امامت کے ان بارہ تک محدود ہونے کی دلیل سنئے۔

۱۔ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مودۃ ۱۰ میں عدد الائمۃ الاطہار وان المہدی منہم میں بہت سی احادیث لکھی ہیں جن سے امامت کا بارہ شخص تک محدود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تین حدیثیں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہیں کہ کسی نے اس سے پوچھا آیا تمہارے نبی نے حدیث کی ہے کہ ان کے بعد کتنے وصی ہونگے قال نعم اثنا عشر عدد نقبا بنی اسرائیل آپ نے فرمایا ہاں حضرت نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہونگے بمثل عدد نقباء بنی اسرائیل کے اس میں بعد کا لفظ قابل غور ہے اور نیز عدد نقباء بنی اسرائیل۔ اب رہا یہ سوال کہ نقباء بنی اسرائیل موسےٰ کی زندگی میں مقرر ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ولقد اخذ اللہ میثاق النبین وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا اس سے بارہ نقیبوں کا تقرر ثابت ہوتا ہے اور صاحب مطالب السئول نے صفہ میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ عدد مطلوب و مرغوب تھا اس لئے شب عقبہ کو جب حضرت نے انصار سے بیعت لی تو فرمایا اخرجوا الی منکم اثنی عشر نقیبا کنقباء بنی اسرائیل یعنے تم میں سے بارہ نقیب نکلیں مثل عدد نقباء بنی اسرائیل کے اس سے اس عدد کی فضیلت واس کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اسی لئے خدا اور رسول نے عدد ائمہ کو بھی بارہ ہی رکھا۔ حدیث میں تو صاف آیا ہے کہ رسول کے بعد بارہ وصی ہونگے اور عدد میں نقباء بنی اسرائیل سے ملتے ہونگے نہ یہ کہ زندگی ہی میں ہونگے۔

(۴) چوتھی حدیث جابر بن سمرہ سے ہے کہ حضرت نے فرمایا میرے بعد بارہ خلیفے ہونگے

(۵) پانچویں حدیث سلمان فارسی سے ہے قال دخلت علی النبی فاذا الحسین علی فخذیہ وھو یقبل عینیہ ویقبل فاہ وھو یقول انت سید ابن سید وانت الامام ابن الامام وانت حجۃ بن حجۃ ابو حجج تسعۃ من صلبک تاسعھم قائمھم رسول اللہ نے حسین کو کہا تو سید بیٹا سید کا امام بیٹا امام کا۔ حجۃ اللہ فرزند حجۃ اللہ ہے تیری پشت سے نو حجج خدا ہونگے ان کا نواں قائم ہوگا۔ اس روایت کو اخطب خوارزم نے بھی لکھا ہے اور حموینی نے فرائد السمطین میں عبد اللہ بن عباس سے بھی اسی کی مثل ایک حدیث لکھی ہے اور حموینی نے باسناد خود ابن عباس سے یہ روایت کی ہے قال رسول اللہ انا سید النبیین و علی ابن ابی طالب سید الوصیین وان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولہم علی واٰخرھم المہدی یعنے میرے بعد میرے وصی بارہ ہیں پہلا علی اور آخری ان کا المہدی اس سے ثابت ہوا کہ المہدی یعنے مہدی موعود بارہ کے اندر ہے اور بارہ اماموں کا بارھواں اور یہی قائم بھی ہے

(۷) ساتویں حدیث عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے قال سمعت رسول اللہ یقول انا و علی و

الحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون رسول اللہ نے فرمایا ہیں۔ علی۔ حسن۔ حسین اور حسین کی اولاد سے نو مطہر و معصوم ہیں۔

(۵) ہمدانی مذکور نے زید بن حارثہ مولی رسول اللہ سے روایت کی ہے جس میں حضرت علی کی فضیلت بیان کی ہے پھر فرمایا والائمۃ من ولدہ آیات ربی لن تخلوا الارض من الایمان ما بقی اللہ احد امن ذریتہ وعلیہم تقوم القیمۃ۔ یعنے اولاد علی سے جو ائمہ ہونگے وہ میرے رب کی آیات ہیں اور جب تک ان میں سے ایک بھی ہے زمین ایمان سے خالی نہ ہوگی اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ بارہ ائمہ کا دور قیامت تک ہے۔ الغرض امامت ائمہ اثنا عشر کے بارے میں **صحیح بخاری** جزء ثامن میں تین حدیثیں جابر بن سمرہ۔ ابن عیینہ اور ابن عمر سے صحیح مسلم جزء ۴ میں نو حدیثیں۔ جمع بین الصحیحین حمیدی میں تین حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی میں دو۔ **صحیح ابی داؤد** میں تین۔ مناقب صدر الائمۃ اخطب خوارزم میں ایک **فرائد السمطین** ابراہیم حموینی میں تیرہ۔ **فصول المہمہ** علی بن احمد مالکی میں ایک **مناقب الائمۃ** محمد بن احمد بن شاذان ابوالحسن الفقیہ میں چار احادیث۔ یعنے کتب حضرات اہل سنت میں اٹھاون احادیث مروی اور ان کے راوی عبداللہ بن عباس۔ ابن مسعود۔ ابی سعید خدری۔ ابوذر غفاری سلمان فارسی۔ جابر بن سمرہ۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ انس بن مالک۔ ابی ہریرہ۔ ابن خطاب۔ زید بن مالک زید بن ارقم۔ ابی امامہ واثلہ۔ عمار بن یاسر۔ حذیفہ بن اسید۔ عمران بن الحصین۔ سعد بن مالک۔ حذیفہ یمانی۔ ابی قتادہ انصاری۔ علی ابن ابی طالب۔ حضرت حسن وحسین۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ یعنے ۲۶ صحابہ وصحابیات اس حدیث کے راوی ہیں۔

احمدیوں کو چیلنج اگر کوئی احمدی سنی وشیعہ کی کسی معتبر کتاب سے ایسی مرفوع متصل ضعیف حدیث ہی دکھلا دے جس میں حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ہو کہ آخری زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی ابن حکیم غلام مرتضےٰ نبی وصی اور خلیفہ اور مہدی موعود اور مسیح مسعود ہوگا تو میں تمام فرقہ شیعہ کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس کو ایک لاکھ روپیہ[ل] انعام دیا جائیگا۔

کوئی مرزائی ہے جو سامنے آئے۔ کہاں ہیں مرزا محمود اور کہاں ہیں فرقہ احمدیہ کے لیڈر آئیں اور

ل ہم قوم کی طرف سے اس انعام کے ذمہ دار ہیں۔ نمقہ خادم الشریعۃ المطہرہ سید علی الحائری۔ شیخ رحمت علی سکرٹری شیعہ ینگ مین سوسائٹی لاہور۔ سید احمد شاہ قمی سکرٹری انجمن اعوان الوفا لاہور۔ محمد عبداللہ سکرٹری انجمن امامیہ اثنا عشریہ لاہور۔ منشی غلام علی خان لاہور۔

کوئی حدیث دکھائیں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اگر کوئی ضعیف حدیث بھی نہ ملے پس ایسے امام وخلیفہ کا حق ہی کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خلیفہ رسول کہے جب کہ خود مستخلف نے اس کو نامزد نہیں کیا۔ اور نہ اسے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور افسوس ہے اس کے اندھے مقلدوں پر جنہوں نے اسے اس شخص کا خلیفہ مان لیا جس نے اسے اپنی خلافت کے لئے مقرر نہیں کیا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص بادشاہ کے وائسرائے ہونے کا دعوے کرے لیکن اس کے لئے شاہی حکم نہ ہو تو کیا ایسے شخص کو آپ وائسرائے سمجھینگے یا جعلساز ٹھگ روا۔

علماء سنی کی حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امامت بارہ تک محدود نہیں اور مجلسی کی عبارت تو صاف ہے کہ بعض احادیث میں علماء کی تفسیر ائمہ دوازدگانہ سے ہوئی ہے۔ پس علماء امت سے بھی یہی ائمہ مراد ہیں ؎

کما فی امم السالفۃ کا جواب پہلے گذر چکا۔ منشی صاحب امام غائب کی نظیر امم سالفہ سے مانگتے ہیں اور تشحیذ ص۱۲۲ میں لکھا ہے کہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیائے عیسےٰ میں سے امام کی غیبت کو نظیر دو لیجئے اوصیائے عیسےٰ میں بھی ایک نظیر موجود ہے حضرت شیخ محی الدین بن عربی نے جلد اول میں مندرجہ ذیل حدیث لکھی ہے جس کے اسناد کو کشفی طور پر صحیح کہا ہے اور ازالۃ الخفا ص۱۶۸ حصہ دوم میں بھی مکاشفات حضرت عمر خطاب میں موجود ہے اور یہ دونوں کتابیں آپ کے ہاں معتبر ہیں (دیباچہ نور الدین صفحہ ۵۹ و ۵۷۔ ازالۃ الخفا کے نام سے مرزا جی نے ازالۃ الاوہام کا نام چرایا ہے) بروایت ابن عباس مروی ہے کہ حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص کو جو قادسیہ میں حاکم تھا لکھا کہ نفیلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان و عراق کی طرف روانہ کرو۔ تاکہ اسکے اطراف سے اموال غارت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نفیلہ کو تین سو سوار کے ساتھ بھیجا وہ حلوان میں آئے اور اس کی اطرافیں لوٹیں۔ بہت سی غنیمت اور قیدی لا رہے تھے کہ عصر کا وقت تنگ ہوا اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ اس وقت نفیلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان کی ایک طرف پناہ دی۔ اور خود کھڑے ہو کر اذان کہنی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو ناگہان ایک جواب دینے والے نے پہاڑ میں اجابت کے ساتھ کہا کہ اے نفیلہ تو نے خداوند بزرگ کی طرف نسبت کبریائی کی پھر نفیلہ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نفیلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے پھر نفیلہ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا۔ تو مجیب نے کہا یہ وہی ہے جس کی بشارت ہم کو عیسےٰ بن مریم نے دی اور جس کی امت کے سر پر قیامت قائم ہوگی پھر نفیلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو مجیب نے کہا اس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم اٹھائے اور اس پر ہمیشگی کرے

نفیلہ نے حی علی الفلاح کہا تو مجیب نے کہا اس کے لئے نجات وفلاح ہے جو اس کی اجابت کرے نفیلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہا تو مجیب نے جواب دیا تو نے کلمۂ اخلاص اچھی طرح کہا۔ اللہ نے تیرا جسم آگ پر حرام کیا۔ پس جبکہ نفیلہ اذان سے فارغ ہوا تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے کیا فرشتہ ہے یا جن یا کوئی بندہ بندگان خدا سے تو نے ہم کو اپنی آواز سنائی ہے پس ہم کو اپنی صورت بھی دکھا کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ اور عمر کا بھیجا ہوا ہے پس اسی وقت چکی کے پاٹ کی طرح اس شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہو گیا جس کے سر اور ریش کے بال سفید اور اس پر پشم کے دو پرانے کپڑے تھے اور اس نے ہم کو خطاب کر کے سلام کی اور سب نے اس کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں زریب بن برثملا خدا کے عبد صالح عیسٰے ابن مریم کا وصی ہوں انہے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان سے نزول کے وقت تک طول بقا کی دعا میرے لئے کی ہے۔ اسکے بعد غائب ہو گیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے پھر نفیلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور اس نے عمر کی طرف لکھا۔ عمر نے بجواب اسکے سعد کو لکھا کہ تو اپنے ساتھ کے مہاجرین اور انصار کی معیت میں اس پہاڑ پر جا اور اگر زریب بن برثملا سے ملے تو میری طرف سے اس کو سلام کہدے۔ سعد چار ہزار مہاجرین وانصار کی معیت میں اس پہاڑ پر گیا اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتا رہا۔ لیکن اس کا کوئی جواب یا خطاب نہ سنائی دیا (کیونکہ اس میں راز فاش ہوتا تھا) اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے (۱) طول عمر وصی عیسٰے تا نزول عیسٰے (۲) وصی مذکور کی غیبت طولانی (۳) صحابہ کا عیسٰے بن مریم کے نزول جسمانی پر ایمان رکھنا حتٰی کہ نفیلہ اور تین سو سوار کی روایت کو تسلیم کر کے حضرت عمر کا زریب کو سلام بھیجنا۔ (۴) اس واقعہ کا بیداری میں ہونا۔ کیونکہ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔

شبہ چہارم۔ رسول یا امام تو یا شام سے پیدا ہوتے رہے یا عرب ومصر وغیرہ بلاد اسلامیہ سے لیکن ہندوستان تو ہمیشہ شرک کا گھر رہا۔ اس کے ایسے بھاگ کہاں کہ اس کی خاک سے امام مہدی جیسے بزرگ مبعوث ہوں۔

جواب۔ بے شک اکثر پیغمبر مرسل شام سے پیدا ہوئے یا عرب سے لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ دوسرے کسی ملک یا قوم سے کوئی نبی یا رسول یا نذیر نہ پیدا ہوا ہو۔ اوپر کسی جگہ ایک آیت لکھی گئی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسی امت نہیں جس میں کوئی نہ کوئی مامور نہ بھیجا گیا ہو لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں کوئی رسول یا ولی آیا ہی نہیں۔ کیا یہ ارشاد الٰہی سے معاذ اللہ

نہیں ہے ✣

(۲) آں حضرت نے مجوس کو اہل کتاب اور ایک نبی کی امت ٹھیرایا۔ تفسیر صافی زیر آیت حتیٰ یعطوا الجزیہ (۳) ہندوستان وہ خطۂ مبارک ہے کہ بابا آدم پہلے یہاں آئے اور حجر اسود ہند سے ہی مکہ کو گیا حیات القلوب جلد ۱ ص۵۸

(۴) فروع کافی میں ایک حدیث ہے کہ امام صادق سے پوچھا گیا نجوم کی بابت تو آپ نے فرمایا۔ نہیں جانتا اس کو مگر ایک خاندان عرب کا اور ایک خاندان ہند کا۔ روضہ ص۱۵۳ کیا عجب ہے کہ نجوم سے مراد کسوف وخسوف جیسے عدیم المثال نشانات ہوں۔

شیعہ۔ آیت مجولہ میں ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ہے نہ ان من ملک پس جس امت میں ہند کے لوگ شامل ہیں ان میں نبی مبعوث ہوئے۔ مثلاً تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ادریس نے اپنے شاگرد ہند میں بھیجے۔ اسی طرح حضرت نوح کی دعوت بھی ہند تک ضرور پہونچی ہوگی تب ہی تو ساری دنیا ہلاک ہوئی۔ لیکن رام چندر۔ کرشن۔ ہنومان کا نبی ہونا کسی ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت یوز آسف نبی کشمیر میں مبعوث ہوئے۔ لیکن یہ کہیں سے ثابت نہیں۔ کہ مہدی ہندوستان میں پیدا ہوگا۔

(۲) مجوس کا صاحب کتاب ہونا قول معصوم سے ثابت ہے اور مجوس ایران میں تھے اور آریہ اور ایران ایک ہی امت ہیں پس ممکن ہے کہ وہی نبی جو مجوس کی طرف بھیجا گیا تھا وہی آریوں کیطرف بھی مبعوث ہو کیونکہ مجوسیوں اور اہل ہند کے اعتقادات بھی قدرے ملتے جلتے ہیں۔ چنانچہ مجوسی محرمات کے قائل نہیں۔ ماں بہن سے وطی کرنا ان کے ہاں جائز ہے اسی طرح اہل ہند کا قدیم فرقہ بام مارگیوں کا ہے۔ نبی مجوس کے بعد جیسے مجوس بگڑ گئے اور انہوں نے محرمات کو حلال کر دیا ویسے ہی بام مارگیوں نے بھی کیا ✣

(۳) ہندوستان ضرور خطۂ مبارکہ ہے لیکن روایات متفقہ شیعہ سے آدم کا ہبوط ہند میں ثابت نہیں اور نہ حجر اسود کا ہند میں ہونا بلکہ احادیث معتبرہ کثیرہ سے ان کا نزول صفا پر اور حوا کا مروہ پر ثابت ہوتا ہے (حیات القلوب جلد ۱ ص۵۸) ان احادیث کو مجلسی نے معتبر لکھا ہے لیکن جو اخبار ہند کے بارے میں ہیں ان تمام کو معتبر نہیں کہا اس لئے صفا اور مروہ پر نزول کی روایات زیادہ اعتبار رکھتی ہیں۔

(۴) کافی کی حدیث مرسل ہے اور معلوم نہیں اسے آپ نے کس مطلب کے لئے نقل کیا ہے یہاں

سوال امامت کا ہے نہ نجوم کا اور جو کچھ حضرت نے فرمایا وہ بھی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ علم نجوم کے اول مدرس حضرت ادریس ہیں اور جیسے ہم پہلے بیان کر آئے آپ کے شاگرد ہند میں آئے اور دیگر علوم حقہ کے ساتھ علم نجوم بھی یہاں پھیلا چنانچہ برہمنوں میں شروع سے اس کا چرچا چلا آتا ہے لیکن بعد میں اس علم میں دخل انسانی ہوگیا۔ ممکن ہے کہ حضرت صادق کے وقت میں ہند میں کوئی ایسا برہمن باخدا ہو جو علم نجوم کو حقیقۃً جانتا ہو۔ اسی حدیث کی مثل سید ابن طاؤس نے کتاب معاویہ بن حکم میں مرسلاً حضرت ابی عبد اللہ سے روایت کی ہے قال فی السماء اربعۃ نجوم ما یعلمہا الا اھل بیت من العرب واھل بیت من الھند یعرفون منہا نجما واحدا فبذالک صار حسابہم یعنے آسمان میں چار سیارے ہیں[له] جن کو عرب کے ایک خاندان والے جانتے ہیں۔ اور ہند کے ایک خاندان والے ان میں سے صرف ایک سیارے کو جانتے ہیں اور اسی سے ان کا حساب ہے پہلی حدیث مجمل تھی اور یہ مفصل ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے اہل بیت کو تمام نجوم کی معرفت حاصل ہے لیکن اہل بیت من الہند کو صرف ایک کی اس لئے زادہ بسطۃ فی العلم کی رو سے اہل بیت عرب ہی مستحق امامت ہیں اگر بزعم جناب اہل بیت من الہند سے امام مبعوث ہوتے تو برہمنوں سے ہونے چاہئے تھے۔ نجوم سے کسوفین کے خواب جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب آیا کرتے ہیں اور ان کسوفین کو تو سب جانتے ہیں نہ صرف ہند و عرب کے اہلبیت۔

شبہ پنجم۔ نبوت و امامت تو ذریت ابراہیم کے لئے مخصوص ہے مرزا صاحب کس طرح ذریت ابراہیم ہیں۔

جواب۔ ذریت دو قسم کی ہوتی ہے ایک روحانی۔ دوسری جسمانی۔ مرزا صاحب اگر بالفرض جسمانی[له] ذریت سے نہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ روحانی ذریت ہونے کی بنا پر بھی آپ ان مواعید و بشارت کے وارث ہوسکتے ہیں۔ کیا قرآن میں ابراہیم کی طرف سے حکایتاً اس حقیقت کا اعتراف مذکور نہیں ہے فمن تبعنی فانہ منی کے کیا معنے ہیں؟

شیعہ۔ قرآن میں لفظ ذریۃ و ذریات وغیرہ ۲۸ مقامات میں آیا ہے اور سب جگہ اسکے معنے جسمانی اولاد ہی ہیں لغت میں بھی اسی معنے میں آیا ہے صراح ص۱۳۳ ذریۃ بالضم فرزندان۔ پس خواہ مخواہ مجازی معنے کرنا آپ سے خود غرضوں کا ہی کام ہے آخر کوئی آیت و حدیث ایسی بھی ہے جس

[له] پانچ سیارے جنکو سب جانتے ہیں۔ زہرہ۔ عطارد۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل ہیں اور وہ چار جن کا علم اہل بیت رسول کو ہے وہ یہ ہیں ۱۔ یورینس جس کو ہرشل نے دریافت کیا۔ ۲۔ نیپٹیون جسکو لیوریا نے ۱۸۴۶ء میں ظاہر کیا۔ ۳۔ برکان۔ ۴۔ زمین۔ اہل ہند کو جس سیارے کا علم تھا غالباً وہ زمین ہے +

کے سید ھے معنے کرتے ہو۔ نبوت و امامت قیامت تک ذریت ابراھیم میں باقی ہے اس ذریت کی دو شاخیں تھیں۔ اسحاق و اسمٰعیل۔ اسحاق کی اولاد کے ختم ہونے کے بعد ان کا دور ختم ہوگیا۔ ان کا دین ختم ہوگیا۔ ان کا قبلہ ختم ہوگیا۔ اور محمدی دور شروع ہوا۔ یہ دور اور یہ خاندان حسباً نسباً ظاہراً باطناً من کل الوجوہ دور اسحاق و خاندان اسحاق سے افضل ہے۔ چنانچہ مطلب ابن ابی رواعہ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیرھم ثم جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیرھم فانا خیرکم بیتا و خیرکم قبیلا و خیرکم نفسا یعنے میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں جب خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ تو مجھے بہترین خلائق میں رکھا پھر قبیلے کئے تو مجھے بہترین قبایل میں رکھا۔ پھر ان کے گھر اور خاندان کئے تو مجھے بہترین بیوت میں رکھا پس میں بہترین تمہارا ہوں از روئے خانوادہ کے اور از روئے قبیلہ کے اور از روئے نفس و ذات کے (موۃ القربیٰ وغیرہ شرح نہج البلاغہ از ابن میثم مطبوعہ ایران ۳۹۷)

ایک دوسری حدیث میں حضرت نے فرمایا ہے اصطفیٰ من العرب القریش واصطفےٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم یعنے خدا نے عرب سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا۔ اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا شرح نہج البلاغہ از ابن ابی الحدید میں ہے مطبوعہ ایران جلد ۲ صفحہ ۱۳۔

ان اللہ اصطفےٰ من ولد ابراھیم اسمٰعیل واصطفےٰ من ولد اسمٰعیل مضر واصطفیٰ من مضر کنانہ و اصطفیٰ من کنانہ قریشا واصطفیٰ من قریش ھاشما واصطفانی من بنی ھاشم یعنے خدا نے حضرت ابراہیم کی اولاد سے اسمٰعیل کو چن لیا اور اولاد اسمٰعیل سے مضر کو چن لیا اور اس سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے ہاشم کو اور ہاشم سے مجھے چن لیا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ دور اسمٰعیلی کے آنے پر اسحاقیوں کا سب کچھ موقوف ہوگیا۔ پس پھر اس دور میں کسی اسحاقی کی کیا مجال کہ وہ آسکے۔ کیونکہ دور اسحاقی کے ختم ہونے پر بہترین اولاد ابراہیم قبیلہ قریش تھا اور بہترین قریش بنی ہاشم تھے اسی واسطے بہترین انبیاء بھی انہی بنی ہاشم سے ہوا۔ بنی ہاشم میں سے خدا نے آل محمد کو انتخاب کیا از روئے حسب و نسب کے تمام اقوام عالم سے یہ افضل ہیں اس لئے امامت ان میں رکھی۔ آل محمد میں سے حضرت حسنؑ کے بعد آپ کی اولاد میں اہلبیت امامت کبرے نہیں تھی۔ اس لئے امامت نے حضرت حسینؑ کی طرف عود کیا اور یہ خاندان سب سے افضل ہے اس لئے قیامت تک امامت انہی میں رکھی لمناقب میں ثابت الثمالی نے حضرت علی بن الحسین سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا قال فینا نزل قول اللہ عزوجل وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلہم یرجعون ای جعل الامامۃ فی عقب الحسین الی یوم

القیامۃ (ینابیع صـ۹۶) یعنے خدا نے قیامت تک ذریت حسینؑ میں امامت کو رکھ دیا۔ مرزا صاحب نہ اولاد اسمٰعیل سے ہیں نہ قریش سے نہ بنی ہاشم سے نہ سادات سے نہ سادات حسینی سے پھر امامت کے مدعی کیوں ہوئے۔ کسی صاحب نے حاشیہ میں لکھ دیا کہ مرزا صاحب اولاد اسحاق سے ہیں واہ کیا خوب ! اس کے لئے عسل مصفےٰ صـ۲۳۴ میں کنز العمال سے ایک روایت لکھی ہے کہ اہل فارس ولد اسحاق ہیں اور مرزا صاحب چونکہ فارسی النسل ہیں اس لئے وہ بھی اسحاقی ہیں۔ اس کے جواب میں بندہ عرض کرتا ہے کہ اول تو کنز العمال آپ کے ہاں کی کتاب ہے اس لئے ہم پر حجت نہیں۔ دوم یہ روایت احاد میں سے ہے اور نسب وغیرہ کا ثبوت روایات احاد سے نہیں ہوتا۔ سوم۔ مرزا صاحب کے۔ مورث اعلےٰ کی کوئی ایسی تحریر دکھائی جائے جس میں انہوں نے دعوے کیا ہو کہ ہمارا خاندان اولاد اسحاق سے ہے چہارم کوئی ایسا شجرہ پیش کیا جائے جس سے مرزا جی کا یہ دعوےٰ ثابت ہوتا ہو۔ پنجم۔ یہ حدیث نہیں بلکہ ابن عمرؓ کا قول ہے اور قول صحابہ حجت نہیں۔ ششم بالفرض اگر اسے مان بھی لیا جائے تو مرزا جی اہل فارس سے نہیں بلکہ اہل سمرقند سے ہیں اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ سمرقند فارس میں نہیں چنانچہ **غیاث اللغات** صـ۳۱۴ میں بھی لکھا ہے فارس نام ولایتے است از ایران کہ چہار شہر دارد۔ اول شیراز۔ دوم۔ اصفہان۔ سوم کرمان۔ چہارم یزد۔ حضرت سلمان کو اسی لئے فارسی کہا گیا کہ وہ بموجب روایات شیعہ اہل شیراز سے تھا۔ کما فی **اکمال الدین** اور بموجب روایت بخاری وہ اہل رامہرمز سے تھا۔ اور رامہرمز اہواز کے شہروں میں سے ایک شہر ہے کما فی البرہان والیمانۃ الحلبیہ اور یہ فارس میں ہے۔ کما فی البرہان۔ ہفتم بفرض محال اگر مرزا جی کو اولاد اسحاق سے بھی مان لیا جائے تو بھی ان کے مفید نہیں کیونکہ یہودیوں کا اولاد اسحاق ہونے کا دعوےٰ زیادہ معتبر ہے لیکن ہم کیا کریں رسول اکرمؐ فرما گئے ہیں کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہونگے جو سب بنی ہاشم سے ہونگے کما فی المودۃ القربیٰ وغیرہ عن جابر بن سمرہؓ۔ اور مہدی موعود بھی ان میں ہوگا۔ لیکن مرزا صاحب بقول خود اسحاقی ہیں۔ اور مہدی موعود اسمٰعیلی ہاشمی۔ محمدی اور حسینی۔ اس لئے مرزا صاحب کا دعوےٰ مردود ہے۔ ہشتم اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے کوئی ایسی حدیث دکھائی جائے جس سے ثابت ہو کہ مہدی موعود اولاد اسحاق سے ہوگا فمن تبعنی فانہ منی کے معنے بیان ہو چکے۔ ساتھ ہی الانصاف بھی دیکھ لو۔ ائمہ اہل بیت نے اس شخص کو اپنے تابعداروں سے بھی خارج کیا ہے۔ جو معراج جسمانی کا منکر ہے دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صـ۲۳۶ چہ جائیکہ اسے اپنے میں سے کہیں۔ لیکن مرزا منکر معراج جسمانی تھے (ازالہ صـ۴۷) اور جسم نورانی رسول کو کثیف کہتے تھے۔ حالانکہ براہین صـ۱۵ میں خود کہہ چکے ہیں ؎

لعل تاباں را اگر کوئے کثیف   زیں چہ کاہد قدر روشن گوہرے

شبہ ششم۔ مانا کہ بعض احادیث سے مرزا صاحب کے دعاوی و تعلیم کی تصدیق ہوتی ہے لیکن بہت سی روایات و احادیث جو ان کے مخالف پڑتی ہیں اس کا کیا علاج؟

جواب۔ شیعہ و سنی علماء نے احادیث کی صحت و سقم کے متعلق بڑے بڑے قواعد تجویز کئے ہیں یہاں تک کہ اصول حدیث پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اور جن سے واقف ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے لیکن خدا کے مسیح نے ایک ایسا موٹا اصول صحیح و سقیم میں تمیز کرنے کا ارشاد فرمایا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ورق گردانی کی حاجت نہیں رہتی وہ یہ کہ خواہ کسی طبقہ کی حدیث ہو۔ اس کا معارضہ قرآن سے کرو۔ اگر وہاں سے تصدیق و تائید ہو سکے تو بلا چون و چرا مان لو ورنہ چھوڑ دو۔ اور یہی اصول کتب شیعہ میں بھی موجود ہے اصول کافی کتاب العلم باب اختلاف الحدیث صـ ۳۹

شیعہ۔ مرزا صاحب کی تائید کسی آیت و حدیث سے نہیں ہوتی۔ دل کے خوش کرنے اور جاہلوں کو بہکانے کے لئے یہ باتیں وضع کی ہیں کہ بعض احادیث سے ان کی تصدیق ہوتی ہے تمام احادیث و اقوال محدثین و علماء و اجماع امت مرزا صاحب کے برخلاف گواہی دے رہے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مرزا صاحب کا موید نہیں +

پس یا تو اہل قرآن کی طرح احادیث کو چھوڑ دو اور یا مانو۔ اپنے مطلب کی حدیثوں کو مان لینا اور باقیوں کو چھوڑ دینا طرفہ ماجرا ہے۔ مثلاً جو راوی ان احادیث کے ہیں جن کو آپ مانتے ہیں وہی راوی ان احادیث کے بھی ہیں جن کو آپ نہیں مانتے۔ یہ عجیب بات ہے۔ آخر کس طریقہ سے آپ نے ان کو پہلی قسم کی احادیث میں سچا کہا اور دوسری قسم میں جھوٹا۔ جو اصول حدیث شیعہ و سنیوں نے بنائے ہیں وہ مطابق عقل ہیں۔ اور بڑی جانکاہی کے بعد تیار ہوئے ہیں اس لئے ان سے عدول کرنا ایمانداری نہیں۔ اور جس اصول کو آپ نے اپنے مرشد کی طرف منسوب کیا ہے وہ بھی ان اصولوں میں سے ہے جن کو شیعہ و سنی نے لکھا ہے لیکن آپ کا اس پر بھی عمل نہیں۔ مثلاً سن لیجئے۔ قرآن میں حکم ہے کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرو۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین لیکن آپ پاؤں کو دھوتے ہیں۔ قرآن میں حکم ہے کہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کہ ہر مورث کے ترکہ میں اس کی اولاد سے مرد عورت کے دو برابر حصہ پائیگا۔ لیکن آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں۔ اور ان کا مال صدقہ ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ ان اللہ لیس بظلام للعبید۔ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ لیکن آپ کا یہ اعتقاد

ہے کہ جب عذاب آتا ہے تو بُروں کے ساتھ نیک بھی ہلاک ہوجاتے ہیں الحکم ۲۴ء خدا نے قرآن میں بارہ سب نبیوں کی معرفت فرمایا ہے کہ لا الٰہ الا انا کوئی اللہ نہیں سوائے میرے۔ اس لئے یہی کلمہ میں بھی مقرر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ جس سے ثابت ہوا کہ غیر کو الٰہ کہنا شرک ہے لیکن مرزا صاحب اور ان کے خلیفۂ اول کا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی سرور میں آکر اللہ کی جناب میں انت عبدی وانا ربک (تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں) کہدے تو انشاء اللہ تعالےٰ جہنمی نہ ہو۔ اگرچہ سچ یہی ہے کہ الٰہی انت ربی وانا عبدک (اے میرے خدا تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں) ازالۂ اوہام صفحہ ۲۸ خداوند عالم رسول اللہ کی شان میں فرماتا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنے ہمارا رسول خواہش نفسانی سے نہیں بولتا۔ لیکن مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام صفحہ ۳۴۴ سے صفحہ ۳۴۶ تک تمام انبیاء کا عموماً اور خاتم النبیین کا خصوصاً ہوائے نفسانی سے بولنا ثابت کیا ہے مثلاً صفحہ ۳۴۴ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے موجب ابتلا کا ہوئی تھی۔ آں حضرت نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ آں حضرت نے اسی امید پر سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آجائیگا اور بلاشبہ رسول اللہ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی۔ اسپر متنبہ نہیں کیا گیا تھا الخ پھر صفحہ ۳۴۵ میں لکھتے ہیں پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں ..... مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر اپنی طرف سے ان (وحی) کی کسی قدر تفصیل کرتے ہیں اور چونکہ وہ انسان ہیں اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے الخ یہ ہے انبیا کی نسبت اس گروہ کا اعتقاد۔ مرزا صاحب نے اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لئے انبیاء اور خصوصاً سید انبیاء پر غلطیوں کا الزام لگایا ہے لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا اور طرفہ یہ ہے کہ ان کے مرید بغیر چون وچرا ان مزخرفات کو قبول کر لیتے ہیں حالانکہ قرآن ایسے عقائد کی تردید کرتا ہے اگر یہ اپنی طرف سے وحی کی تفصیل کرتے تھے جن میں غلطیاں ہوتی تھیں تو پھر وما ینطق عن الھویٰ کے مصداق نہ ہوئے اگر پیشگوئیوں یعنے غیب کے معنے ان پر نہیں کھلتے تھے تو فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کے کیا معنے ہیں۔ سفر حدیبیہ کے لئے آن حضرت کی تفہیمی غلطی کا صاف فتوےٰ دیدیا۔ لیکن خدا فرماتا ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (یعنے خدا نے اپنے نبی کا خواب سچا کر دکھایا) جس کا معلم خود خدا ہو۔ جو خطا سے منزہ ہو اگر وہ بھی غلطی کرے تو پھر یا تو خدا کی تعلیم میں نقص ہوگا اور یا اس کا نااہل ہونا ثابت ہوگا لیکن بمصداق اللہ اعلم حیث یجعل

رسالتہ (اللہ محل رسالت کو جانتا ہے جس میں رسالت رکھتا ہے اور اس سے بڑھکر جاننے والا کوئی نہیں) چونکہ یہ حضرات محل رسالت و نبوت کے حقیقی اہل تھے اس لئے ان سے سہو و خطا محال ہے نہیں تو ان کے اقوال پر اعتبار نہیں رہتا اور یہ حکمت بعثت انبیاء کے خلاف ہے۔

مرزائیو! ایسے اعتقادات رکھتے ہوئے شیعوں سے مقابلہ کرنے آئے ہو۔ تعلی نہیں۔ وہ قابض الارواح گواہ ہے اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو تمہارے مذہب کے بخیئے ادھیڑ کر یہاں رکھ دیتا۔ خیر یار زندہ و صحبت باقی۔ کافی سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اوّل تو وہ باب اختلاف الحدیث میں نہیں۔ بلکہ باب الاخذ بالسنتہ و شواھد الکتاب میں ہے۔ دوم۔ یہ ایک حدیث کی عبارت نہیں بلکہ دو حدیثوں کی ہے پہلا حصہ حدیث سوم باب مذکور کا آخری حصہ ہے۔ حضرت ابی عبد اللہ نے فرمایا کل شئی مردود الی الکتاب والسنۃ و کل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف یعنے ہر شے کو رد کرو قرآن اور سنت متواترہ پر اور جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ زخرف ہے یعنے جو حدیث بواسطہ یا بلا واسطہ کتاب اللہ سے موافق نہ ہو وہ زخرف ہے کیونکہ جو حدیث موافق سنت ہے وہ بالواسطہ موافق کتاب ہے آپ کی مندرجہ عبارت کا آخری حصہ باب مذکور کی پہلی حدیث ہے اور وہ ضعیف ہے (مراۃ العقول جلد ۱ صلا۲۲) اور اگر اسے صحیح بھی مانا جائے تو موافقت کتاب سے موافقت بالواسطہ یا بلا واسطہ مراد ہے۔ لیکن جن احادیث کو آپ مخالف کتاب اللہ جانتے ہیں وہ ہمارے نزدیک موافق کتاب اللہ ہیں۔ مثلاً مہدی علیہ السلام کا ذریت رسول سے ہونا۔ ہم وہ احادیث پہلے لکھ آئے ہیں جن میں حضرت مہدی کا ذریت رسول سے ہونا ثابت ہوتا ہے اس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے خدا فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ یعنے نبی اولےٰ ہے مومنوں کو ان کی جانوں سے اس کی ازواج ان کی مائیں ہیں اور اولوالارحام پیغمبر بعض اولےٰ ہیں بعض سے بعد رسول کے پس نبی کریم کے بعد اولیٰ بالمومنین بعبارۃ آخری مولیٰ المومنین۔ اولوالارحام پیغمبر ہیں۔ ان میں سے جو رحم پیغمبر سے زیادہ نزدیک ہے وہی سردار مومنین ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مومنین کی سرداری کتاب اللہ میں قیامت تک اولوالارحام پیغمبر کے لئے ہے۔

شبہ ہفتم۔ امت محمدیہ امت مرحومہ ہے اور ہمارے نبی رحمۃ للعالمین پس ایسے نبی کا خلیفہ مہدی بھی ایسا ہونا چاہئے تھا جن کا آنا ملک و ملت کے لئے رحمت ہو لیکن مرزا صاحب نے جب اپنے مہدویت و مسیحیت کے دعوے کئے ہیں دنیا جنگ و جدل میں پر خون ہے۔

جواب احمدی۔ دیکھئے جس قدر انبیاء و رسل کا ذکر قرآن میں ہے ان کو بشیر و نذیر کہا گیا ہے یعنی مومنین صادقین کو بشارت دینے والے اور منکرین و مخالفین کو ڈرانے والے حضرت محمد رسول اللہ کی بعثت میں بھی دونوں صفتیں عیاں ہیں اور مہدی موعود بھی جہاں مخلصین کے لئے بشارات وانعام کے لحاظ سے رحمۃ للعالمین ہیں منکرین کے لئے ان کا وجود عذاب مہین ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس حقیقت کا اشارہ ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور روایات شیعہ میں تو صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالٰی لبعث محمدا رحمۃ ولبعث القائم نقمۃ یعنی محمد رحمت تھا اور مہدی عذاب ہے تفسیر صافی زیر آیت وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ص۳۳

شیعہ۔ صورت سوال اپنے مطلب کے مطابق بنائی گئی ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت رسول کریم کے وقت سے عذاب استیصال جیسے پہلی امتوں پر ہوتا تھا مرتفع ہوگیا۔ خداوند عالم فرماتا ہے وما کان اللہ معذبہم وانت فیہم خدا ان کو عذاب نہیں کریگا۔ درآں حالیکہ تو ان میں ہے اسی سے رحمۃ للعالمین ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ حضرت ایسے رحمۃ للعالمین تھے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے عرب میں سخت قحط تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت پر قحط جاتا رہا۔ اسی طرح اور بھی رحمت کے نمونے آپ کے وجود بےجود سے ظاہر ہوئے۔ نہ صرف آپ عرب کے لئے رحمت تھے بلکہ عالمین کے لئے اور نذیر بھی عالمین کے لئے ہیں (للعالمین نذیرا)۔ آپ کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ نبی کریم صرف مومنوں کے لئے رحمت تھے اور مخالفوں کو ڈرانے والے۔ لیکن جیسے رب العالمین میں لفظ عالمین ہے جس سے جمیع ماسوا اللہ مراد ہے وہی عالمین نذیرا للعالمین میں بھی ہے جس سے آپ کا نذیر ہونا واسطے عالمین کے ظاہر ہے اور وہی عالمین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین میں ہے جس سے آپ کا رحمت واسطے عالمین کے ہونا ظاہر ہے اور یہ ارسال عالم امری سے عالم خلقی کی طرف ہے۔ الغرض جس طرح رسول کے زمانہ کے لئے آپ کا وجود امان تھا۔ آپ کے بعد اہل بیت کا وجود امان ہے واسطے اہل ارض کے کما قال صلعم فی الحدیث المتفقہ اہلبیتی امان لاھل الارض کما ان النجوم امان لاھل السماء مرزا صاحب کو بھی بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ ہم بھی ایسا دعوے کرکے لوٹ لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ دافع البلاء میں یہ الہام گھڑ کر سنایا گیا لولا الاکرام لھلک المقام اگر مرزا کا پاس نہ ہوتا تو قادیان ہلاک ہو جاتا۔ پھر مرزا صاحب کے پیش امام مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے اخبار الحکم مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء میں لکھا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبرٰے کا یہ ثبوت پیش کیا کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیگا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو

اکثر دہریہ طبع. کفار. مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں۔ خدا کے مصالح اور حکموں کی وجہ سے اپنے سایۂ شفاعت میں لے لیا ہے جیسے کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم یعنے خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہ کریگا جب کہ تو ان کے درمیان ہے الخ مرزا جی کے الہام اور انکے امام کی توضیح سے معلوم ہُوا کہ قادیان کے لئے طاعون سے محفوظ رہنے کا وعدہ تھا۔ دوسرا وعدہ یہ تھا کہ مرزائی طاعون سے محفوظ رہینگے (کالغدی) کشتی نوح صـ۲۰۱ میں مرزا جی فرماتے ہیں۔ لب لباب یہ ہے کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا۔ اور وہ جو کامل پیروی اور سچے تقوے سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائینگے مواہب الرحمٰن میں فرمایا لنا من الطاعون امان ولا تخوفونی من ھذہ والنیران فان النار غلامنا بل غلام الغلمان صـ۲۴ یعنے ہمارے لئے طاعون سے امان ہے۔ مجھ کو طاعون سے مت ڈراؤ۔ طاعون ہمارا غلام (عربی میں تو غلام کے معنے بچہ ہیں) بلکہ ہمارے غلاموں کا غلام ہے۔ طاعون کی نسبت جس کو آپ عذاب الہی بتلا رہے ہیں۔ دو دعوے کئے۔ ایک یہ کہ طاعون قادیان میں نہ ہوگا۔ دوسرا یہ کہ طاعون ہمارے غلاموں کا غلام ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے غلاموں یعنے مریدوں کو نہ ہوگا لیکن خدا تعالےٰ نے دونوں کو جھوٹا کیا۔ امر اوّل کی نسبت خود مرزائیوں کا اقرار پڑھئے ریویو بابت اکتوبر ۱۹۰۷ء صـ۳۸۶ جس میں لکھا ہے کہ قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون منوادر ہوئی۔ امر دوم کی نسبت خود قادیان کے حواریوں کی طاعونی موتیں گواہ ہیں۔ تفسیر صافی کی پوری حدیث آپ نے نقل نہیں کی۔ خیر نقمۃ کے معنے عذاب نہیں بلکہ بدلا لینے کے ہیں۔ دیکھو صراح صـ۳۹۹ انتقام کینہ کشیدن نقمہ اسم فیہ اور حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے رحمۃ ونقمۃ میں تضاد بھی نہیں کیونکہ خدا رحمان ورحیم بھی ہے اور منتقم بھی وانا من المجرمین منتقمون اور مہدی علیہ السلام کا وجود تو سراسر رحمت ہے اس وقت انہی کے وجود سے زمین قائم ہے جس وقت آپ خروج فرمائینگے تو پہلے صفت منتقم کو ظاہر کرینگے اور جیسے مواد ردیہ خارج کرنے کے لئے حاذق ڈاکٹر نشتر استعمال کرتا ہے ویسے ہی حکیم مطلق کا مظہر مہدی موعود نشتر سیف سے مواد فاسدہ کو جہان سے خارج کردیگا اور صفحۂ عالم سے مٹا دیگا۔ اس کے بعد نزول برکات ورحمات ہوگا۔ اور ایسا عدل و انصاف قائم ہوگا کہ آپ کے زمانہ میں فے الحقیقۃ یہ مثل صادق ہوگی کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ ظلم وجور وقحط وبدامنی وغیرہ دور ہو کر عدل وانصاف وخوشحالی وامن کلی قائم ہونگے لیکن مرزا جی بقول معترض واقعی ایسے ہیں کہ ان کے دم قدم سے مصائب اور بلائیں ملک پر وارد ہو رہی ہیں جس سے نہ مرزا جی کے مخالف بچے نہ موافق۔ مرزا جی کے پڑوس میں طاعون ہونا تھا تو آپ مکان کو

چھوڑ دیتے ہیں اور طاعون کے خوف سے مریدوں کو آنے سے منع کر دیتے ہیں۔ نورالدین صفحہ ۱۰۵ میں مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے ؎

جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
یعنے وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا بھولینگے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

دیکھئے وعدہ تو یہ تھا کہ مسیح موعود کے آنے سے جنگوں کا سلسلہ دنیا سے مٹ جائیگا لیکن آپ کے خلیفۂ ثانی کے وقت میں وہ عالمگیر جنگ یورپ میں ہو رہی ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

شبہ ہشتم۔ ممکن ہے امام غائب چند سال بعد ظاہر ہو جائیں اور انکے بعد مسیح بھی آسمان سے اُتر آئیں۔ جواب۔ بسا ممکن ہے کہ غائب ظاہر بھی نہ ہوں اور اسی طرح مسیح آسمان سے اترے ہی نہ اور امکان تو ان امور میں ہوتا ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں میں تو صریح احادیث اور روایات بلکہ آیات سے ان مطالب کو واضح کر چکا ہوں لیجئے یہاں پر ایک دو دلائل اور عرض کرتا ہوں (۱) امام باقر فرماتے ہیں کہ ہم مانند نجوم سماوی کے ہیں۔ جہاں ایک ستارہ غائب ہوا دوسرے نے طلوع کر دیا۔ مجالس المؤمنین مجلس ۱ صفحہ ۹۔ اور اسی طرح کافی میں ہے انما نحن کنجوم کلما غاب نجم طلع نجم۔ اصول کافی باب نفی الغیبہ صفحہ ۲۱۱ فرمایئے اس اصول پر امام غائب کی اس قدر طویل غیبت کہاں مثل نجوم سماوی کے ثابت ہو سکتی ہے بلکہ ان کی غیبت مقتضی ہے اس امر کی کہ کوئی اور امام مطلع امامت سے طلوع کرے۔

(۲) امام رضا سے روایت ہے کہ لازمی ہے ہمارے صاحب الامر کے لئے غیبت لیکن کہاں تک (فرمایا) ان تعیشوا فسوف تدرکونہ اصول کافی صفحہ ۲۰۹ اگر تم جیتے رہے تو ضرور اسکو پا لوگے کیا اس ارشاد سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ عنقریب امام ظہور کرینگے۔

(۳) بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ مہدی کا زمانہ امت محمدیہ کا ابتدا، یا اوسط ہے اور آخر زمانہ مخصوص ہے مسیح کے واسطے چونکہ اکثر علامات قرب قیامت کا ظہور ہو چکا ہے لہذا اس وقت مہدی کا انتظار لا حاصل ہے ہاں اس مہدی کا انتظار ضروری ہے جو مثیل مسیح بھی ہے دیکھو ذیل میں

(۱) علی ابن الحسین قال قال رسول اللہ کیف تہلک امۃ انا اولہا و اثنا عشر من ولدی اولو الالباب اولیاء والمسیح بن مریم آخرہا ولکن یہلک بین ذالک من لست منہم ولیسوا منی۔ اکمال الدین صفحہ ۱۶۳

(۲) کیف تہلک امۃ انا اولہا و اثنا عشر من بعدی من السعداء اولو الالباب والمسیح بن مریم آخرہا ولکن بین ذالک نطخ الہرج لیسوا منی ولست منہم۔ اکمال صفحہ ۱۵۷

(۲) پھر ممکنات پر اگر قیاس کیا جائے تو میں کہتا ہوں ممکن ہے پھر امام غائب کی جگہ خدا نے حضرت مرزا صاحب کو ہی مہدی موعود بنا دیا ہو لیکن یہ یاد رہے یہ امکان محض خیالی امکان نہیں بلکہ ایک بڑے عقیدہ تشیع کی بنا پر ہے یعنے عقیدہ بداء پر جس طرح پر خدا نے پہلے امام صادق کے بیٹے اسمٰعیل کو امام بنایا تھا۔ لیکن پھر بداء ہو گیا اور امام موسٰے کاظم کو امام بنا دیا وفی حدیث الصادق ما بدا اللہ فی شئی کما بدا لہ فی اسمٰعیل ابنی یحیج البحرین۔ شیعہ اسماعیلیہ اسی اسمٰعیل کے پیرو ہیں۔

شیعہ۔ ہم علی وجہ البصیرۃ جانتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا نزول آسمان سے ہوگا اور امام مہدی بھی ظاہر ہونگے اور اللہ ورسول کے وعدے ان کے ہاتھوں پورے ہونگے یہ خدا ورسول کے وعدے ہیں آسمان وزمین کا ٹل جانا ممکن ہے لیکن خدا کے حتمی وعدے نہیں ٹل سکتے ومن اصدق من اللہ قیلا۔ ہم گوسالہ پرست نہیں کہ ان کے آنے سے پہلے کسی گاوسالہ کی پرستش شروع کر کے اعجلتم امر ربکم کے عتاب کے نیچے آویں۔ دیکھئے مرزا صاحب نے بھی ازالۂ اوہام ص۱۷۸ میں لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ (مسیح) ظاہری جلال واقبال کے ساتھ بھی آوے اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔ اور ص۲۶۰ میں فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر کوئی مہدی ظاہر ہو۔ ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ جب مسیح ومہدی علیہما السلام کے نزول وظہور کی پیشگوئیاں احادیث میں ہیں وہ ظاہر الفاظ کی رو سے مرزا صاحب پر چسپاں نہیں۔ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ایسا مسیح آوے اور ایسا مہدی بھی آوے جن پر ظاہر الفاظ احادیث چسپاں ہوں فانتظروا انا معکم من المنتظرین آیات واحادیث سے ہم نے ابطال مرزائیت کر دیا ہے اگر اب بھی کسی مرزائی صاحب کے دل میں اطمینان نہ ہو تو دوبارہ غور کریں انشاء اللہ حق واضح ہو جائیگا۔ (۱) حدیث تو بالکل صاف ہے لیکن تعصب کا کیا علاج۔ حضرت باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ہم مثل آسمان کے ستاروں کے ہیں جو وقت غروب ہوتا ہے ایک ستارہ طلوع کرتا ہے اسکی جگہ اور ستارہ (ستارہ کے لئے غاب کے معنے غرب کے ہیں چنانچہ صراح ص۳۹ میں لکھا ہے غابت الشمس ای غربت) اور یہ حدیث بطریق اہل سنت ابن عباس سے بھی مروی ہے کما فی فرائد السمطین للحموینی مطلب بالکل واضح ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک نجم امامت زمین پر ضرور موجود رہتا ہے خواہ وہ ظاہر مشہور ہو۔ اور خواہ سحاب سے مستور اور جس وقت ایک نجم امامت کا غروب ہوتا ہے تو دوسرے کا طلوع ہوتا ہے اور زمین ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ منشی صاحب! اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غاب کے معنے غرب یا موت کے ہیں نہ غیبت اصطلاحی کے۔ اس طرح تو ہر امام کی غیبت ہونی چاہئے تھی لیکن گیارہ اماموں کو یہ غیبت نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ یا شہادت پا کر یا اپنی موت سے اس دنیا سے

غروب ہوئے۔ اور ان کے غروب ہوتے ہی دوسرا نجم امامت طالع ہوا۔ اسی طرح گیارہویں نجم امامت کے غروب پر امامت کا بارھواں ستارہ طلوع ہوا ہے لیکن سحاب غیبت سے مستور ہیں اور ان بادلوں کے دور ہونے کے بعد ان کی پوری روشنی زمین و اہل زمین پر پڑے گی۔ اور اشرقت الارض بنور ربھا کا جلوہ نظر آئیگا کیا جب دن کے وقت آفتاب عالمتاب بادلوں سے ڈھک جائے تو اسی وقت چاند نکل آتا ہے نہیں نہیں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کئی دن سورج کی شکل نظر نہیں آتی۔ تو کیا کوئی اس وقت کہہ سکتا ہے کہ آفتاب کا غروب ہو گیا۔ نہیں! اسی طرح امام عصر کا بھی غروب نہیں ہوا۔ اور خواہ یہ غیبت کس قدر طولانی ہو۔ کوئی نجم امامت طالع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مثل آفتاب کے فرد ہے ہاں اس زمانہ غیبت میں علماء کرام و نواب امام جو مشکوۃ نبوۃ و امامت سے روشنی لیتے ہیں اپنی اپنی شعاعوں سے عالم کو روشنی بخشتے ہیں۔ اور اگر اس غیبت کو آپ غروب مانیں تو بھی مرزا جی کو کیا نسبت کیونکہ اول تو وہ اہل بیت سے خارج ہیں۔ دوم باعتقاد آپ کے امام غائب سنہ ۲۶۰ھ میں غائب ہوئے تو اگر مر گئے ہوتے تو دوسرا نجم امامت اسی وقت طالع ہونا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ مرزا ایک ہزار کے بعد اس منصب کا مدعی ہوا ہے تو یہ نجم نہیں بلکہ کسی ہوا باز کا غبارہ ہے جو رات کے وقت چھوڑا جاتا ہے اور آخر اپنی آگ سے خود ہی بھسم ہو کر زمین پر گر جاتا ہے یہ صرف خیال ہی نہیں بلکہ اس کی تائید مرزا جی کے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مرزا جی نے اپنے آپ کو اس شعر میں کرم خاکی کہا ہے ؎

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

پھر اس کرم کے بارے میں خود ہی فرماتے ہیں ؎

خدا خود سوزد آں کرم دنی را   کہ باشد از کینہ داران محمد

چونکہ اہل بیت محمد سے بغض رکھنا محمد سے بغض رکھنا ہے اور مرزا جی کینہ دار محمد و اہل بیت محمد تھے اسلئے اس کرم کو خدا نے خود جلا دیا۔

(۲) اگر آپ ساری روایت لکھتے تو ناظرین آپ کی چالاکی کو خود ہی سمجھ جاتے لیکن اگر ایسا کرتے تو پھر د-ج-ل کا اطلاق کس پر ہوتا۔ ذرا حدیث کی عبارت ملاحظہ کریں عن علی ابن جعفر عن اخیہ موسی ابن جعفر قال اذا فقد الخامس من ولد السابع فالله الله فی ادیانکم لا یزیلکم عنها احد یا بنی انه لا بد لصاحب هذا الامر من غیبة حتی یرجع عن هذا الامر من کان یقول به انما هی محنة من الله عز وجل امتحن الله بها خلقه ولو علم اباؤکم واجدادکم دینا اصح من هذا لاتبعوه فقلت یا سیدی من الخامس من ولد السابع فقال یا بنی عقولکم تصغر عن هذا واحلامکم تضیق عن حمله ولکن ان تعیشوا فسوف تدرکونه حضرت

امام موسےٰ ابن جعفر علیہ السلام (جن کی وفات ۱۸۳ھ میں یعنی حضرت امام ثانی عشر کی ولادت سے ۷۰ سال قبل ہوئی) نے فرمایا کہ جب ساتویں امام کی اولاد سے پانچواں امام غائب ہوگا تو اپنے دینوں میں اللہ سے ڈرو۔ تم کو اس دین حق سے کوئی نہ پھرائے۔ اے میرے بیٹے اس صاحب الامر مذکور کو ضرور غیبت ہوگی یہاں تک کہ لوگ پھر جائینگے اس سے یہ آزمائش ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اگر تمہارے باپ دادے اس دین سے زیادہ اچھا کسی اور دین کو جانتے تو وہ اس کی پیروی کرتے۔ راوی نے پوچھا ساتویں امام کی اولاد سے پانچواں امام صاحب غیبۃ کون ہے آپ نے فرمایا تمہاری عقلیں چھوٹی ہیں اور تمہارے صبر تنگ ہیں لیکن اگر تم زندہ رہے تو اس کو پاؤگے۔ کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ بھلا اس عبارت سے یہ کہاں مترشح ہوتا ہے کہ عنقریب امام کا ظہور ہوگا۔ میاں جی! امام موسےٰ امام غائب کی ولادت کے ۶۸ یا ۷۰ سال قبل اپنے متعلقین کو امام غائب کے حال بتلا رہے ہیں اور ان سے فرما رہے ہیں کہ اگر تم زندہ رہے تو ان کو پاؤگے۔ سوال میں سے جو زندہ رہے ہونگے انہوں نے امام کا زمانہ پایا ہوگا۔ یہ ہے مرزائیوں کی ایمانداری کا نمونہ کہ روایت کا مطلب کچھ اور ہے اور آپ کچھ اور ہی راگ گا رہے ہیں فویل للذین یحرفون الکلم عن مواضعہ

(۳) تمام احادیث کا مفہوم یہی ہے کہ حضرت مہدی آخری زمانہ میں آوینگے اور ان کا اور مسیح کا آنا ایک وقت میں ہوگا اور اسپر آپ کا بھی اتفاق ہے گرچہ آپ مہدی و مسیح کو ایک جانتے ہیں۔ بہرحال احادیث صحیحہ ثابتہ متواترہ سے یہی مفہوم ہوتا ہے جو ہمنے لکھا۔ اس لئے اگر بعض احادیث اس اجماعی عقیدہ کے بالفرض مخالف ہوں تو وہ قابل طرح و تاویل ہیں اور جو دو احادیث آپ نے اکمال سے نقل کی ہیں وہ آپ کے مفید نہیں کیونکہ اول تو ان احادیث سے مہدی و عیسےٰ علیہم السلام کا دو ہونا ثابت ہے لیکن آپ کے اعتقاد میں مہدی و عیسےٰ ایک ہی شخص ہے دوم۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ مہدی کا زمانہ امت محمدیہ کا ابتداء یا وسط ہے لیکن جو حدیثیں آپ نے نقل کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ ذکر نہیں کہ مہدی کا زمانہ امت محمدیہ کا اوسط ہے۔ سوم۔ پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ کیسے ہلاک ہوگی وہ امت جس کے پہلے میں اور حضرت علی اور میرے گیارہ فرزند ہوں۔ اور آخر میں حضرت عیسےٰ ہو۔ گیارہ اماموں میں حضرت مہدی بھی ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت مہدی کی ولادت اول زمانہ میں ہوئی۔ لیکن کیا آپ کا زمانہ وہیں ختم ہوگیا۔ اس کی تشریح دوسری حدیث کرتی ہے کیونکہ جیسے ایک آیت کی تفسیر و توضیح دوسری آیت کرتی ہے ویسے ایک حدیث کی توضیح دوسری حدیث کرتی ہے۔ دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ کیسے ہلاک ہوگی وہ امت جسکے پہلے میں ہوں اور بارہ امام اور مسیح ابن مریم اس کے آخر میں ہوں اس میں بارہ اماموں کو

آخر میں فرمایا ہے جن میں مہدی بھی شامل ہے پس مہدی امام ثانی عشر اول امت میں بھی ہیں۔ اور آخر میں بھی۔ اور حضرت عیسےٰ کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ دوسری قوم کے نبی تھے اور تصدیق دین محمدی کے لئے اس زمانہ میں نازل ہونگے اور نیز آپ کا نزول حضرت مہدی کے خروج کے بعد ہوگا۔ چہارم ان احادیث میں عیسےٰ کا نام ہے نہ غلام احمد قادیانی کا۔ پنجم مہدی کے ساتھ آخر امت میں گیارہ اماموں کے ذکر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی رجعت ہوگی۔ ششم۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ اثنا عشر اول امت بھی ہیں اور آخر بھی بنا فتح اللہ وبنا یختم آخری زمانہ میں گیارہ امام تو بطور رجعت آئینگے لیکن بارھواں امام مہدی بعد از غیبت ظاہر ہوگا جیسے دوسری احادیث میں اس کی تشریح ہے۔

بہرحال یہ ثابت ہے کہ آخری دور مہدی فاطمی کا ہے اور مسیح بھی اس کی اور اس کے جد کی اتباع پر مامور ہے (۴) ہم ممکنات پر قیاس نہیں کرتے بلکہ احادیث رسول کی رو سے ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اور اسلئے مرزا صاحب کا دعوےٰ باطل ہے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں بھی آپ نے چالاکی سے کام لیا اور پوری حدیث کو نقل نہیں کیا حدیث مذکور یہ ہے وفی حدیث الصادق ما بدا ء اللہ فی شئی کما بدا لہ فی اسماعیل ابنی یعنی ما ظہر لہ سبحانہ امر فی شئی کما ظہر لہ فی اسمٰعیل ابنی اذا اخترمہ قبلی لیعلم انہ لیس بامام بعدی کذا قررہ فی جمع البحرین بدا کے معنے ظہور کے ہیں وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نے پہلے اسمٰعیل کو امام بنایا تھا۔ کوئی لفظ تو ایسا دکھایئں یا عبد العزیز دہلوی کے بوسیدہ اعتراضات کو دہرانا ہی جانتے ہو۔ حدیث کا ترجمہ صاف تو یوں ہے کہ نہیں ظاہر ہوا بہ سبب خدا کے کوئی امر کسی شے میں جیسے ظاہر ہوا اسمٰعیل میں کہ خدا نے میرے پہلے ہی اسے مار دیا۔ تاکہ جانا جائے کہ وہ امام نہیں۔ یہ اسماعیلیوں کے رد کے لئے ارشاد فرمایا کیونکہ اگر اسمٰعیل زندہ رہتا تو اسماعیلیوں کی حجت قدرے قوی ہو جاتی۔ لیکن خداوند عالم اپنے رسول کی زبانی ائمہ اثنا عشر کے نام بتلا چکا تھا۔ اور ان میں حضرت صادق کے بعد حضرت موسےٰ کاظم کا اسم مبارک تھا اس لئے قول رسول کو سچ کرنے اور اسماعیلیوں کی بات کو ضعیف کرنے کے لئے خداوند عالم نے اسمٰعیل کو حضرت صادق کی حیات میں ہی مار دیا تاکہ یہ دلیل ہو اس پر کہ وہ حضرت صادق کے بعد امام نہیں کیونکہ آپ کی زندگی میں ہی مر گیا۔ جس معنے میں بداء کو آپ لے رہے ہیں اور جس کی وجہ سے آپ کے اسلاف ہم پر طعن کرتے آئے ہیں ہم اس سے بری ہیں۔ بداء کی مفصل بحث کتب کلامیہ میں موجود ہے۔ حضرت مہدی بن الحسن کا خروج امر محتوم ہے اور محتوم میں بدا نہیں ہوتا۔

دوم۔ کافی باب البداء حدیث ۲ میں ہے سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول العلم علمان فعلم عند

مخزون علم لم یطلع علیه احد من خلقه وعلم علمه ملائکته ورسله فما علمه ملائکته ورسله فانه سیکون لا یکذب نفسه ولا ملائکته ولا رسله وعلم عنده مخزون یقدم منه ما یشاء ویؤخر منه ما یشاء ویثبت ما یشاء حضرت باقر العلوم نے فرمایا علم دو قسم کا ہے۔ ایک محفوظ ہے اللہ کے پاس کہ اسپر کسی کو مطلع نہیں کیا اور اگر مطلع کیا تو انہوں نے اس کو محفوظ رکھا کیونکہ وہ قابل حفاظت تھا نہ افشا اور دوسرا علم وہ ہے جو خدا اپنے فرشتوں اور رسولوں کو بتلاتا ہے اور انہیں غیب کی خبریں بتلاتا ہے۔ پس جو کچھ ملائکہ اور رسولوں کو بتلاتا ہے وہ ان کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ خدا دروغ گو نہیں کرتا اپنے آپ کو اور نہ ملائکہ ورسل کو۔ لیکن علم مخزون میں سے خدا کبھی جس کو چاہتا ہے مقدم و موخر کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اسپر شاہد ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب پس چونکہ خاتم رسل بھی حضرت مہدی فاطمی کے آنے کی بشارت دے گئے ہیں اور بار بار فرما گئے ہیں کہ میرے اہل بیت میں سے ایک مہدی آخری زمانہ میں ہوگا جس کا اسم مبارک م۔ح۔م۔د ہوگا اور جن کے پیچھے مسیح ابن مریم نماز پڑھیگا۔ اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسی وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ اب اگر خدا ان باتوں کے خلاف کرے تو پہلے اس کا جھوٹا ہونا پھر خاتم الرسل کا جھوٹا ہونا۔ پھر جبریل امین کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اگر مکذب پشاوری کی طرح آپ بھی خدا اور رسول کو جھوٹا بنانا چاہتے ہیں تو جس کو چاہیں مہدی بنالیں۔ لیکن ؎ ہزار سجدے کرو بت نہیں خدا ہوتے ؁

شیعوں کا خدا وہ خدا نہیں کہ دعوے کرکے مکر جائے۔ یہ تمہارا رب حاجی ہی ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کے لئے حتمی طور پر الہام کرے اور لا تبدیل لکلمات اللہ کہے اور خط مورخہ ۱۷۔ جولائی ۱۸۹۲ء بنام مرزا احمد بیگ میں یہ لکھوائے تھے کہ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا اور آخر آپ بھی جھوٹا بنے اور اپنے مرسل کادیانی کا بھی جھوٹا بنائے

شبہ نہم۔ کیا مرزا صاحب سچ مچ مسیح ابن مریم سے افضل ہیں۔ چنانچہ ان کا شعر ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

جواب۔ جو لوگ مرزا کے دعاوی کو مان چکے ہیں ان کی نظروں میں تو آپ کے اس قسم کے ملفوظات بطور اظہار نعمت الٰہیہ کے ہیں البتہ جو مخالف ہیں ان کو یہ باتیں ضرور کھٹکتی ہیں خیر ذیل میں ما چند ایسے حوالے لکھے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ شیعہ نے اپنے ائمہ کی شان میں کیا کیا کچھ لکھا ہے

(۱) علماء امامیہ ائمہ اثنا عشر را از پیغمبران اولوالعزم فاضل تر دانند۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم صد ۹۲

(۲) الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ اصول کافی صد ۱۶۵

۴۳- از امام محمد باقرؑ کہ چوں قائم آل محمد بیروں آید او را یاری کند بملائکہ و اول سے کہ با او بیعت کند محمد باشد و بعد از آن علی حق الیقین در بیان رجعت ص ۳۹۔

شیعہ - خیر آپ مرزا صاحب کو آسمان پر چڑھائیں ہمیں کیا سروکار بھائی تو بہاء اللہ کو ظہور خدا مانتے ہیں اور تمام انبیاء سے افضل جانتے ہیں لیکن شعر کا پہلا فقرہ قابل غور ہے **ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو** - ہم اس کے ذکر کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور کو تو جانے دیجئے۔ خود قرآن میں ان کا ذکر ہے تو کیا قرآن پڑھتے وقت جن آیات میں مسیح کا ذکر آیا ہے ان پر ہاتھ رکھ دیا کریں یا ان پر چیپی ہی لگا دیں اور انا انزلناہ قریباً من القادیان کی تلاوت کیا کریں۔

وجہ افضلیت مرزا صاحب بھی سن لیجئے۔ **تشحیذ الاذہان** جلد ۱ نمبر ۱ ص ۱۴۲ میں شعر مذکور کے جواب میں لکھتے ہیں:- کیا آپ نہیں مانتے کہ مسیح کی آمد ثانی پہلی کی نسبت جلالی ارفع و اعلیٰ ہوگی پہلے مسیح بن مریم آئے اور یہودیوں نے صلیب پر چڑھانا چاہا چھپ گئے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ مگر دوسری بار آکر یہود کو قتل کریں گے ...... جو کام خاتم النبیین نے نہیں کیا وہ کر دکھائیں گے یعنے تمام دنیا کو مسلمان .... اب کہو آخری زمانہ کا مسیح پہلے مسیح سے افضل ہوا یا نہیں یہی ہمارا عقیدہ ہے ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں آپ جس کو مانتے ہیں اس کی نسبت بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ پہلے سے افضل ہے" یہی ہے وہ دلیل ہے جو مرزا صاحب کی فضیلت پر دی جاتی ہے۔ مسلمان تو یہ مانتے ہیں کہ جو مسیح پہلے تھا۔ وہی بعد میں آئیگا۔ اور ایک ہی شخص کی دو آمدیں ہونگی۔ اس لئے فضیلت مسیح ابن مریم ہی کو ہے جو خدمت اسلام کریگا۔ اور اسپر فضیلت اس کو ہے جس کے پیچھے یہ نماز پڑھیگا اور جس امام کا یہ ماموم ہوگا شیعہ ایسی براہین سے ائمہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ حدیث تشبیہ کے لئے عبقات الانوار کو ملاحظہ کریں تا آپ کو ائمہ کی افضلیت معلوم ہو۔ خود خدا جسکو نفس نبی فرمائے۔ کیا وہ دیگر انبیاء سے افضل نہ ہوگا۔ جس کے حق میں کتب فریقین میں لضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین موجود ہو۔ کیا وہ افضل نہ ہوا جسکے حق میں عائشہ سے روایت ہو علی افضل البشر من ابیٰ فقد کفر کیا وہ افضل نہ ہوا۔ اسی طرح شیعہ ائمہ کے حق میں جو اعتقاد رکھتے ہیں اس کے لئے ان کے پاس فرمان رسول کے دلائل موجود ہیں لیکن آپ کے پاس سوائے اول قائس کے نیا سانٹ کے اور انا خیر منہ خلقتنی من نار کہنے کے اور کوئی دلیل نہیں۔

شیعوں نے تو یہی کہا کہ الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ لیکن آپ کے مرزا جی نے یہ الہام گھڑا کہ انت منی بمنزلۃ اولادی (اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔ دافع البلاء) شیعہ تو ائمہ کو رسول اللہ کے حقیقی جانشین مانتے ہیں اور چونکہ خلیفہ اپنے مستخلف کی صفات کا آئینہ ہوتا ہے اس لئے اس کی منزلت ہیں

ہوتا ہے لیکن یہ کسی پیغمبر کو الہام نہیں ہوا کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری اولاد۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی بھی اولاد ہے نعوذ باللہ کہیں مرزا صاحب مثیل مسیح بنے ہیں کہیں منم مسیح کی بے ہنگام بانگ بلند کی ہے کہیں مسیح سے افضل بنتے ہیں۔ کہیں فرمایا ہے کہ میں بروزی طور پر آں حضرت صلعم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں (غلطی کا ازالہ) کہیں لکھا۔ اور اسی نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا۔ اب جو مجھ میں اور مصطفےٰ میں فرق کرے اسنے مجھے پہچانا نہیں (خطبہ الہامیہ)

تحفہ گولڑویہ صـ میں لکھا ہے میں بموجب آیت واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی **نبی خاتم الانبیاء ہوں**۔

غرض کہاں تک ان کفریات کا احصاء کریں۔ یہی حال بانی فرقہ بہائیہ یعنے بہاء اللہ کا تھا اس کا نمونہ بھی ملاحظہ کرلیں۔ کتاب الاقدس میں لکھتا ہے کہ عہد نامہ قدیم میں **یہوواہ** میرا ہی نام ہے۔ اور وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ تو میں رب سے مراد میں ہوں نعوذ باللہ من ھفوات الجاھلین

بابیوں کی کتاب **بحر العرفان** میں یسئلون ایان یوم القیامہ فاذا برق البصر وخسف القمر و جمع الشمس والقمر کی تفسیر میں بڑے زور سے دعوے کیا ہے کہ علی محمد کا نام کھلے طور پر ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے اور تشریح یہ کی ہے کہ خسف قمر سے مراد اسلامی شریعت کا منسوخ ہو جانا ہے اور جمع شمس وقمر علی محمد کے نام کے قائم مقام ہیں اس طرح پر کہ شمس سے مراد حضرت محمد رسول اللہ اور قمر سے مراد حضرت علی اور ان دونو کے جمع ہونے سے مراد ایسا آدمی ہے جس کا نام محمد اور علی الفاظ سے مرکب ہو اور اپنے ساتھ ایک نئی شریعت لائیگا الغرض بہائی بڑے بھائی ہیں مرزائیوں کے وہ تو خدا بنکر ہی دم لیتے ہیں اور مرزائی خاتم النبیین پر اور خدا کے بیٹے بننے پر۔ اور اسی سے ان کی مشابہت یہود سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی نحن ابناء اللہ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں) کہتے ہیں۔

شبہ دہم۔ مانا کہ مرزا صاحب اپنے زمانہ کے امام تھے لیکن اب تو وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اب احمدیوں کا امام بھی کوئی نہ رہا۔ پس معاملہ مساوی ہو گیا۔

جواب احمدی۔ ہرگز نہیں۔ معاملہ تو جب مساوی ہوتا کہ جس طرح ہم حضرت مرزا صاحب کو حسب مفادات ایات قرانی فوت شدہ مانتے ہیں آپ لوگ بھی اسی طرح امام غائب کو فوت شدہ مان لیں اگر ایسا ہے تو بسم اللہ پھر بعد وفات مرزا صاحب کے ہم لوگ خدا کے فضل سے بے امام نہیں رہے جیسے کہ آپ کا خیال ہے بلکہ بعد آپ کے پہلے حضرت خلیفہ نور الدین ہوئے پھر بعد ان کے فضل عمر

محمود احمد کو امام اور وصی مانتے ہیں بمصداق "امام نہ باشد مگر آنکہ اورا فرزندے باشد"
نجم ثاقب ص۱۶۶ لیکن امام غائب کی نسبت احادیث شیعہ میں وارد ہے کہ ان کا کوئی فرزند دلبند بوقت ظہور زندہ یا وصی یا امام نہ ہوگا۔ اور افرزند نخواہد بود نجم ثاقب۔ بلکہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے امام حسین دوبارہ دنیا میں آئینگے اور مہدی کا جنازہ پڑھینگے حق الیقین ص۱۴۱ نجم ثاقب ص۱۶۶ لیکن امام حسین جنت میں ہیں اور اہل جنت کا جنت سے نکالا جانا ازروئے قرآن محال ہے۔

شیعہ۔ خود مرزا صاحب کو شیعہ امام نہیں مانتے تو ان کے خلفاء کو کہاں امام مانینگے۔ جن کی امامت درمیان خود مرزائیاں زیر بحث ہے اور آپ نے ہزار سر ٹپکا لیکن محمود کی خلافت کو ثابت نہ کر سکے۔ اور اب جو آخری حربہ مولوی محمد علی کی پارٹی کی طرف سے ہوا ہے وہ واقعی لاجواب ہے اور اگر محمودی باغیرت ہوتے تو فوراً محمود کو خلافت سے معزول کر دیتے۔ لیکن اب شماتت ہمسایہ کا" خوف ہے۔ سنئے امام وخلیفہ کا تقرر رسول کے ذریعہ سے ہوتا ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ مرزا صاحب کو کسی نے مقرر نہیں کیا۔ پھر ان کے خلفاء اجماع سے ہوئے اور ان کو خود مرزا صاحب نے بھی مقرر نہیں کیا۔ محمود کی خلافت کے لئے جو کارروائیاں کی گئیں وہ باخبر حضرات سے مخفی نہیں ہیں۔ اکون کے پیچھے آدمی بھگائے گئے۔ پلوں پر آدمی کھڑے کئے گئے اور محمود کے لئے ووٹ لئے گئے اور اسپر فخر کرتے ہیں کہ ہم بے امام نہیں۔ ارے اس طرح کے امام تو مہتروں کے بھی ہوتے ہیں یہاں نص کا ذکر تھا ہمارے ہاں یہ اصول مبرہن ہو چکا ہے کہ امام سابق لاحق پر نص کرے۔ اس کی نظیر امامت مرزائیہ میں دیکھئے۔ حکیم نورالدین بقول مرزائیاں امام سابق تھے اور وہ اپنے لاحق پر ان الفاظ میں نص کرتے ہیں

"نواب۔ میر ناصر محمود نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں (خط مولوی نورالدین مورخہ ۱۳۔ مئی ۱۹۱۲ء بنام خواجہ کمال الدین لنڈن مندرجہ روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۴ جون ۱۹۱۵ء) اس کی تصدیق القول الفصل ص۵۷ سے ہوتی ہے جس میں میاں محمود نے لکھا ہے "میں نالائق ہوں اس سے مجھے انکار نہیں میں کم علم ہوں اس سے میں ناواقف نہیں۔ میں گنہگار ہوں اس سے مجھے اقرار ہے۔ میں کمزور ہوں اسے میں جانتا ہوں" او نالائق اور بے علم امام کے ماننے والو! اسی پر کہتے ہو کہ ہم بے امام نہیں۔ ہاں ایسے نالائق امام تمہیں ہی مبارک ہوں اس کے ذیل میں ایک اور بات بھی سن لیں۔ ماشاء اللہ مرزائیوں کے خلیفہ ثانی صاحب "فضل عمر" (میاں محمود کا لقب یا الہامی نام) ہیں اور عمر صاحب کا تو یہ قول مشہور ہی ہے کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال (پردہ نشین عورتیں بھی مجھ سے زیادہ فقیہ و عالمہ ہیں) جب حضور ایسے تھے تو ان کا فضل بھی ایسا ہوگا۔

نجم الثاقب کی عبارت کو آپ نے نہیں سمجھا۔ کتاب **کفایۃ المہتدی** سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الزمان کے بیٹے اور فرزند ہیں لیکن چونکہ آپ خاتم الاوصیاء ہیں اس لئے آپ کے بعد آپ کا کوئی فرزند وصی نہ ہوگا۔ اور جب آپ کا انتقال ہوگا تو چونکہ حجۃ خدا کا جنازہ حجۃ خدا ہی پڑھتا ہے اس لئے امام حسین علیہ السلام کی رجعت ہوگی اور آپ ان کی نماز جنازہ پڑھینگے (**غایت المقصود** جلد ۳ صفحہ ۳۵) رجعت کا ثبوت پہلے گذر چکا ہے۔

شبہ یازدہم۔ مرزا صاحب نے شیعوں سے کوئی ہمدردی نہیں کی نہ ان کی جماعت کرتی ہے اگر امام غائب ظہور فرماتے تو تمام ملکوں میں شیعوں کی سلطنت ہوتی اور مال و دولت کی کثرت سے خورسند ہوتے

جواب۔ حضرت مرزا صاحب کو شیعوں سے ہمدردی تو ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ جب ہو کہ وہ اپنے قول و فعل کے رو سے سچے شیعہ ہوں۔ خود ائمہ اہل بیت نے بصراحت فرمایا ہے کہ اصلی شیعہ کوئی نہیں دیکھو روایات ذیل :- (۱) امام صادق فرماتے ہیں کہ مومن سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہے عین الحیات ص ۳۶۲ (۲) امام رضا کا ارشاد ہے کہ جھوٹ کہتے ہیں جو دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ علی ہیں۔ شیعہ علی کوئی نہیں ہوا مگر سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و محمد بن ابی بکر۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۹۳

(۳) پھر امام صادق سے ایک حدیث ہے کہ جسقدر آیات قرآن میں منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ سب کی سب ان لوگوں کے حق میں ناطق ہیں جو جھوٹے شیعہ ہونے کا ادعا کرتے ہیں۔ رجال کشی ترجمہ مقلاص بن ابی الخطاب ص ۱۹۳

پھر امام غائب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ جب خروج کرینگے تو سب سے پہلے جھوٹے شیعوں کو قتل کرینگے رجال کشی ص ۱۹۳ پھر خصوصاً ایسے شیعہ لوگ جو دولت ائمہ کے منتظر اور مال و دولت کی کثرت کے خواب دیکھا کرتے ہیں ائمہ کرام نے بھی ان کو جہنمی فرمایا ہے

شنیدم از ابی عبد اللہ کہ مے فرمود مردم متفرق شدند در بارۂ ما بہ سہ فرقہ۔ فرقہ دوست داشتند مارا بانتظار قائم ماکہ برسند بدنیائے ما یعنے غرض شان از محبت ما تعیش و خوش گذرانی است در سلطنت ما پس گفتند یعنے اظہار تشیع و محبت کردند و دشمنان مارا حفظ کردند لاکن کوتاہی کردند در افعال ما یعنے متابعت نکردند مارا در کردار پس بزودی برانگیزد ایشاں را خداوند بہ سوئے دوزخ الخ لولو مرجان ص ۱۵

جو اصل شیعہ ہیں مرزا صاحب ان کو بہت چاہتے تھے آپ پوچھو گے کہ اصل شیعہ کون ہوتے ہیں سنئے امام باقر کا ارشاد ہے جو خدا کا فرمانبردار و مطیع ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے عین الحیات ص ۳۶۶ تم اصل شیعہ بنو پھر دیکھو ہم سب احمدی کس قدر آپ سے ہمدردی کرنے لگ جائینگے پھر آپ کو معلوم نہیں کہ

مرزا صاحب نے دولت کے خزانے سامنے کھولدئے لیکن نہ یہ دام و درم کی دولت جس سے خاصان خدا نے پیار کرنا حرام سمجھا اور جس سے اپنے دامن کو کبھی ملوث نہیں کیا بلکہ وہ حکمت و معرفت و ایمان کی دولت پس اے شیعیان اثنا عشریہ آؤ اور اس دولت عظمےٰ سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ فی الحال اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ پھر بھی لکھونگا والسلام علی الحق الجدید و علی من اتبع الھدے خادم الخدام مسیح موعود و مہدی مسعود ہیچمدان خادم حسین خادم سابق شیعی حال احمدی بھیروی

شیعہ۔ زندگی میں تو مرزا صاحب کو شیعوں سے بڑی دشمنی تھی اب چونکہ انہوں نے عالم آخرت میں پہنچکر شیعوں کی حقیت کی معرفت حاصل کرلی اس لئے اگر اب ان کو مطابق آیہ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا شیعوں سے ہمدردی ہے تو کس کام۔ بجائے اس کے شیعہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ کی رو سے سنت ابراہیمی بتبرو منہ پر عمل پیرا ہیں اور شیعہ اپنے قول و فعل کیبرو سے شیعہ ہیں اس لئے وہ ان منافقین کو برا جانتے ہیں جو آپ کے نزدیک امام ہیں وہ روایات جو آپ نے جھوٹے شیعوں کی بابت لکھی ہیں میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ وہ کون ہیں کتاب **نور الابصار** مطبوعہ مصر ۱۳۱۲ء میں طبرانی کی حدیث قال رسول اللہ یا علی انک ستقدم علی اللہ انت و شیعتک راضین مرضیین و تقدم اعداوک غضابا مقمحین الخ کے ذیل میں مصنف کتاب لکھتا ہے و شیعتہ ھم اھل السنۃ لانہم ھم الذین احبوہ کما امر اللہ رسولہ لا الروافض واعداؤہ الخوارج یعنے حضرت علی کے شیعہ **اہل سنت** ہیں جنہوں نے آپ سے محبت کی جیسے کہ رسول اللہ نے حکمدیا نہ کہ روافض اور آپ کے دشمن خوارج ہیں اور آپ کے مجدد شاہ عبد العزیز دہلوی نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ "شیعۂ اولی ما ہستیم" لیکن در حقیقت شیعۂ اولی تو حسن و حسین و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و محمد بن ابی بکر رحمہم اللہ ہیں جنہوں نے حضرت علی کا ساتھ بالکل نہیں چھوڑا اور منافقین سے بیزار رہے اس کے بعد جنگ صفین میں شیعیان علی متمیز ہوئے اور شیعیان عثمان الگ۔ ان شیعیان علی میں اویس قرنی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے کنج تنہائی سے نکلکر شیعیان عثمان کے برخلاف تلوار اٹھائی اور یہی شیعیان عثمان بعد میں اہل سنت والجماعت کے نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ **تاریخ الخلفا** میں لکھا ہے ثم خرج علی الحسن فنزل لہ الحسن عن الخلافۃ فاستقر فیہا من ربیع الآخر او جمادی الاولی سنۃ احدی واربعین فسمی ھذا العام الجماعۃ لاجتماع الامۃ فیہ علی خلیفۃ واحد وفیہ ولی معاویۃ مروان بن الحکم المدینۃ فسمی لھذا سنۃ الجماعۃ خلاصہ یہ کہ جس سال امام حسن علیہ السلام خلافت سے علیحدہ ہوگئے اور معاویہ پر اجماع ہوگیا اس سال کا نام الجماعۃ رکھا گیا اسی لئے پیروان معاویہ کو اہل سنت والجماعت کہتے

ہیں) اور اسی سال میں معاویہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم بنایا اور اسی لئے یہ سنت الجماعۃ سے موسوم
ہوا پس جن لوگوں نے شیعیت کا جھوٹا دعوے کیا اور جن کو کذابی الشیعہ کہا گیا اور جن کے حق میں آیات
نفاق نازل ہوئیں وہ یہی آپ کے پیر بھائی ہیں کیونکہ یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ در اصل وہ شیعہ نہیں ہیں۔
عدالتوں میں مردم شماری کی رپورٹوں میں و دیگر کاغذات سرکاری و غیر سرکاری میں اپنے آپ کو کسی
اور فرقہ سے منسوب کرتے ہیں اور جب حدیث یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون کو سنتے ہیں تو کہتے ہیں
کہ شیعہ ہم ہیں اور انہی کی غرض محبت مہدی سے تعیش و خوش گذرانی ہے کیونکہ قران میں انہی کے بزرگوں
کی شان میں منکم من یرید الدنیا (تم میں سے بعض دنیا کو چاہتے ہیں) وتریدون عرض الدنیا آیات
نازل ہوئی ہیں۔ والا ہم تو ان کی مظلومی کی حالت میں بھی ان کے ساتھ ہیں اور ان سے ویسی ہی محبت
رکھتے ہیں واقعات کربلا شاہد ہیں ایسی مظلومی کی حالت میں اہل بیت سے محبت خاص رکھنے والے
ان کے نام پر مال و دولت قربان کرنے والے ہم شیعہ ہی ہیں نہ کوئی اور پھر ہم پر غرض شان از محبت
ما تعیش و خوش گذرانی کیسے صادق آسکتی ہے۔ پھر اسی حدیث میں ان شیعیت کے زبانی اظہار کرنے
والوں کے بارے میں آپ نے لکھا ہے "دشمنان ما را حفظ کردن" پس اس سے آپ اور آپکے خلفا پرست
بھائی مراد ہیں کیونکہ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہم اہل بیت کے دشمنوں کو کیسا جانتے ہیں پھر اسی حدیث
کے آخر میں حضرت نے فرمایا و فرقہ دوست داشتند ما را و کلمات ما را حفظ نمودند و فرمان ما را اطاعت کردند
و مخالفت نکردند افعال ما را یعنے رفتار و کردار ایشان مانند رفتار و کردار ما است پس ایں گروہ از مایند و ما از
ایشاں یعنے ایک فرقہ نے ہمیں دوست رکھا اور ہمارے کلمات کو حفظ کیا اور ہمارے فرمان کی اطاعت کی
اور ہمارے افعال کی مخالفت نہ کی یعنی ان کی رفتار و کردار ہماری رفتار و کردار کی مانند ہے پس یہ گروہ ہم
سے ہے اور ہم ان سے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبین اہل بیت میں ایسا گروہ بھی ہے جو اہلبیت
کے نقش قدم پر چلتا ہے اور حیات القلوب کی حدیث میں جن لوگوں کو امام نے کہا کہ تم شیعہ نہیں ہو۔
ان کو نصیحۃً ایسا کہا گیا اور درجہ رفیعہ کے لئے ان کو ترغیب دی گئی اور امام کا کام اصلاح نفوس ہوتا ہے
پوری حدیث کتب احادیث میں منقول ہے اسے دیکھیں کوئی اعتراض نہیں رہیگا۔ پھر آپ اہل شیعہ
کی تعریف لکھتے ہیں کہ وہ وہ ہے جو خدا کا مطیع ہو۔ درست ہے اس خدا کا جنے اسلام و قران بھیجا اس
خدا کا جس نے رسول کے ہاتھ غدیر خم میں علی کو وصی مقرر کیا۔ حضرت علی کا خدا۔ حسنین کا خدا۔ امام باقر
و صادق کا خدا۔ امام غائب مہدی قائمؑ کا خدا یعنے ائمہ اثنا عشر کا خدا ہے نہ اس خدا کا مطیع جو عاجی
ہے دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ میں لکھا ہے کہ مرزا جی کو الہام ہوا کہ ہمارا رب عاجی ہے۔

عاج کے معنے لغت میں تو ہاتھی دانت یا گوبر کے ہیں اسی لئے مرزائی جہالت سے کہا کرتے ہیں کہ اس الہام کے معنے معلوم نہیں ہوتے۔ ملہم و نبی مر بھی گیا اور الہام ویسے کا ویسا مہمل ہے الحاصل ہم اللہ کے فضل سے وہ شیعہ ہیں جو خدا اور رسول و ائمہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور لغزشوں کا بخشنے والا وہ غفور رحیم ہے۔ ...

منشی جی نے شیعوں پر تو حملہ کیا۔ لیکن اپنے گھر کی خبر نہ لی کہ خود مرزائیوں کے اخلاق و ایمان کا کیا حال ہے۔ لیجئے ہم مرزا صاحب ہی کی تحریر پیش کر کے کشف الحجاب کرتے ہیں مرزا صاحب اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ برسالہ شہادت القرآن میں لکھتے ہیں "حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالٰے بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ایسے کجدل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی و ہمدردی سے پیش آئیں اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنےٰ ادنےٰ خودغرضی کی بنا پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔"

مرزائیو! یہ ہے وہ سرٹیفکٹ جو تمہارے پیرومرشد اور اس کے خلیفۂ اول نے تمہیں عنایت کیا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمہاری جماعت کے اکثر لوگ جن کو تم سابقون السابقون و مہاجرین و انصار و اہل صفہ اور معلوم نہیں کیا کیا القاب دیتے ہو۔ سفلہ۔ خودغرض۔ کجدل۔ دست بدامن ہونے والے ایک دوسرے کو گالیاں نکالنے والے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ شیعہ اصلی شیعہ نہیں تو ہم ان سے ہمدردی کریں گے۔ حضور والا شیعہ آپ کی ہمدردی کے محتاج نہیں۔ ان کا خدا ان کو کافی ہے اور آپ میں تو ابھی ہمدردی کا مادہ ہی پیدا نہیں ہوا۔ جیسا کہ شہادت مذکورہ میں بیان ہوا۔ اب اپنی ہمدردی کا اور ثبوت سن لیجئے۔ جس زمانہ میں طاعون زوروں پر تھا اور مرزا جی نے مواہب الرحمٰن میں

ے حاشیہ صفحہ ۳۰۶ متعلقہ کتاب جامع الاخبار۔ کتاب جامع الاخبار کے مصنف کے بارے میں بہت اختلاف ہے یہ جامع الاخبار ابن بابویہ کی تصنیف نہیں جیسے کہ اسی کتاب کے باب ۹ فصل ۲ سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ اس میں ایسا لکھا ہے۔ اور یہ کتاب محققین علماء شیعہ کے نزدیک غیر معتبر ہے دیکھو نفس الرحمٰن باب ۱۲ مؤلفہ سرکار محمد حسین نوری طبرسی علی اللہ مقامہ +

یہ کلام شائع کیا کہ فان الانار غلامنا بل غلام الغلمان مگر چونکہ مرزاجی کو اپنے اندر کا پول معلوم تھا کہ ڈھول کی آواز ہی آواز ہے اندر کچھ نہیں۔ اس لئے آپ نے طاعون زدوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے حکم صادر کئے۔ یہاں تک کہ مرزاجی کا مقرب البدر کا **ایڈیٹر محمد افضل** اس آگ کی بھینٹ چڑھا تو مرزا اور مرزائیوں نے اس سے کوئی ہمدردی نہ کی بلکہ جس مسجد میں اس کی چارپائی الگ کی گئی تھی۔ بحکم مرزاجی اس مسجد کے کنوئیں سے رسی اور ڈول کئی دنوں تک الگ رہا۔ کہ کہیں اس کنوئیں کا پانی سقے گھروں میں نہ لے جائیں) اور نہ کوئی اس کے جنازہ پر گیا۔ یہاں تک کہ قاضی امیرحسین بھیروی کا جوان لڑکا بھی طاعون کی بھینٹ چڑھا۔ اور مرزائیوں نے اس سے بھی وہی سلوک ارذل کیا جو افضل سے کیا تھا۔ تو قاضی موصوف نے مرزاجی کی خدمت میں جا کر بہت شور و شغب کیا کہ آپ کے مرید تو کافروں سے بدتر ہیں کسی میں ہمدردی نہیں یہ نہیں وہ نہیں۔ اس پر مرزاجی کو ذرا ہوش آیا۔ اور انہوں نے ہمدردی کے متعلق ایک تقریر کی۔ اور اس میں شاکیوں کا دل رکھنے کے لئے یہ صاف بتلایا کہ ایک شخص جو مسلمان ہو۔ اور پھر سلسلہ میں داخل ہو اس کو یوں چھوڑ دیا جائے جیسے کتے کو یہ بڑی غلطی ہے (البدر ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء) اس اخبار میں مرزاجی نے بڑے برادرانہ سلوک سکھلائے ہیں اور ہدایات کی ہیں۔ کہ میت کو ذلیل نہ کرو۔ پرہیز سے کیا ہوتا ہے۔ ایک مردہ شو سینکڑوں طاعونی مردوں کو غسل دیتا ہے اس کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور حدیث سے طاعون کا متعدی ہونا ثابت ہی نہیں۔ بلکہ یہ محض وہم ہے۔ مگر اخبار الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء میں ایک نیا سرکلر جاری کیا جس میں ہدایت کی کہ سب لوگ میت کے گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں۔ واہ سبحان اللہ (مرے مردود نہ فاتحہ نہ درود) یہ ہے مرزا و مرزائیوں کی ہمدردی کا نمونہ۔ بس لے مرزائیو! اب بھی باز آجاؤ۔ اور توبہ کر لو۔ مرزائیت کو طلاق دو مرزا صاحب نے تمہاری دولت بھی چھین لی اور ایمان بھی۔ اور تحریف اور الحاد کی تعلیم تمہارے ہاتھ میں دیدی۔ اگر تم حکمت و معرفت کی دولت لینا چاہتے ہو تو ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی طرف آؤ جن کے بارے میں رسول کریم نے خود فرمایا انا دار الحکمۃ و علی بابھا (میں حکمت کا گھر ہوں۔ اور علی اس کا دروازہ ہے) اگر تم حکمت ایمانی سیکھنا چاہتے ہو تو اس در سے داخل ہو

ع کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

شیعیان اثنا عشری تو اس دولت عرفان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تم بھی آؤ اور اس دولت سے مالا مال ہو۔

فے الحال میں بھی اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالے پھر بھی لکھونگا والسلام علی الحق الجدید ولعنۃ اللہ علی الدجال العنید ۔

واضح ہو کہ منشی خادم حسین پہلے شیعہ نہیں تھے۔ صرف شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مضمون میں اپنے آپ کو سابق شیعی ظاہر کیا ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا ربنا افتح بیننا وبین قوم الفاسقین

۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ
مطابق ۲۸۔ جولائی ۱۹۱۵ء

خاکسار مرزا احمد علی امرتسری
لاہور۔ موچی دروازہ۔ کوچہ میاں گلی ماں

قطعہ تاریخ کتاب ہذا از طبع شاعر بے بدل جناب میر الفت علی صاحب گویا انبالوی!

جناب مولوی احمد علیؒ نے — کہ میدان مباحث کا دھنی ہے
ثبوتِ مہدیِ آخر زماں میں — دلیل عرفان عجب تصنیف کی ہے
بہائے ہیں دلائل کے وہ دریا — کہ منکر کی بھی گردن جھک گئی ہے
نہیں تہذیب کے دامن کو چھوڑا — مقابل میں اگرچہ خارجی ہے
کیا ہے رقم مضمون مدلل — بہ تائید امام آخری ہے
مباحث اور مناظر کہ رہے ہیں — یہ پانچ ہے کہ برچھی کی انی ہے
بہت سا ناز تھا مرزائیوں کو — مگر اُن کی کچھ ایسی گت بنی ہے
خجالت سے ہوئے جاتے ہیں پانی — ہویدا جسم و جاں پر مُردنی ہے
دبائے دم کو بیٹھا ہے دب کر — جو منہ پھٹ ان میں خادم بھیروی ہے
جزاک اللہ فی الدارین خیرا — بہت تحقیق اور تدقیق کی ہے
ہوئے مرزائیوں پر شیعہ غالب — یہی گھر گھر میں نوبت بج رہی ہے
تھا فکرِ سال ہجری مجھ کو گویاؔ — کہا ہاتف نے کیوں تاخیر کی ہے
مناظر دیکھ لیں منگوا کے لکھنؤ سے — کتاب بے ہمہ حق چھپ گئی ہے
۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین دلیل العرفان

قصیدہ در تردید مرزا قادیانی

غرائب اثار بدعت فی زماننا — وللخلق اطوار وفیها عجائب
وکم یدعی ذو فریة الف مریة — باضغاث احلام وکل کواذب
بانی مهدی کعیسی اکلم — وانی مهدی وللعصر صاحب
نعم لاح برق فی الحنادس وانمحی — فتعسا لنفس اوحشتها الغیاهب
وللکهف اخراب وللترہین امة — وفی اللیل مستخف بالقوس سادعبا
ولا یستوی الماشی سویا ومن مشی — مکبا علی وجهه عن الحق ناکب
الحمد عه بالرشد فالعو واحمد — ولقفوا علی اثر الضلال ثعالب
بتمتمت انی البرق والبرق خلب — تنفست انی الفجر والصبح کاذب
تنبات بالاعجال والوهم خاسر — تمهدیت یا دجال والسهم خائب
تخوض وتلغو فی الاحادیث لاعبا — کلعب صبی شغلته الملاعب
اتدعو الی سلم وتدعی بمسلم — وانت مع الله القوی محارب
تقول بانی الرمح والرمح طاعن — تقول بانی السیف والسیف قاضب
تریده استراق السمع من ملا العلی — وللرجم فیه النجم هاو وثاقب
نعم انت رمح انفضحته المطاعن — نعم انت سیف اغمدته القواضب
وکم من سلیم والرماح ضائل — وکم من لسیع والسهام عقارب
علی کاصل ثابت وفروعه — بنوه الکرام المصطفون الاطائب
وان اولی الارحام اولی بالحمد — اذا عد ذو القربی فاین الاجانب
مودة اهل البیت اجر الرسالة — وحبهم امر من الله واجب
اترغب عن ال النبی وحبهم — ومن فضلهم دامت علینا الرغائب
وان کنت فی رکب المعالی فانه — تناخ الیهم للمعالی رکائب
مفاتیح فضل الله فی الغیب والوری — بجودهم عمت علینا مواهب
مطالع امر الله فی کل نشاة — مشارق فی انوارهم ومغارب
واین بیوت اذن الله رفعها — واوهن بیت ناسجوه العناکب
لقد کتب الایمان فی قلبنا بهم — وهل یمحی ذا الخط والله کاتب
وانتم للذکر اهل وانثنی — بذکرهم راوکما عب شارب